نادر و نایاب شاہکار خوشنویسی

بہ

تاریخِ فنِ خطّاطی

سلیمی ۱۹۰۶ء

(حصہ اول)

ترتیب و تزئین:

ابنِ کلیم

طبع اوّل

دبستانِ فروغِ خطاطی ملتان

خط ثلث

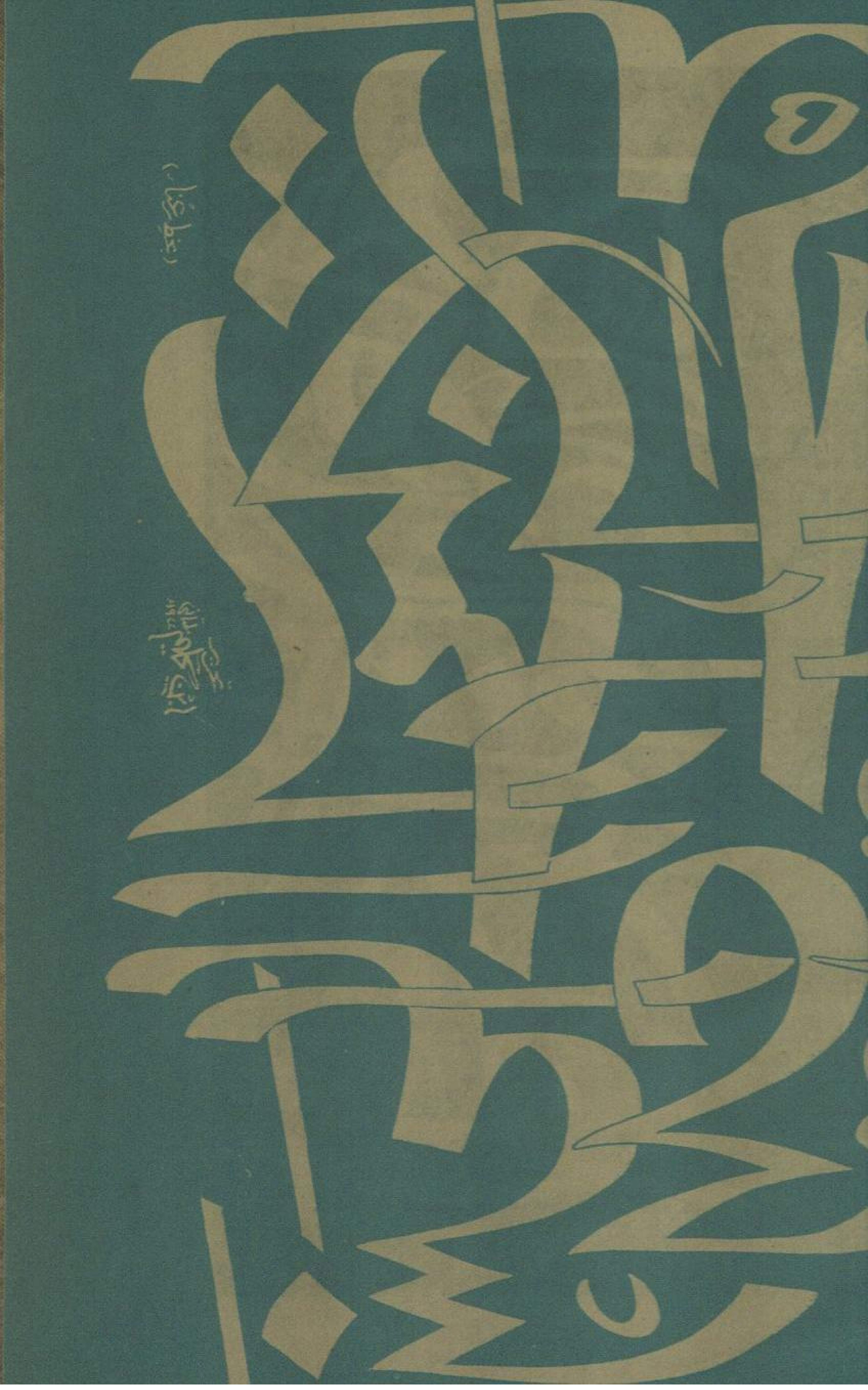
بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط نسخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط نستعلیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اول ما خلق اللہ القلم

(حدیث شریف)

(خطِ رعنا)

ابن کلیم

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے (تخلیقاتِ اشیاء کے آغاز میں) قلم پیدا کیا۔

نادر و نایاب شاہکارِ خوشنویسی

تاریخِ فنِ خطاطی

۱۹۷۷ء

مرتبہ
ابنِ کلیم

ملتانِ ما بہ جنّتِ اعلیٰ برابر است
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

(حضرت غوث بہاؤ الحق زکریاؒ)

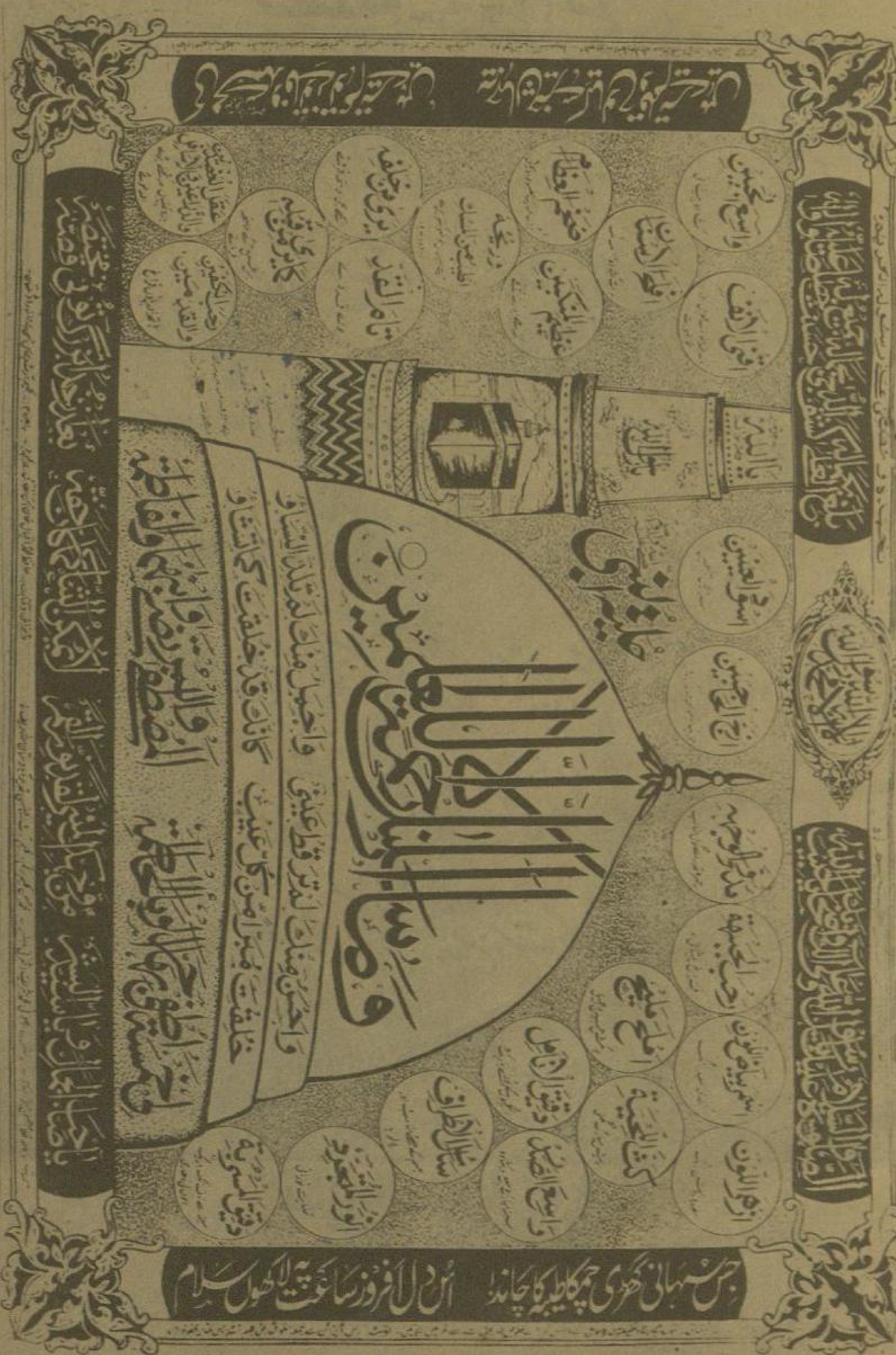
حصہ اول

بار اوّل ... تعداد - ۱۰۰۰
پبلشر .... ابنِ کلیم
مقامِ اشاعت .. کلیم آرٹ پریس
حسن پرواز روڈ ملتان
سرِ ورق .. ڈیزائن محمد شریف عاصی
طباعت .. سید الیکٹرک پریس ملتان
سید مظفر اقبال شاہ میر

قیمت .... پندرہ روپے ۱۵

آن کریم است که چو ابر بهار　　چون بریزد بخندد آخر کار

نه چو ابری که در زمستان ها　　رو کند ترش وقت باران ها



از احسن التحریر کلیم رقم

نظمِ خطاطی

کہتا ہے کون تم سے نہ اہلِ قلم بنو — اہلِ قلم بنو تو زمرّد رقم بنو

کوئی ہزار عالم و فاضل بنے مگر — دار و مدارِ علم ہے تحریرِ کلک پر

پڑھنے کے ساتھ ساتھ بھی لکھنا ہے ایک فن — تحریر کا ہے حسن نکھارِ ہر انجمن

رشوت کی قدر ہے نہ سفارش کی قدر ہے — اہلِ ہنر میں حسنِ نگارش کی قدر ہے

دیکھا نہ کوہکن کوئی فرہاد کے بغیر — آتا نہیں ہے فن کوئی اُستاد کے بغیر

محنت سے کون صاحبِ عزت نہیں ہوا — "نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا"

معلوم جس کو حُسنِ کتابت کا راز ہے

ہر دور میں وہ قابلِ صد افتخار ہے

انتساب!

میں انتہائی خلوص و احترام کے ساتھ اس کتاب کو احسن التحریر
"مخدوم محمد حسن خان کلیم رقم" کے نام سے معنون کرتا ہوں۔

ابن کلیم

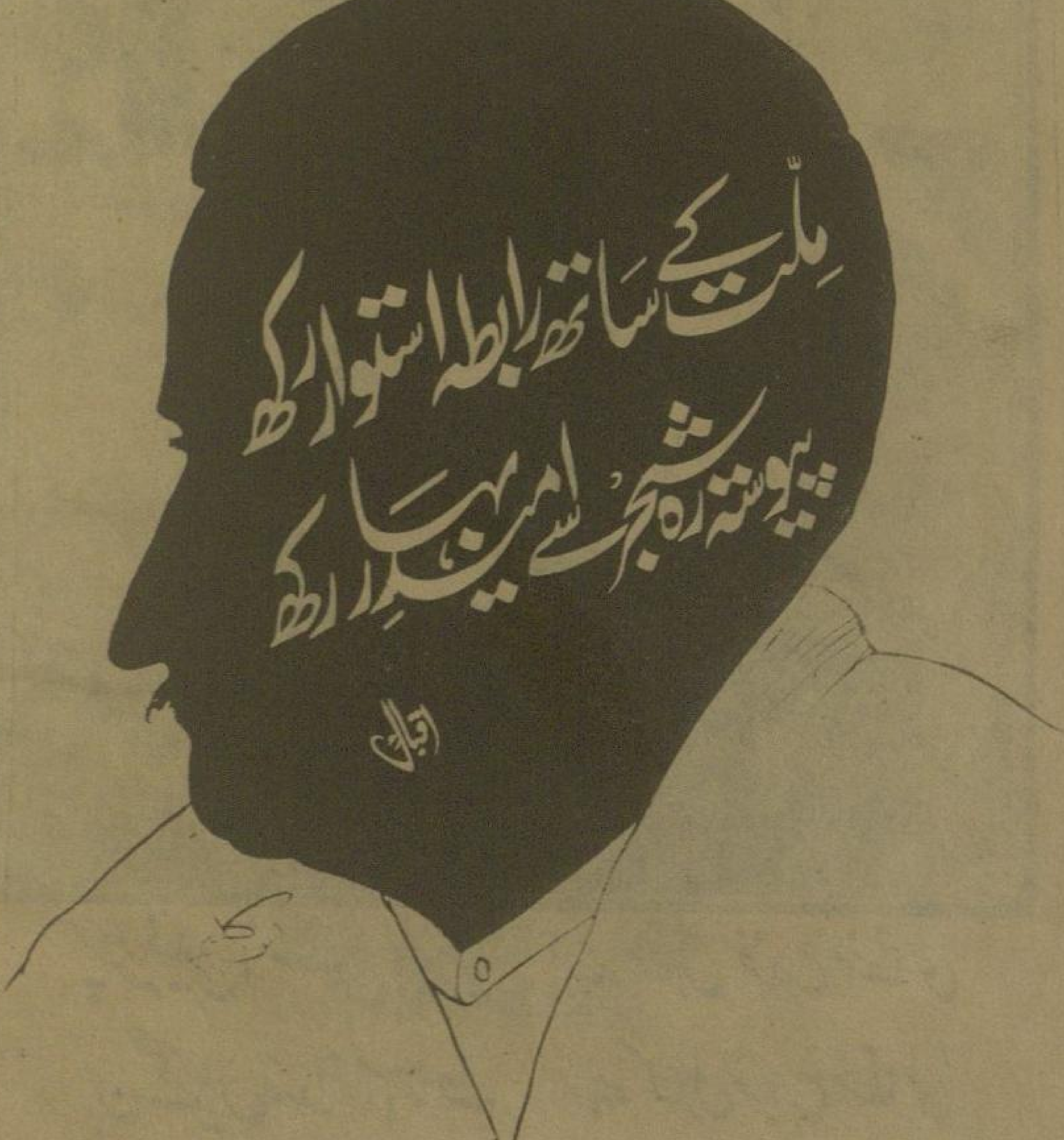


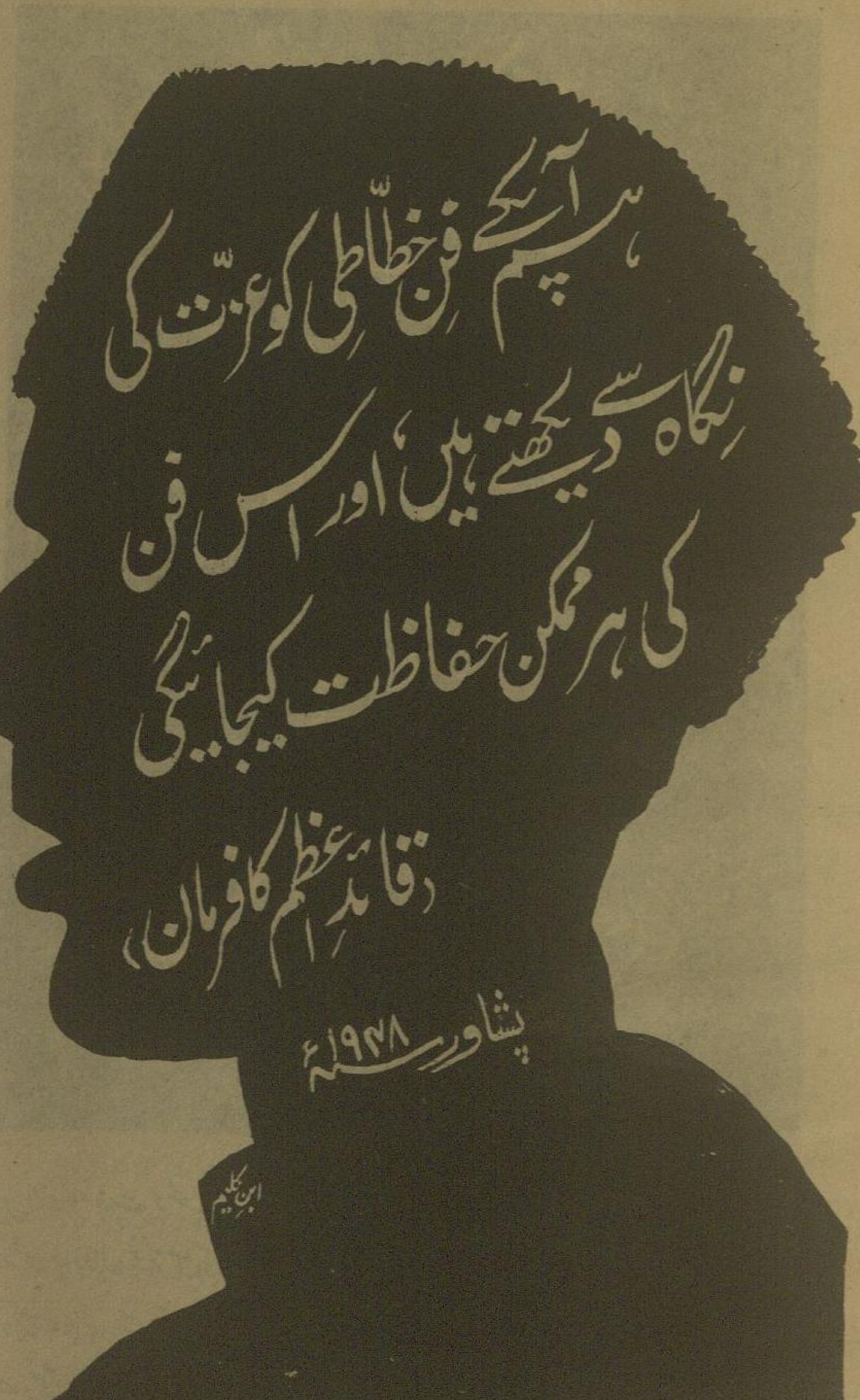
چشمۂ فیضِ احسن التحریر　　بے مثال فروغِ خطاطی
بن گئے ہیں صدا تمام حروف　　ہے کمالِ فروغِ خطاطی

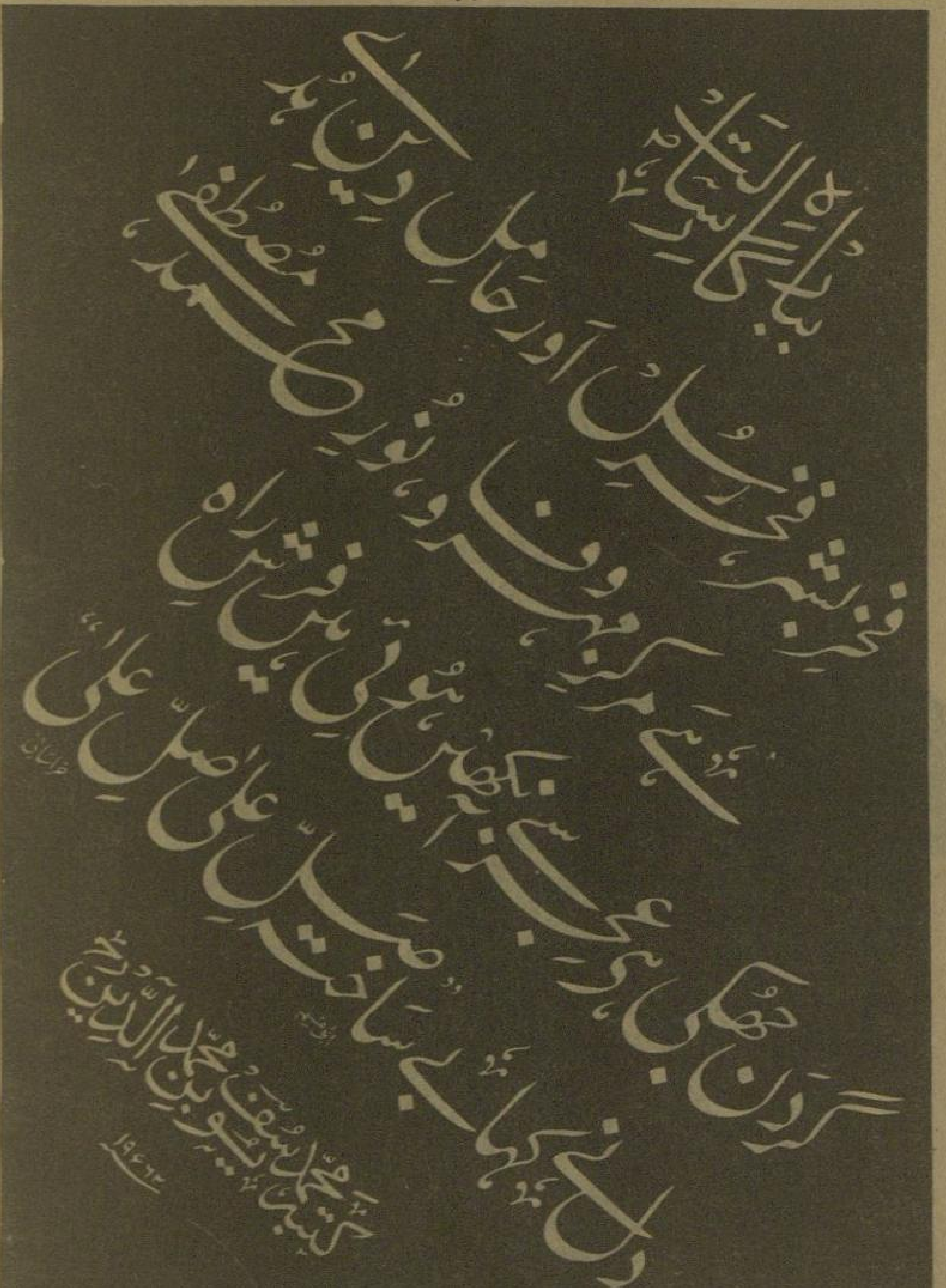
(اقبال ارشد)

کاتباں را ہفت خط باشد بطرزِ مختلف
ثلث، ریحان، محقّق و توقیع و رقاع
بعد ازاں تعلیق آں خط ہست کش اہلِ عجم
از خطِ توقیع استنباط کردند اختراع

جامی




ہم آپکے فنِ خطاطی کو عزت کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس فن
کی ہر ممکن حفاظت کیجائیگی
(قائدِ اعظم کا فرمان)
پشاور سنہ ۱۹۴۸ء
ابنِ کلیم



رئیس الخطاط حضرت یوسف دہلوی مرحوم دہلوی طرز کے نامور خطاط تھے اردو رسم الخط کو بلندی اور حسن جاوداں بخشنے میں آپکی ذات گرامی کو بڑا دخل حاصل ہے۔ یوسف دہلوی مرحوم مونو گرام بنانے کے بڑے ماہر تھے۔ آج بھی پاکستانی سکوں اور نوٹوں پر جو ڈیزائننگ موجود ہے وہ انہی کی تخلیق ہے۔ نئی دہلی کی عمارات سیکرٹریٹ، اسمبلی اور انڈیا گیٹ پر ان کی تزئین کاری جب تک موجود ہے۔ یوسف دہلوی کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

پیشِ لفظ

فنونِ لطیفہ تہذیب کے آغاز سے ہی انسان کے احساسِ جمال کے پرتو رہے ہیں فنکار کے لطیف احساسات کا اظہار کسی شاہکار کی تخلیق کئے بغیر ناممکن ہے۔ فن میں جاذبیت حسن و کشش پیدا کرنے کے لئے مہارت لازم ہے کسی فن میں پائیداری اور پختگی حاصل کرنے کے لئے فنکار کو جب تک یکسوئی محنت، اور جاں سوزی کی کیفیات سے نہ گزرنا پڑے۔ اس وقت تک اس کا فن عوامی مقبولیت کو نہیں پہنچتا۔ خصوصاً وہ فنکار جسے "کاتب" (خوشنویس یا خطاط) کہا جاتا ہے مذکورہ کیفیات سے گزرے بغیر اپنا فنی عمل جاری نہیں رکھ سکتا اس محنت کش فنکار کی تگ و دو اور محنت شاقہ کا صحیح صلہ اسے نہیں ملتا۔ اور یہ فنکار جو فن خطاطی کے جیسے عظیم تاریخی و ثقافتی ورثہ کا حامل ہے ہر طرح ذرائع ابلاغ، نشر و اشاعت کا موجب ہے اور قدیم تاریخی ورثوں کو محفوظ و مامون کرنے کا اہم ترین فریضہ انجام دے رہا ہے۔ آج کے ترقی پذیر دور میں بھی اپنے روشن مستقبل کی ضمانت سے محروم ہے:

ملتان کے عظیم روحانی پیشوا حضرت بہاؤ الدین زکریا ؒ نے صدیوں پیشتر علوم دینیہ کی یونیورسٹی قائم کی تھی جس کے شیخ الجامعہ حضرت شاہ رکن الدین عالم ؒ تھے۔ اس میں شعبہ خطاطی کو نہ صرف فوقیت حاصل تھی بلکہ اس فن کے فروغ و تحفظ کیلئے بڑا کام ہوا ماضی میں عظیم فنکار خطاط الملک جناب تاج الدین زریں رقم لاہوری نے فن خطاطی کے فروغ اور اس فن سے منسلک فنکاروں کے تحفظ کے لئے قابل قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے اور خوشنویس طبقہ کے تابناک مستقبل کے لئے حکومت کی توجہ مبذول کرائی مگر افسوس کہ خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے تاہم زریں رقم والا عمل لاہور میں جناب سید انور حسین نفیس رقم جاری رکھے ہوئے ہیں اسی طرح ملتان میں فن خطاطی کے نیر تاباں احسن التحریر کلیم رقم نے اس فن کے فروغ کی خاطر اور اس کی عظمت کو دوبالا کرنے کے لئے

دبستان فروغ خطاطی کے نام سے ایک فعال ادارہ کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارہ سے وابستہ طبقہ نہ صرف اس فن کو بام عروج تک پہنچانے کا عزم رکھتا ہے بلکہ حکومت سے تحفظ اور روشن مستقبل کی ضمانت کا متمنی ہے۔ یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے تاکہ اس فن سے وابستہ فنکاروں کو متعارف کرایا جائے اور فن خطاطی پر مختلف اہل قلم حضرات کے تحقیقی مضامین قارئین کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ یہ فن اسقدر وسیع ہے کہ بیک جنبش قلم اس کا احاطہ ناممکن ہے اسی طرح خطاطی کے لاکھوں شاہکار جو کہ بے شمار رسم الخط میں تحریر شدہ موجود ہیں انہیں سرکاری سرپرستی کے بغیر شائع کرنا موجودہ حالات میں مشکل کام ہے —— ہماری موجودہ پیش کش جس میں تحقیقی مضامین اور بیشمار نمونہ ہائے خطاطی شامل ہیں حاضر ہے تھوڑے صفحات پر کثیر مواد سموتے کے لئے باریک اور مختلف انداز میں کتابت کرا کے جدت پیدا کی گئی ہے ممکن ہے موجودہ ایڈیشن خامیوں سے مبرا نہ ہو۔ ناظرین عمدہ مشوروں سے رہنمائی فرمائیں فی الحال وہ رسالہ جو "یوم کلیم" پر پڑھے جانے والے خطاطی کے مقالات پر چھپنا تھا آج "تاریخ فنِ خطاطی" حصہ اول کی صورت میں پیش خدمت ہے

انشاء اللہ آئندہ حصوں میں تاریخی اہمیت کے حامل نمونہ ہائے خطاطی اور اسلامی فن خطاطی پر تحقیقی مضامین شائع کئے جائیں گے۔ اگر عمر نے وفا کی اور استطاعت ہوئی تو فن خطاطی پر مؤثر ترین اشاعتی سلسلہ حصہ وار جاری رہے گا۔ جن اصحاب کا تعاون اس اشاعت کا موجب بنا ان میں جناب میجر جنرل اعجاز عظیم جی او سی ملتان، جناب چوہدری اختر سعید کمشنر ملتان، جناب خورشید احمد خان ایڈوکیٹ، جناب الحاج طفیل احمد قادری جناب سلام ناصر، جناب حسن زمان گردیزی جناب غضنفر مہدی جناب شمیم خان، جناب محمد سعید شیخ قابل ذکر ہیں اراکین دبستان مذکورہ حضرات کے اخلاقی تعاون کے شکر گزار ہیں۔

یہاں یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ بعض اصحاب جو بظاہر ادب و ثقافت کے خدمتگار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے فن خطاطی کے اس شاہکار کی اشاعت کے سلسلہ میں کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔ اسلئے مجھے بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ اور اس کتاب کی اشاعت کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے مجھ پر عیاں ہوا کہ جب تک انسان خود وسائل پیدا نہ کرے کوئی کام بطریق احسن انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔

ع: اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

مخلص!
ابن کلیم حافظ محمد اقبال احسن
ناظم دبستان فروغ خطاطی
ملتان

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ
جمعرات



بہارِ صورت نگارِ معنی

جناب اسلم انصاری
ریذیڈنٹ ڈائریکٹر ملتان آرٹ کونسل

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حسنِ تحریر یا خطاطی ہمارا تہذیبی ورثہ ہے تو ہمارے پیشِ نظر ایسے بہت سے مضمرات ہوتے ہیں جو تہذیبوں کی انفرادی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسلامی تہذیب کے آغاز میں روایت کے تحفظ اور لفظ کے تقدس کو جو اہمیت حاصل رہی ہے اور بعد ازاں علوم و فنون کے فروغ و اشاعت سے مسلمانوں کو جو گہری وابستگی رہی ہے اس کے نتیجے میں خطاطی یا دوسرے لفظوں میں تحریر کے فنون نے غیر معمولی اہمیت اختیار کی اور لفظ نے تصویر کی سی جمالیاتی قدر و قیمت حاصل کر لی۔ خوشنویسی کے بے شمار اسالیب ایجاد کئے گئے یا روایات پروان چڑھے۔ جن کی بدولت خطاطی نے فنِ لطیف کا مرتبہ اور مقام پایا۔ وسطانی صدیوں میں جب درباروں میں مصوری کو بھی فروغ ملا تو مصوری اور خطاطی ایک دوسرے کا لازمی جزو بن گئے۔ مرقع نگاری اور تصویرچہ سازی (MINIATURE PAINTING) کی روایت نے حرف و نقش کے اس رشتے کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ لیکن خطاطی کے رشتے تعمیراتی فنون کے ساتھ اور بھی گہرے ثابت ہوئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی کوئی قابلِ ذکر تاریخی عمارت ایسی نہیں جو خطاطی کی حسن کاری سے یکسر عاری ہو۔ اگر ان عمارات کے کتبوں کا تصویری کیٹیلاگ مرتب کیا جائے تو کسی بھی ضخیم انسائیکلوپیڈیا سے زیادہ جلدیں درکار ہوں گی۔ اگرچہ گذشتہ ادوار میں خوشنویسی ایک خاص فن تھا۔ اور اس کے کئی ذیلی فنون تھے جن میں تخصیص حاصل کرنے والوں کا وہی مقام تھا۔ جو کسی بھی علم یا فن کے ماہر کا ہو سکتا ہے۔ (اور یہ صورت حال آج بھی قائم ہے) ـــــ لیکن اس کے باوجود خوشنویسی عام تعلیم کا لازمی جزو تھی۔ ابھی ماضیٔ قریب میں اچھے خط کو تعلیم اور تہذیب دونوں کی علامت خیال کیا جاتا تھا ـــــ غرض خطاطی اور خوشنویسی کو ہمارے تہذیبی ڈھانچے میں خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے حسنِ نگارش کو بھی حسنِ معنی کا ایک حصہ سمجھا جاتا

رہا ہے۔ اس اعتبار سے خطاطی وہ وصفِ خاص ہے جو ہمارے بیشتر تہذیبی ادوار اور ثقافتی مظاہر کا ناگزیر حصہ رہا ہے۔

خطاطی کی تاریخ خاصی قدیم اور طولانی ہے اور ان سطور میں اس فنِ لطیف کی تاریخ کو سمیٹنا ممکن ہے نہ مقصود —— تاہم جن لوگوں کو اس فن کی لطافتوں سے ذرا بھی تعلق ہے ان کے لئے اس کی تاریخ کے بعض حقائق خاصے دلچسپ ہیں محض نگارش یا تحریر —— اور حروف کی اشکال کے ارتقا کی بذاتِ خود ایک تاریخ اور ایک داستان ہے جو کئی تہذیبوں اور کئی زبانوں سے مربوط ہے —— لیکن جہاں تک ہماری خطاطی کی تاریخ کا تعلق ہے اس کا آغاز خطِ کوفی سے ہوتا ہے جو اپنے پیش رو خطِ معقلی کی ایک ترقی یافتہ صورت تھی —— چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں امامِ فن ابن مقلہ نے معقلی اور کوفی کے امتزاج سے —— اور اپنی ندرت پسندی کی بدولت چھ خط ایجاد کئے۔ جنہوں نے قبول عام کی سند پائی۔ اور مستندِ اسالیبِ تحریر کا درجہ حاصل کیا یہ چھ خط ثلث، محقق، توقیع، نسخ، ریحان اور رقاع تھے۔ ان میں تاریخی اعتبار سے تسلسل اور توارث کی سب سے زیادہ استعداد نسخ اور ثلث میں تھی۔ جو آج بھی رائج ہیں ان دونوں میں بھی نسخ نے سب سے زیادہ فروغ پایا۔ تاہم ان چھ خطوں کی ایجاد و مقبولیت کے بعد آگے چل کر رقاع اور توقیع کے امتزاج سے ایک اور خط ایجاد ہوا جسے "تعلیق کہا گیا —— اور پھر اسی تعلیق اور نسخ کے اصول پر قیاس کرتے ہوئے آٹھواں خط ایجاد ہوا جسے نستعلیق (یعنی نسخ اور تعلیق) سے تعبیر کیا گیا۔ یہی وہ خط ہے۔ جو اس ارتقائی عمل کا حاصل ٹھہرا۔ اور جس نے دنیا میں نسخ کے برابر اہمیت اور مقبولیت پائی —— اس خط کی ایجاد کو امیر تیمور کے عہد کے نامور خطاط میر علی تبریزی سے منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ بعض محققین کو اس سے اختلاف ہے۔ کیونکہ نستعلیق کے بعض نمونے خواجہ میر علی تبریزی کے عہد سے پہلے کے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ تاہم تبریزی کے علاوہ اور کوئی خطاط ایسا نہیں جس کے سر اس خط کی ایجاد کا سہرا باندھا جا سکے۔

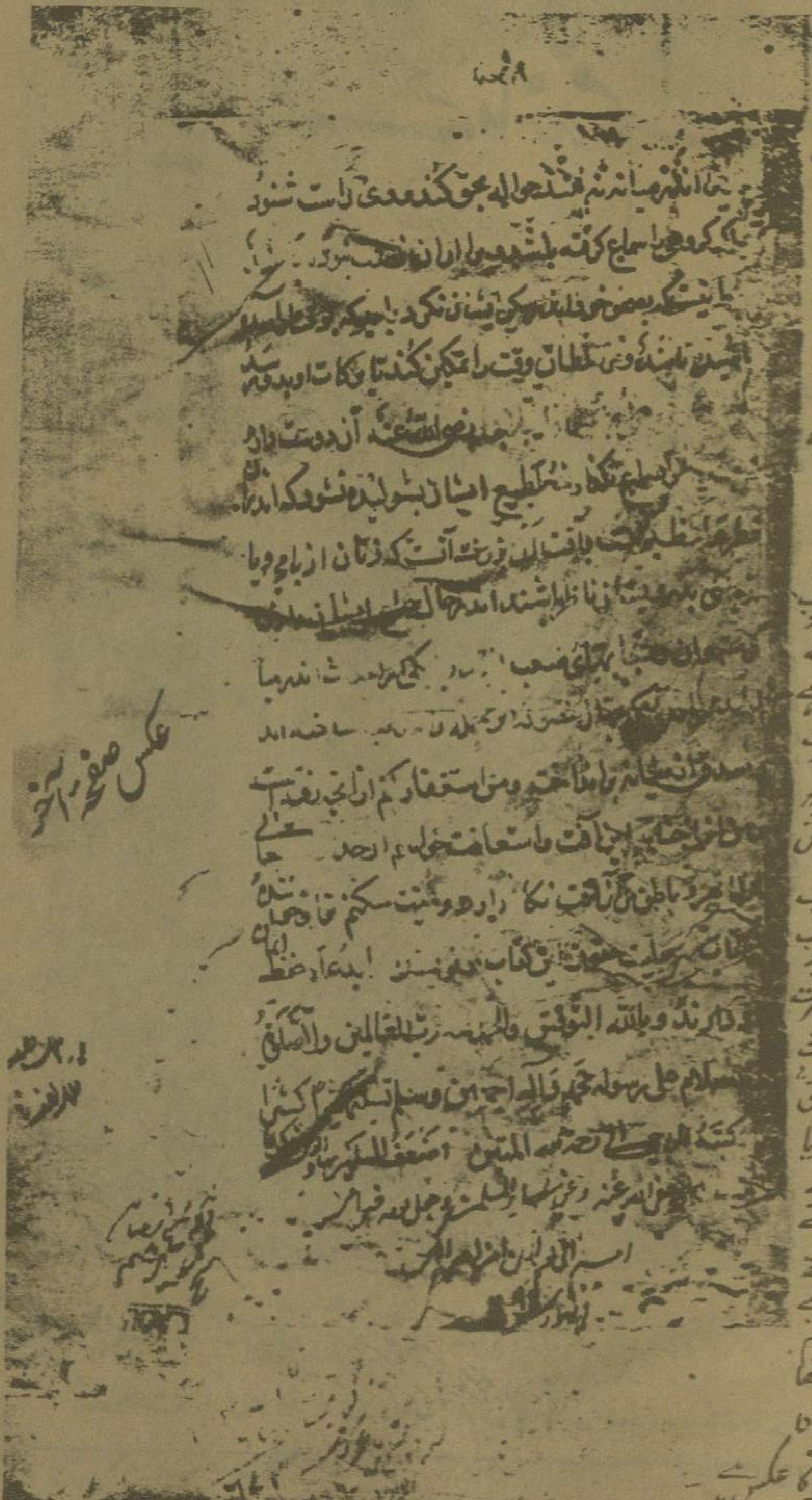
عین ممکن ہے کہ کسی نسبتاً گمنام خطاط نے اس خط کی ابتدائی صورتیں ایجاد کی ہوں اور خواجہ تبریزی نے اس کو مزید بنایا اور سنوارا ہو۔ اس خط (نستعلیق) میں حسن تحریر کی کچھ ایسی غیر معمولی خوبیاں تھیں اور اصولِ تحریر کے اعتبار سے کچھ ایسی غیر معمولی استعداد تھی۔ کہ اس نے سوائے نسخ کے رفتہ رفتہ باقی تمام خطوط کو پس منظر میں دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ اب وہ صرف تاریخ کا حصہ ہیں یا مشقی تربیت کا یا پھر نسخ و نستعلیق کے پس منظر میں آرائش کا کام دیتے ہیں۔ نستعلیق کے لکھنے والوں میں کئی صاحبِ طرز استاد ہوئے جنہوں نے اپنی طباعی اور خلاقی سے اسے کئی طرح سے سنوارا اور اس کی نوک پلک کو درست کیا۔ یوں جہاں تک دوسرے اسالیب کا تعلق ہے وہ بھی زندہ رہے۔ اور کئی اور اسالیب بھی ایجاد اور مقبول ہوئے۔ فاتحین عالم میں یہ اعزاز شہنشاہ بابر کو حاصل ہے کہ وہ ایک خط کا موجد ہے۔ اس کے خط کا نام خط بابری ہے۔ اگرچہ اس خط کو کچھ زیادہ فروغ نہ مل سکا

لیکن اس سے ایک تہذیب کے مزاج کا اندازہ ضرور ہوتا ہے۔ حُسنِ تحریر یا ایجاد خط گویا شہنشاہوں کے لئے بھی وجہ امتیاز تھی جلال الدین اکبر کے عہد میں اربابِ فن نے خود نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر خطِ شکستہ یا خطِ دیوانی ایجاد کیا جو شاہجہان کے عہد میں رائج ہوا۔ یہی وہ خطِ شکستہ یا خطِ دیوانی ہے جس کی بدلی ہوئی صورتوں میں آج ہم اپنی ذاتی تحریریں لکھتے ہیں۔ اسی طرح کئی اور خط ایجاد ہوئے۔ جن میں خطِ غبار، خطِ گلزار خطِ لاغری، خطِ ماہی، خطِ توامان، خطِ ناخن اور خطوطِ مرموزہ کا نام لیا جا سکتا ہے ـــ لیکن متقدمین و متاخرین نے سب سے زیادہ جن خطوط سے کام لیا وہ نسخ اور نستعلیق ہی ہیں۔ متوسطین میں جس صاحبِ قلم نے نستعلیق اور شکستہ پر سب سے زیادہ دوررس اور گہرے اثرات مرتب کئے وہ میر پنجہ کش دہلوی تھے اور ماضیٔ قریب میں جن دو استادوں نے دہلوی خط کو ترقی دے کر نستعلیق کو آج کا نستعلیق بنایا ـــ وہ عبدالمجید پروین رقم اور تاج الدین زریں رقم تھے۔ ان دو بزرگوں نے نستعلیق کو وہ رعنائی عطا کی۔ نوک پلک میں وہ تیزی، کشش اور دائرے میں وہ سبک روی پیدا کی اور فصل و وصل کے ایسے قوانین مرتب کئے کہ دہلوی خط آج اس کے سامنے ایک قدیم اور متروک طرز دکھائی دیتا ہے۔ پروین رقم اور زریں رقم کے خط میں مقبول ہونے اور رواج پانے کی سبھی خوبیاں موجود تھیں۔ ہمارے آج کے ماہرینِ فن کسی نہ کسی انداز میں زریں رقم اور پروین رقم ہی کے طرز سے فیض یاب ہیں۔ ہمارے عہد میں خطاطی کی روایات سے بہت حد تک انحراف کرتے ہوئے صادقین نے ایک بار پھر خطاطی اور تصویری فنون کو قریب کر دیا ہے اور بالخصوص نسخ میں ایک نئے تجربے کی رونمائی کی ہے۔

ملتان ـــ عہدِ قدیم ہی سے خطاطی کے فن کا ایک اہم مرکز رہا ہے لیکن تاریخ نے اس کے اساتذۂ فن کے کارناموں سے بہت کچھ صرفِ نظر کیا ہے۔ ملتان کے خطاطوں کے بہت کم نمونے محفوظ رہ سکے۔ ان کے جو مخطوطے اور وصلیاں دنیا کی بعض لائبریریوں اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اُن تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہے ان اساتذۂ فن کے ناموں کو زندہ کرتے اور ان کے کارناموں کو تاریخی قدر و قیمت دینے کے لئے ابھی بہت کچھ تلاش و جستجو کی ضرورت ہے۔ ملتان کی قدیم عمارات کے در و دیوار اور سقف و محراب پر کتبوں کی صورت میں خطاطی کے جو نمونے موجود ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ملتان میں خطاطی کی روایت کتنی قدیم اور شاندار رہی ہے۔ ملتان کے نقاشوں، کاشیگروں اور کمنگروں نے بھی خطاطی کی اعلیٰ روایت کو محفوظ رکھا کیونکہ خطاطی ان کی فنون کا بھی ایک لازمی حصہ تھی بعض خاندانوں میں اس فن کی روایات بطور توارث کے محفوظ رہی ہیں جس کی ایک مثال مولوی حسین بخش مرحوم کا خاندان ہے۔ ان کے ایک بھائی زبردست جفار اور خطاط تھے مولوی حسین بخش مرحوم کے ایک صاحبزادے حافظ بشیر احمد مرحوم بھی اس فن میں یکتا تھے انہوں نے بھی نستعلیق میں بہت سے اجتہادات کئے لیکن خطاطی ان کا کل وقتی مشغلہ نہیں تھی۔ البتہ انکے

ایک شاگرد رشید کلیم رقم مرحوم نے ان کے اسلوب کو بہت خوبی کے ساتھ برتا اور استاد کے طرز تحریر میں اور بھی نکھار پیدا کیا۔ (زیر نظر تالیف کے مؤلف حافظ ابن کلیم انہیں کلیم رقم کے صاحبزادے ہیں) ملتان کے متاخرین خطاطوں کے بارے میں زبانی روایات بہت سی ہیں لیکن افسوس کہ ان کے کارنامے محفوظ نہیں رہ سکے۔ مولانا غلام حسین جو بہت بڑے عالم بھی تھے۔ فن خطاطی کے ائمہ میں سے شمار ہوتے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ یکساں سائز کے کاغذ کے سو ٹکڑوں پر ن لکھتے تھے۔ اور جب ان کاغذوں کو اوپر تلے رکھ کر اوپر کے ن پر کسی جگہ سوئی چبھوئی جاتی تھی تو سو نون ایک ہی جگہ سے چھید جاتے تھے —— اسی طرح منشی فتح علی اور استاد عبد اللہ خطاط جو مولانا غلام حسین کے معاصرین میں سے تھے۔ نسخ و نستعلیق میں یگانۂ روزگار تھے —— ان کے ایک معاصر استاد عبد المجید تھے جنہوں نے کشمیر کے اساتذہ سے یہ فن حاصل کیا تھا۔ انہی بزرگوں میں استاد غلام جیلانی تھے جو دہلوی خطاطوں کے فیضیاب تھے ان کے شاگردوں نے ملتان میں اس فن کی بہت خدمت کی۔ استاد غلام جیلانی کے ایک شاگرد سلیم چشتی آج بھی اپنے قلم کا جادو جگا رہے ہیں —— ملتان کے اساتذہ نے مجموعی طور پر دہلی اور کشمیر کے باکمالوں سے استفادہ کیا۔ لیکن ملتان کی خطاطی پر ایران کی خطاطی کے اثرات ہمیشہ نمایاں رہے ہیں۔ کشمیری اساتذہ کی روایات نے ان اثرات کو اور بھی پختہ کیا —— آج بھی لاہور اور شاید کراچی کے بعد خطاطی کی سب سے زندہ روایت ملتان میں ہے۔ اگرچہ استاد شیر محمد ضعیفی کے ہاتھوں لوح و قلم سے دست کش ہو چکے۔ منظور احمد اصغر اور صالح محمد جمالی برسوں اس فن کی خدمت کرنے کے بعد مرحوم ہو گئے تاہم اب بھی مختار حسین اسدی، سلیم چشتی، استاد خلیل الرحمٰن چشتی اور منشی طفیل احمد قادری جیسے اساتذہ فن ملتان میں خطاطی کے فروغ کا باعث ہیں نوجوان خطاطوں میں کئی ابھرتے ہوئے نام ہیں۔ جن میں سے ایک نام "تاریخ فن خطاطی" کے مؤلف حافظ ابن کلیم کا ہے جنہیں اپنے فن کے ساتھ ایسی ہی وابستگی ہے جیسی کسی بھی فنکار کو اپنے ذریعہ اظہار کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ ابن کلیم ایک نئے خط کے موجد بھی ہیں۔ جس کے لئے راقم نے خط رعنا کا نام تجویز کیا ہے۔ "تاریخ فن خطاطی" کی تالیف ابن کلیم صاحب کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کے لئے وہ ارباب فن اور خوش نویسی سے عمومی دلچسپی رکھنے والے حضرات کے شکریے کے مستحق قرار پائیں گے۔ اس کتاب کے جو حصے میری نظر سے گذرے ہیں ان کے پیش نظر میں آسانی سے کہہ سکتا ہوں کہ فن خطاطی پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب یقیناً ایک منفرد مقام کی حامل ہو گی۔ یہ کتاب نسخ، نستعلیق، ثلث اور طغریٰ —— اور نو ایجاد خط رعنا کے بہت سے نادر نمونوں کی حامل ہے۔ خطاطی کی شاندار روایات کے تحفظ اور خوش نویسی کے ذوق کی تربیت میں یہ کتاب اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

—— اسلم انصاری



والحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد وآله اجمعین

حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی کے دست مبارک کا رقم کردہ نادر نمونہ جو کہ کشف المحجوب سے لیا گیا ہے حضرت داتا گنج بخش کی کتاب کشف المحجوب کو حضرت غوث بہاؤالحق زکریا نے اپنے ہاتھ سے رقم کیا تھا اُس کے صفحہ کا عکس ہے

ہم سیاہ نامہ تھے مانندِ قلم اے اعجازؔ
آئے اِس صفحۂ ہستی پہ کتابت کیلئے

خلیل الرحمن حسینی امروز ملتان



سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفرؒ کے دستِ مبارک کا رقم کردہ ایک خطاطی کا نادر نمونہ، ـــ



قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا : ہم نے آدم کو تمام اسماء سکھائے — "اسماء" سے مختلف مفہوم مراد لیئے گئے ہیں جن میں علوم، زبانیں اور ان کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اُن کی اولاد نے جن میں ایک لاکھ سے اوپر انبیاء کرام بھی گزرے ہیں علم اور تحریر کی ترویج و اشاعت کی حتیٰ کہ یہ سلسلہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔ ابتدائے آفرینش سے قلم اور علم میں باہمی رشتہ و تعلق چلا آ رہا ہے۔ قلم کی شاخ سے علم کی کونپل پھوٹی ہے

اوّلین وحی مبارک میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ	آپ (قرآن پاک) پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا اور انسان کو
سورۃ اقراء (القرآن)	وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

گویا قلم کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ خود پروردگارِ عالم نے اسے اشاعتِ علم کا ذریعہ و واسطہ قرار دیا ہے۔ تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں تحریر کی مختلف شکلیں تھیں۔ آہستہ آہستہ انسان کا جمالیاتی ذوق اس میں محاسن پیدا کرتا چلا گیا۔ مفسرین و مورخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام کو خطاطی و خوش نویسی کا ہنر عطا کیا گیا۔

مؤلف "التعریف والاعلام" نے بروایت حضرت عمر بن عبدالبر لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَوَّلُ مَنْ كَتَبَ بِالْعَرَبِیَّه اِسْمٰعِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَام	اول جس نے عربی زبان لکھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔

ابن ندیم کا بیان ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

کے فرزندانِ گرامی نفیس، نصر، تیما، اور دومہ نے خطِ عربی کی ترویج و اشاعت کی۔ بعد میں اُن کا اندازِ خط حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبیلہ نبطی کی نسبت سے خطِ نبطی مشہور ہو گیا۔

خطِ نبطی میں حمیر بن سبا یمنی نے مزید محاسن پیدا کیے۔ اس کا اندازِ تحریر خطِ حمیری کے نام سے مشہور ہوا، جو حجازِ مقدس میں بہت مقبول ہوا۔ اہلِ حیرہ (کوفہ) نے بھی خطِ نبطی میں اصلاحات کیں جس سے وہ خطِ حیری کہلانے لگا۔ حیرہ شہر کوفہ کا پرانا نام ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں خطِ حمیری (حیری) میں کتابت ہوتی تھی۔ آپ کے نامہ ہائے مبارک سے اُن کا اندازِ تحریر معلوم ہوتا ہے۔

اسلامی خطاطی کا آغاز حضور نبی کریم صلی علیہ وسلم کے زمانہ سے ہوتا ہے۔ آپ نزولِ وحی کے فوراً بعد خاص طور پر کسی خوش خط صحابی کو یاد فرماتے، وہ تختی، قلم، دوات لے کر حاضر ہوتے، آپ نازل شدہ آیاتِ قرآنی انھیں قلمبند کرا دیتے۔ کثیر التعداد صحابہ کرامؓ میں سے کم و بیش چالیس خوش نصیبوں کو کاتبانِ وحی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خط و خطاطی کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائی۔ چنانچہ جنگِ بدر میں جو قیدی اور غلام گرفتار ہو کر آئے، آپ نے ہدایت فرمائی کہ اگر وہ دس دس مسلمانوں کو علمِ تحریر سکھا دیں تو انھیں رہا کر دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام میں خط و خطاطی کی ترویج عام ہوئی۔ حضورؐ کے زمانہ مبارک میں قرآنِ پاک کے لکھے ہوئے نسخے عام طور پر صحابہؓ کے پاس موجود تھے۔ بعض صحابہؓ نے خود لکھے اور اکثر نے خود لکھوائے۔

عہدِ صدیقی، عہدِ فاروقی، عہدِ عثمانی اور عہدِ علوی میں ذوقِ خوش نویسی مزید ترقی کر گیا۔ عہدِ اموی کے نامور خطاط خالد ابنِ الہیاج ؒ نے مسجدِ نبوی میں آبِ زر سے خطِ کوفی میں سورۃ والشمس لکھی جو صدیوں تک برقرار رہی۔ انھوں نے حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کے لیے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھا۔ جب یہ مصحف اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس کا خط دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اسے بار بار چومتے اور آنکھوں سے لگاتے اور آخر یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس کا انعام دینا میرے بس کی بات نہیں۔

بنو اُمیّہ کے آخری دور میں قطبۃ المحرر ایک مشہور خطاط تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے خطِ کوفی میں کچھ ایسی اصلاحات کیں جن کی بنیاد پر بعد میں "خطِ نسخ" ایجاد ہوا۔

ابتدائی عباسی عہد میں ضحاک بن عجلان اور اسحاق بن حماد مشہور خطاط تھے۔ خشنام البصری اور مہدی الکوفی بھی اسی دور کے نامور خطاط تھے۔ اسحاق بن حماد کے تلامذہ میں دو بھائی ابراہیم الشجری اور یوسف الشجری تھے۔ ابراہیم الشجری کے شاگردوں میں الاحول المحرر جیسا امامِ فنِ خطاط تھا، جس نے کئی اقلام ایجاد کیے۔

الاحول المحرر کے فیضِ تربیت سے ایک ایسی شخصیت ظہور میں آئی، جس نے خطاطی کی دنیا میں بہت بڑا انقلاب پیدا کیا۔ یہ مشہور عالم خطاط ابو علی محمد بن علی بن الحسین بن محمد بن مقلہ بیضاوی تھا۔ ابنِ مقلہ بغداد میں ۲۷۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہ علمِ تفسیر، حدیث، التجوید، فقہ، شعر و ادب، انشاء پردازی، خطاطی، غرض سب علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے۔ تین عباسی خلفا مقتدر باللہ، قاہر باللہ اور راضی باللہ کی وزارتِ عظمیٰ پر مامور رہے۔ حاسدوں کی محلاتی سازشوں نے انھیں جیل تک پہنچایا۔ بالآخر یہ نابغۂ روزگار عالم و فاضل اور شاعر و خطاط بعہد راضی باللہ ۳۲۸ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ ابنِ مقلہ نے تین مکمل قرآن مجید یادگار چھوڑے۔ رضا لائبریری رامپور میں اُن کا تحریر کردہ ایک مصحف مبارک

بیان کیا جاتا ہے۔

ابنِ مقلہ نے چھ خطوط ایجاد کیئے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:

ابنِ مقلہ وضع کرد ایں شش خط از خطِ عرب
ثلث و ریحان و محقق، نسخ و توقیع و رقاع

بدیع و محقق ہی نے آگے چل کر خطِ نسخ کی شکل اختیار کرلی۔ پہلے خطوط کا ناسخ ہونے کی وجہ سے نسخ کہلایا۔ یہ خط قرآن پاک، کتابوں اور عام تحریروں میں اور ثلث و ریحان زیادہ تر کتابت اور سرخیوں کے لیئے استعمال ہوتے تھے۔ آج ایک ہزار سال کے بعد بھی خطِ نسخ اسلامی دنیا میں مقبولِ عام ہیں۔

ابنِ مقلہ کے تلامذہ میں عبداللہ بن اسد بن علی القاری اور محمد بن السمسانی نے شہرت پائی۔ پھر ان دونوں اور خصوصاً عبداللہ بن اسد سے ابو الحسن علی بن ہلال البغدادی نے خطاطی کی تعلیم و تربیت حاصل کی جو ابن البواب کے نام سے مشہورِ عالم ہیں۔ ان کی ولادت ۲۵۰ ہجری میں ہوئی۔ ابن البواب فنِ خطاطی کے مسلمہ امام اور مجتہد تھے۔ انھوں نے ابنِ مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط اور خصوصاً خطِ نسخ کو عروج پر پہنچایا۔ ان کی وفات خلیفہ قادر باللہ کے عہد میں ۴۱۳ ہجری میں ہوئی۔ بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔ ابن البواب نے اپنی زندگی میں ۶۴ قرآن پاک لکھے۔ سید شریف المرتضیٰ جیسی عظیم شخصیت نے اُن کا مرثیہ لکھا جو ان کی عظمت پر شاہدِ عادل ہے۔

ابن البواب کے تلامذہ میں محمد بن عبدالملک سے نامور خطاط و محدثہ خاتون زینب الدینوریہ نے فنِ خطاطی سیکھا۔ ملک شاہ سلجوقی کے درباری خطاط یاقوت بن عبداللہ الملکی الموصلی نے اسی خاتون سے خط کی تعلیم حاصل کی۔ یاقوت بن عبداللہ کے تلامذہ عہدِ عباسی کا آخری اور عالمِ اسلام کا سب سے مشہور خطاط یاقوت بن عبداللہ الرومی المستعصمی تھا۔

یاقوت مستعصمی نے ابن البواب کے فن کو اَوجِ کمال پر پہنچا دیا۔ انھوں نے قرآن مجید کی خطاطی میں حیرت انگیز جدتیں اور نکتہ آفرینیاں کیں۔ آج بھی اُن کا طرزِ خط ضرب المثل ہے۔ ان کی وفات ۶۹۱ھ میں ہوئی ان کا فیضان ان کے چھ باکمال شاگردوں کے ذریعے پورے عالم اسلام میں جاری و ساری ہے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:
ارغون بن عبداللہ کاملی، یوسف مشہدی، نصر اللہ طبیب، شیخ زادہ احمد السہروردی، مبارک شاہ زریں قلم، سید حیدر جلی نویس۔
"حالاتِ ہنروراں" میں ہے کہ خوشنویسانِ خراسان کا سلسلہ تلمذ نامور خطاط مولانا عبداللہ صیرفی تک پہنچتا ہے جو سید حیدر جلی نویس کے شاگرد تھے۔

مولانا عبداللہ صیرفی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ برصغیر پاک و ہند میں بھی تشریف لائے تھے۔ وہ سلطان ابو سعید خدابندہ (م ۷۳۶ھ) کے معاصر تھے۔

نویں صدی ہجری میں میر سید علی تبریزیؒ نے خطِ نسخ و خطِ تعلیق سے خطِ نستعلیق اختراع کیا جسے قبولِ عام حاصل ہوا۔ وہ امیر تیمور کے معاصر تھے۔ اُن کی وفات نویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی۔ ان کے صاحبزادے میر عبداللہ کے ذریعے اُن کا فنی کمال عام ہوا۔ ایران، ہندوستان، افغانستان اور پاکستان میں ان کا فیض جاری و ساری ہے۔

سرآمدِ خوشنویسانِ پاک و ہند آغا عبدالرشید دیلمی کا سلسلہ تلمذ حسبِ ذیل ہے:

عبدالرشید دیلمی از میر عماد الحسنی از مولانا محمد حسین تبریزی اور سید احمد مشہدی از مولانا میر علی ہروی از مولانا سلطان علی مشہدی از حافظ حاجی محمد از مولانا مظہر الدین اظہر از مولانا فرید الدین جعفر تبریزی از خواجہ میر عبداللہ از حافظ خواجہ

ظہیر الدین میر سید علی تبریزی رحمہم اللہ تعالیٰ

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد اور خطاطی کی تاریخ یکساں پرانی ہے۔ قدیم مساجد و مقابر کے کتبات سے مسلمان حکمرانوں خصوصاً سلاطینِ دہلی کے اعلیٰ ذوقِ خطاطی کا ثبوت ملتا ہے

سندھ میں بنبھور (نواح ٹھٹھہ) کے مقام پہ ایک قدیم معدوم مسجد کا کتبہ نہایت صاف تزئینی خطِ کوفی میں قابلِ دید ہے یہ مسجد ۲۹۴ ہجری امیر محمد بن عبداللہ کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد قوۃ الاسلام دہلی بھی برصغیر کی قدیم ترین عمارات میں شمار ہوتی ہے۔ یہ مسجد ۵۹۴ھ میں سلطان قطب الدین ایبک (م ۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء) کے فرمان سے تعمیر ہوئی۔ اس کے کتبے کسی بلند پایہ خطاط کی مہارت و کاوش کی گواہی دیتے ہیں۔ ماہر خطاط نے دیدہ زیب خطِ کوفی و ثلث و ریحان میں خوب دادِ فن دی ہے۔ عہد علائی کے کتبے بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں لیکن دیگر علوم و فنون کی طرح فنِ خطاطی کو بھی عروج و کمال عہدِ مغلیہ میں حاصل ہوا۔ بابر (م ۹۳۷ھ) خود بھی خطاط تھا۔ اس کا سلسلۂ تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے۔ وہ ایک خط کا موجد بھی تھا جو خطِ بابری کے نام سے مشہور ہے۔ بابر کے عہد میں مولانا شہاب الدین ہروی (م ۹۴۲ھ) مشہور عالم و شاعر خطاط تھے ان کے لکھے ہوئے بعض کتبے درگاہِ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ میں اب تک موجود ہیں۔

ہمایوں کے زمانے (۹۳۷ تا ۹۶۳ھ) میں بھی مولانا شہاب موجود تھے۔ ایک اور خطاط سلطان علی بھی عہدِ ہمایونی میں مشہور تھے۔ عہدِ اکبری (۹۶۳ تا ۱۰۱۴ھ) میں خطاطی کو بہت فروغ ہوا۔ اس عہد کے نامور خطاط جن کو اکبر نے جاگیر، منصب اور خطابات سے سرفراز کیا اور دفترِ انشاء میں مختلف عہدوں پہ مقرر کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی، حسبِ ذیل ہیں:

محمد اصغر ہفت قلم (م ۹۷۳ھ)، خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، علامہ میر فتح اللہ شیرازی (م ۹۹۰ھ)، محمد حسین کشمیری زریں قلم، مظفر علی، خنجر بیگ چغتائی، راجہ ٹوڈرمل، میرزا عبدالرحیم خانخاناں، میرزا عزیز کوکلتاش، رائے منوہر، ملا عبدالقادر اخوند، محمد یوسف کابلی، خواجہ ابراہیم حسین، عبدالرحیم عنبریں قلم، میر معصوم قندھاری بانی مسجد منزل گاہ سکھر، حسین بن احمد چشتی، پنڈت جگن ناتھ، ملا علی احمد مہرکن۔

عہدِ جہانگیری (۱۰۱۴ تا ۱۰۳۶ھ) کے نامور خطاط یہ ہیں: میر خلیل اللہ شاہ، میر عبداللہ تبریزی مشکیں قلم (م ۱۰۲۵ھ)، خواجہ محمد شریف، میرزا محمد حسین موجد خطِ شکستہ (م ۱۰۲۶ھ) شاہزادہ خسرو بن جہانگیر بادشاہ، شہزادہ پرویز بن جہانگیر، محمود بن اسحاق شہابی الہروی، احمد علی راشد۔

شاہجہانی دور (۱۰۳۶ تا ۱۰۶۷ھ) میں خطاطی کو بہت فروغ ہوا، تاج محل آگرہ فنِ خطاطی کا زندہ جاوید مرقع ہے۔ اس کے در و دیوار پر جن بلند پایہ خطاطوں نے اپنے فنی کمالات کا مظاہرہ کیا ہے ان میں عبدالحق شیرازی عرف امانت خاں کا نام سرفہرست ہے آقا عبدالرشید دیلمی بھی اسی زمانے میں ایران سے ہندوستان تشریف لائے۔ انھوں نے پہلے لاہور میں قیام کیا پھر آگرہ چلے گئے شاہجہان نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔ دارا شکوہ کا استاد مقرر کر دیا۔ ۱۰۸۱ھ میں انھوں نے وفات پائی۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۹ھ) خود بھی ایک بلند پایہ خطاط تھے۔ انہوں نے زمانہ شاہزادگی میں ایک قرآنِ پاک تحریر کیا جسے مطلاّ و مذہب کر کے مسجدِ نبوی کے لئے ارسال کیا۔ تخت نشینی کے بعد بھی ایک مصحف پاک لکھا۔ اسے بھی مطلاّ و منقش کرا کر کعبۃ اللہ کی نذر کیا۔ عہدِ عالمگیری میں ہدایت اللہ زریں رقم، سید علی جواہر رقم، میر محمد باقر، میرزا محمد جعفر کفایت خاں وغیرہ بلند پایہ خوش نویس تھے۔ اکثر مغل شہزادے اور شہزادیاں بھی خوشنویسی سے لگاؤ رکھتے تھے۔

سلطان عالمگیر کے بعد محمد معظم بہادر شاہ (۱۱۱۹ تا ۱۱۲۴ھ) اور معزالدین جہاندار شاہ نے چھ سال حکومت

کی۔ ان کے بعد فرخ سیر تخت نشین ہوئے۔ اس عہد میں بھی وہی خطاط تھے جو عہد عالمگیری میں تھے۔

محمد شاہ رنگیلے کے دور (۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ) میں محمد افضل لاہوری قادری خطِ نستعلیق کے سب سے بڑے خطاط تھے۔ لوگ انھیں آقا عبدالرشید دیلمی کے بعد "آقائے ثانی" کہتے تھے۔ محمد حفیظ خان بھی ان کے بلند پایہ معاصر خطاط تھے۔ محمد معتیم، میر محمد موسیٰ سرہندی، نواب مرید خاں، مولوی حیات اللہ علی وغیرہ بھی اس عہد کے نامور خطاط تھے۔

شاہ عالم کے زمانے میں قاضی عصمت اللہ خاں قرآنِ پاک کے بے مثل خطاط تھے۔ ان کے شاگردوں میں میر گدلی، حافظ ابوالحسن، میر کرم علی، حافظ مسعود اور عنایت اللہ مبردمس، فیض اللہ خاں، جیسے عظیم خوشنویس تھے۔ اردو کے مشہور شاعر میر سوز بھی اس دور کے بہترین خطاط تھے۔ حافظ نوراللہ اور قاضی نعمت اللہ لاہوری بھی اسی عہد کے استاد الخطاطین تھے جن سے لکھنؤ میں خطاطی کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

اکبر شاہ ثانی کے عہد (۱۲۲۱ھ تا ۱۲۵۲ھ) میں مولائی صاحب میر محمد حسین، حافظ ابراہیم، غلام علی خاں، حافظ نفار اللہ دہلوی، میر ابوالحسن المشہور بہ میر کلن، میر زین العابدین، میر مہدی، شاہ وارث علی، خواجہ غلام نقشبند خاں مشہور خطاط تھے۔ مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی مؤلف "تذکرہ خوشنویساں" بھی اسی زمانے میں گزرے ہیں۔

عزالدین عالمگیر ثانی کے عہد عمادالملک غازی الدین خان، فیروز جنگ خطاط ہفت قلم تھے۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر خطِ نسخ کے خطاط تھے اُن کے شاگردوں میں بلند پایہ خوشنویس تھے جن میں حافظ امیرالدین اور مولانا ممتاز علی نزہت رقم شہرۂ آفاق ہوئے اسی دور میں خطِ نستعلیق کے جلیل القدر خوش نویس سید محمد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش (م ۱۸۵۷ھ) بھی تھے

جن کے تلامذہ میں آغا میرزا دہلوی اور عباداللہ بیگ جیسے بلند پایہ خوش نویس تھے۔ بدرالدین علی خاں مرصع رقم جو مہر کنی میں بے نظیر تھے، اسی زمانے میں گزرے ہیں۔

لاہور میں فنِ خطاطی کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز مشہور خطاط امام ویردی (م ۱۸۸۰ھ) سے ہوتا ہے۔ وہ خطِ نستعلیق کے امام اور اپنے عہد کے بے مثل خوشنویس تھے۔ ان کے خطاطی کے نمونے متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ اُن کی مکتوبہ "گلستان سعدی" نیشنل میوزیم کراچی کی زینت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ ہرویؒ کا ایک رسالہ اُن کا لکھا ہوا شاہی قلعہ کے نوادرات میں شامل ہے۔ لاہور میں سوتر منڈی کی ایک مسجد میں اُن کے کتبے ایک عرصہ تک خوشنویسانِ لاہور کی مشق و اصلاح کا نمونہ و مرجع بنے رہے۔ اُن کے معاصرین میں مولوی سید احمد امین آبادی اور احمد علی کشمیری مشہور خوش نویس تھے۔ مولوی صاحب کا حلقۂ تلامذہ وسعت کے اعتبار سے مرزا امام ویردی سے کم نہ تھا۔ ان کے شاگردوں میں منشی عبدالغنی شیریں قلم اور مولوی محمد عبداللہ وارثیؒ جیسے خطاط شامل ہیں۔ اُنکے فرزند خلیفہ نور احمد بھی بلند پایہ خوش نویس تھے۔

امام ویردی کے بعد خطِ نستعلیق کے مشہور ماہر و مصلح عبدالمجید پرویں رقم (م ۱۹۴۶ء) نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔ انھوں نے ابتدا میں امام ویردی اور مولوی سید احمد امین آبادی کی تقلید اختیار کی، بعد میں اپنی خداداد استعداد و صلاحیت اور شفاءالملک حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے حروفِ ابجد کی ساخت اور الفاظ کے پیوندوں کی پرداخت میں انھوں نے نہایت حسین اور دل کش ترامیم کیں۔ اُن کی روشِ خط اور طرزِ نگارش کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ کلامِ اقبال کی کتابت نے اُن کی شہرت کو چار چاند لگائے۔ پرویں رقم کے معاصرین میں حاجی دین محمد

خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اسی دور میں منشی تاج الدین زریں رقم اور منشی محمد صدیق الماس رقم نے بھی نستعلیق نگاری میں بڑا نام پیدا کیا۔

امام ویردی اور مولوی سید احمد امین آبادی چونکہ خطِ نستعلیق ہی کے ماہر خطاط تھے اس لیے اُن کے تلامذہ میں بھی یہی رجحان قائم رہا اور انھوں نے صرف خطِ نستعلیق میں ہی فنی کمالات حاصل کیے۔ انہی اثرات کے تحت الماس، پرویں رقم، زریں رقم کی تمام تر توجہ بھی اسی خط کی جانب رہی لیکن خطاطوں کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جنہوں نے قرآن نویسی کا پاکیزہ شغل اختیار کیا۔ اُن میں مولانا محمد قاسم لدھیانوی اور مولانا محمد عبدالصمد وارثی نے زیادہ شہرت پائی۔ مولانا محمد قاسم لدھیانوی خطِ نسخ میں مولانا ممتاز علی نزہت رقم اور حافظ امیرالدین دہلوی کے شاگرد تھے۔ خطِ نستعلیق انھوں نے مولوی سید احمد امین آبادی سے سیکھا تھا۔ اُن کے صاحب زادے محمد شفیع اور محمد شریف بھی بہترین خطاط تھے۔ مولانا محمد عبداللہ وارثی خطِ نسخ میں اپنے والد حافظ فضل الٰہی صاحب کے اور خطِ نستعلیق میں مولوی سید احمد امین آبادی کے شاگرد تھے۔ اُن کے تلامذہ میں اُن کے فرزند مولانا محمد عنایت اللہ اور پیر عبدالحمید صاحب مشہور ہیں۔

اسی زمانے میں مولانا غلام رسول عادل گڑھی، مولانا امام الدین کیلانی، مولوی محمد الدین جنڈیالوی اور حکیم سید محمد عالم گھوڑیالوی بھی قرآنی خط کے ماہرین میں سے تھے۔

مولانا غلام رسول عادل گڑھی کے پوتے مولوی عبدالرشید محبوب رقم اور مولوی محمد حسین مبارک رقم قرآن پاک کے اعلیٰ خطاط تھے۔ مولانا امام الدین کیلانی کے خاندان میں آج بھی قرآن نویسی کا شغل جاری ہے۔ مولوی عبدالغفار اور عبدالرحمٰن ان کی یادگار ہیں۔ مولانا محمد الدین جنڈیالوی کی صاحبزادی فاطمہ الکبریٰ اور فرزند محمد یوسف دہلوی برِ صغیر کے بلند پایہ خطاط ہیں۔ فاطمۃ الکبریٰ نے کئی ایک قرآن پاک لکھ کر شہرت حاصل کی۔ یوسف دہلوی خطاطانِ دہلی کے استاد مانے جاتے ہیں۔ اِن دنوں کراچی میں ہیں۔ اُن کے تلامذہ میں عبدالمجید دہلوی اور شفاعت احمد صاحب فن خوش نویس ہیں۔

حکیم سید محمد عالم گھوڑیالوی کا فیضانِ خطاطی بھی جاری و ساری ہے۔ اُن کے تلامذہ میں حکیم سید نیک عالم شاہ اور سید محمد اشرف علی سدید القلم، قرآن نویسی میں مشہور ہیں۔ الماس رقم بھی ان کے شاگرد تھے لیکن انھوں نے صرف خطِ نستعلیق ہی سیکھا اور اسی میں کمال حاصل کیا۔

اس وقت خطاطی کے میدان میں خوشنویسوں کی ایک کثیر تعداد سرگرمِ عمل ہے۔ جن میں پرویں رقم، زریں رقم اور الماس رقم کے علاوہ دیگر اساتذہ فن کے تلامذہ بھی موجود ہیں۔ پرویں رقم کے شاگردوں میں اقبال ابن پرویں رقم، منشی خوشی محمد، ناصر قادری، محمود اللہ صدیقی، حافظ محمد اعظم، حاجی محمد اعظم، احمد حسین سہیل رقم، اور فضل الٰہی مرحوم، خطِ نستعلیق کے مشہور خوشنویس ہیں۔ زریں رقم مرحوم کے تلامذہ میں خطاطِ ہفت قلم، حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم صاحب محمور سدیدی جیسے ماہر فن شامل ہیں۔

الماس رقم کے تلامذہ میں ان کے صاحب زادے محمود احمد اور خواہر زادے جمیل احمد تنویر رقم، محمد صدیق، خواجہ محمد شفیع اور محمد اقبال عباسی وغیرہ معروف خطاط ہیں۔ معاصر خطاطوں میں گوجرانوالہ کے محمد حسین صاحب بھی نسخ و نستعلیق کے اچھے خطاط ہیں۔ ملک علی محمد صاحب، بابا عبدالقدوس اور محمد دین کلیمی بھی نستعلیق کے ماہر خوشنویس ہیں۔ حافظ محمد اعظم صاحب نے پچھلے چند برس سے قرآن نویسی کا شغل اختیار کیا ہے۔ پہلے اخبار میں ملازم تھے۔ خطِ نستعلیق انھوں نے پرویں رقم سے سیکھا۔ خطِ نسخ میں سید محمد اشرف علی سدید القلم (والد ماجد راقم سطور) سے

استفادہ کیا ہے۔

سرزمینِ پنجاب میں لاہور کے علاوہ سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے اضلاع بھی خطاطی کے مرکز چلے آرہے ہیں۔ اب راولپنڈی لائلپور، سرگودھا، ملتان اور بہاولپور میں بھی خطاطوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

دورِ حاضر میں فنِ خطاطی اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ ترقی پذیر ہے۔ زمانہ ماضی قریب میں خطاطوں کی رغبت و توجہ صرف نسخ و نستعلیق پر مرکوز رہی ہے۔ لیکن بحمداللہ اس وقت بعض اساتذہ فن ایسے بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ خطوطِ اسلامی پر عبور رکھتے ہیں۔ ان کے تلامذہ اور متبعین میں خطِ کوفی، ثلث، دیوانی، رقاع اور طغرا کی طرف رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

ماہرِ فن اساتذہ کے تلامذہ و متبعین کی ایک کثیر تعداد اس وقت ذاتی اداروں، اخباروں، رسالوں اور دیگر سرکاری نیم سرکاری شعبوں میں کام کر رہی ہے۔

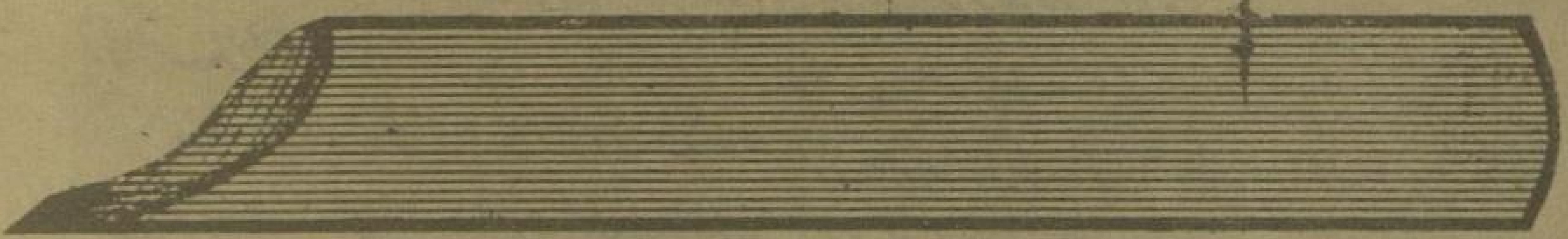


آٹھویں صدی ہجری کے معروف خطاط جناب میر علی ہروی کا لکھا ہوا نادر زمانہ شاہکارِ خطاطی جو خط نستعلیق میں دستیاب ہے۔

میر علی ہروی خط نستعلیق کے موجد تسلیم کیے جاتے ہیں۔

(از رسالہ "ہنر و مردم" موصولہ خانہ فرہنگ ایران ملتان) مہر ماہ ۱۳۴۷

قلم کی عظمت و عصمت کا تقاضہ



از :۔ جناب منشی عبدالرحمٰن خان ۔ ملتان

یہ مضمون شعبان ۱۳۹۷ھ کو منعقدہ تقریب یوم کلیم دقم" پر پڑھا گیا۔

حقِ تعالیٰ نے اپنے نورِ فیض سے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا۔ اس وقت تک دنیا جہان کی اور کوئی چیز پیدا نہ کی گئی۔ اس کے بعد اس نور سے چار چیزیں پیدا کیں۔ اس کے پہلے حصہ سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش اور چوتھے سے ملائکہ، ارض و سما، جنت و دوزخ، بصارت و بصیرت وغیرہ پیدا کئے۔ گویا دنیا میں سب سے زیادہ فضیلت مآب یہ قلم ہے، سب سے پہلے کاتبِ تقدیر نے خود کام لیا۔ اور جو کچھ چاہا اس سے لوح محفوظ پر تحریر فرمایا۔ اسی قلم سے علم کو عام کیا جس کا ذکر اولین وحی میں یوں آیا ہے

"آپ پڑھئے، آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا۔ اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔۔۔۔۔۔"

یہ قلم آجتک مختلف صورتوں میں یہ فریضہ ادا کر رہا ہے۔ اسی کی بدولت علم عام ہو رہا ہے اور ہماری معلومات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے

اگر قلم نہ ہوتا تو نہ کوئی دین پھیلاتا۔ نہ وہ محفوظ رہتا اور نہ اصلاح دنیا کا سامان ہوتا۔ اس لئے یہ قلم بڑے ادب و احترام کا مستحق ہے اس کا ادب یہ ہے کہ اسے ہر قسم کی ہزلیات و خرافات، کفریات، شرکیات کی تحریر سے بچایا جائے۔ جھوٹ، فریب، دھوکا، جعلسازی، دل آزاری خلاف شرع دستاویزات وغیرہ لکھنے سے احتراز کیا جائے اور اسے اونچی جگہ پر رکھا جائے۔ جیسے اگلے زمانے کے لوگ اسے کان پر رکھتے تھے جسے آج خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔

قلم کو ہی یہ عز و شرف حاصل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اس کا رشتہ علم سے قائم ہے، قلم کو خود پروردگار عالم نے علم کا ذریعہ و واسطہ بنایا ہے اور اسی کی بدولت ہم تک علم کی روشنی پہنچی اور جہل کے بادل چھٹے، قلم اور ہمارے درمیان کاتب واسطہ ہیں۔ اسلامی خطاطی کا آغاز عہدِ نبوی سے ہوا۔ نزولِ وحی کے وقتِ خاص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خوش خط کاتب کو یاد فرماتے وہ باوضو تختی اور دوات لے کر حاضر ہوتا آپ

نازل شدہ آیاتِ قرآنی انہیں قلمبند کرا دیتے چنانچہ کثیر التعداد صحابہ کرام رضؓ میں سے چالیسؓ خوش نصیبوں کو کاتبانِ وحی ہونے کا شرف حاصل رہا۔ عرب کے مشہور شاعر حضرت لبیدؓ کا شمار بھی کاتبوں میں ہوتا تھا۔ اس طرح اسلام کا آغاز کتابتِ وحی سے ہوا۔ اس لئے کاتبوں کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ باوضو ہو کر کتابت شروع کیا کریں، یہ عہدِ نبوی کی سنت ہے، وہ کاتب بڑے خوش نصیب اور خوش بخت ہیں جو صرف ان تحریروں پر اکتفا کرتے ہیں جو قرآن وحدیث کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں یا اِن تقاضوں کے مطابق ہوتی ہیں۔ ایسے کاتب صحیح معنوں میں ہم خرما و ہم ثواب کماتے ہیں

یہ خطِ نستعلیق جس میں ہمارے اخبار چھپتے ہیں، آٹھویں صدی ہجری میں میر علی تبریزی نے ایجاد کیا۔ اسے سب سے زیادہ فروغ ایران، افغانستان اور برِاعظم پاک و ہند میں حاصل ہوا مغلیہ دَورِ حکومت میں خطاطی کا یہ فن معراج پر پہنچا اور اسے شاہی سرپرستی حاصل رہی۔ خوش خطی ہماری ثقافت کا ایک امتیازی نشان بن گئی۔ اور یہ خطاطی شاہزادوں اور امیرزادوں کی تعلیم کا ایک لازمی جزو ہے۔ ماضی قریب میں بھی بڑے بڑے گھرانوں میں خوشخطی پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ اور اکثر کاتب اسی خدمت پر مامور رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکثر مشاہیر بڑے خوشخط تھے۔ جو تمام تر کاتب حضرات کا فیضان تھا۔ لیکن اَب اس فن ہی کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے نوتعلیم یافتہ طبقہ بڑا بدخط ہے اور اَب جب سے سطحِ خسرواں سے خطِ نسخ کی مہم شروع ہوئی ہے اس سے خطِ نستعلیق کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ کسی زمانہ میں اس کا شمار بھی آثارِ قدیمہ میں ہونے لگے۔

۱۹۴۸ء میں جب بحیثیت گورنر جنرل حضرت قائدِ اعظم پشاور تشریف لے گئے تو خوشنویس یونین پاکستان کی طرف سے سپاسنامہ کے ساتھ ایک مرصع شیشہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو پشاور کے مشہور آرٹسٹ اور خوشنویس ایم۔ ایم شریف کے کمالِ فن کی تصویر تھا۔ اسے دیکھ کر حضرت قائدِ اعظم بہت متاثر ہوئے اور شریف صاحب کے فن کی داد دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

”اِس فن کی ترقی اور تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔“

افسوس کہ انہیں جلد اپنے اصلی وطن واپس لوٹنا پڑا۔ اور آپ کے تشریف لیجانے کیبعد برسرِ اقتدار آنے والے لوگوں نے اپنی تمام تر توجہ اپنے اقتدار کے تحفظ اور بقا پر مرکوز کر دی اور قائدِ اعظم کے بہت سے منصوبوں کو گلدستۂ طاقِ نسیاں بنا دیا۔ جس کی وجہ خطِ نستعلیق کی ترقی و ترویج و تحفظ کے متعلق قائدِ اعظم کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

آج جب کہ قائدِ اعظم کا سال منایا جا رہا ہے اِس امر کیطرف عوامی حکومت کو توجہ دلانا ازبس ضروری ہے کہ وہ قائدِ اعظم کی خواہش کے مطابق اس خط کے تحفظ اور بقا کا بھی انتظام کرے۔ کیونکہ ہمارا تمام تر دینی سرمایہ خطِ نستعلیق ہی میں محفوظ ہے۔ اگر اسے نظرانداز کر دیا گیا تو

آنے والی نسل جو خطِ نسخ لکھنے پڑھنے کی عادی ہو گی خطِ نستعلیق سے ہرگز مانوس نہ ہو گی۔ اور اس طرح اپنے دینی سرمایہ سے صحیح معنوں میں استفادہ نہ کر سکے گی۔ آخر یہ بھی ایک فن ہے ایک آرٹ ہے اگر موسیقی کی ترویج کے لئے ہر شہر میں آرٹ کونسلیں قائم ہو سکتی ہیں تو اس فن کو زندہ رکھنے کیطرف توجہ کیوں نہیں دی جاتی۔

میں تو یہ تجویز پیش کروں گا کہ انہی آرٹ کونسلوں کے ساتھ ایک خوش خطی کا شعبہ بھی قائم کر دیا جائے۔ اور اس میں کم از کم ہفتہ میں ایک یا دو بار بدخط افسران اور حکام کی کلاسیں لگائی جائیں جن کا خط پڑھنے میں ماتحت ملازمان یا اعلیٰ افسران کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"ایک سیشن جج نے کئی مرتبہ عدالتِ ماتحت کا ریکارڈ واپس بھیجا اور مجسٹریٹ کو لکھا کہ تمام شہادت صاف لکھ کر بھیجی جائے۔ تاکہ پڑھی جا سکے اور انہوں نے گورنمنٹ کو بھی لکھا کہ مجسٹریٹوں کو بھرتی کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ وہ خوشخط ہوں۔ بدخط نہ ہوں۔ مگر آج کل اس امر کا قطعاً خیال نہیں رکھا جاتا۔"

اس فن کی اہمیت پر تاریخ اسلام شاہد ہے اسے معراج ترقی پر پہنچانے میں مسلمانوں نے بڑی تگ و دو کی۔ اور یہ فنِ خطاطی ذوقِ جمال اور نفاست مزاج کا مظہر بن گیا۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ صرف خوشخط ہونا تعلیم یافتہ ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ پرانے زمانہ کی تحریروں کی خوشخطی اس دور کے کاتبوں کے خط کے برابر ہتی مجھے جن مشاہیر کی تحریریں دیکھنے کا اتفاق ہوا ان میں ڈاکٹر ایس اے رحمٰن سابق چیف جسٹس پاکستان میاں بشیر احمد سابق سفیر ترکی اور حضرت اسد ملتانی سابق جائنٹ سیکرٹری حکومت پاکستان کی تحریریں قابلِ رشک حد تک خوشخط تھیں۔ ان کے خطوط آج بھی میرے ہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ خطِ نسخ کو رواج دینے سے اور اردو ٹائپ کے آجانے سے فنِ خطاطی کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے اس لئے اب یہ کاتب صاحبان کا فرض ہے کہ وہ اس فن کو دفن نہ ہونے دیں۔ اور اپنے بچوں میں سے کسی نہ کسی کو یہ فن ضرور سکھائیں تاکہ یہ فن زندہ رہے

لاہور ہر دور میں علم و ادب کا مرکز رہا ہے اس لئے وہاں بڑے بڑے نامور کاتب پیدا ہوئے۔ پرویں رقم، زریں رقم اور الماس رقم وغیرہ۔ اکثر و بیشتر روزناموں کے سرنامے انہی حضرات کے رقم کردہ ہیں۔ ان کے تحریر کردہ قطعات نوادرات میں شمار ہوتا ہے۔ مگر اس حسن کو پامال کرنے میں اخبار نویس کاتبوں کی زود نویسی کا بہت بڑا دخل ہے اسی لئے اخبار نویس کاتب اچھی کتاب نہیں لکھ سکتے۔ جس کا مجھے ذاتی طور پر تلخ تجربہ ہے اسی لئے خطاطِ مشرق صوفی عبدالمجید پرویں رقم نے انتقال سے دو روز قبل حاجی محمد اعظم کو تاکید کی تھی کہ فن کو روزی سبب نہ کرنا کیونکہ رزق تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔"

میرا کاتبوں سے ۱۹۲۶ء سے رابطہ قائم چلا آرہا ہے۔ جب میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا اور اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں اشتہار اور پمفلٹ وغیرہ شائع کرتا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں جب میں نے "مجاہدِ اسلام" اخبار جاری کیا تو میرا بیٹھک کاتباں پر آنا جانا شروع ہوا۔ ملتان کے نامور کاتبوں کا اڈہ تھا۔ اس زمانہ میں ملتان میں اگرچہ حسنِ طباعت کی کمی تھی مگر حسنِ کتابت شباب پر تھا۔ وہ ستارہ

تھا اس لئے آج کل کیطرح کششِ زر موجود نہ تھی بلکہ ہر کاتب نیک نیتی سے کام کرتا اور جائز واجبات وصول کرتا۔ اور فن پر زیادہ توجہ دیتا تھا۔ جب کہ آج کل فن سے زیادہ سے زیادہ معاوضہ حاصل کرنے کی طرف توجہ دی جاتی ہے ماہرِ فنِ کتابت مرزا احمد علی کاشمیری کے شاگردِ رشید شیخ علی تھانی کا یہ عالم تھا کہ وہ اتنا کام کرتا جس سے وال روٹی بآسانی چل سکے۔ اسے کتھے کی سیاہی سے قطعات لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کے تحریر کردہ قطعات اہلِ ذوق نے حرزِ جاں بنا رکھے ہیں۔ وہ آخیر عمر لاہور میں رہے اور وہیں دفن ہوئے یونین سازی کے اس دَور میں ہر فنکار اپنے آقاؤں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے مگر اپنے گریبان میں نہیں جھانکتا۔ حالانکہ ہر یونین کا یہ فرض ہے کہ وہ جہاں اپنے اراکین یا اپنے طبقے کے حقوق کے تحفظ کے لئے کوشاں رہتی ہے وہاں وہ اپنی جماعت کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دے۔ اگر وہ یونین یا یونین کے اربابِ اختیار اس امر کو نظرانداز کر دیں گے تو اپنے ہمسفر حضرات کی خرابیوں یا برائیوں کے خود بھی ذمہ دار ہوں گے۔ کیونکہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ جو شخص کسی کی برائیوں کا سبب یا واسطہ بنے تو وہ بھی اتنا ہی گناہگار ہوگا جتنا اصل گناہ کرنیوالا۔ یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ جس قلم کو حق تعالیٰ نے اتنی عزت و عظمت بخشی کہ اس کی خود قسم کھائی اسے اپنے کلام پاک کی ایک صورت کا عنوان بنایا۔ اس کی عزت و عصمت آج خود اُن کے ہاتھوں لٹ رہی ہے جو ان کے رزقِ حلال کمانے کا واحد ذریعہ ہے۔ وہ اسی قلم سے اپنے رزقِ حلال کو حرام بنا رہے ہیں۔ اس وقت فحش لٹریچر جس کثرت سے معاشرتی خرابیاں پھیلا رہا ہے اس کے نتائج کے وہ بھی ذمہ دار ہیں جو ثمن قلیل کے عوض اپنی چند روزہ دنیا تو سنوار رہے ہیں مگر اپنی ابدی آخرت تباہ کر رہے ہیں۔ اگر پاکستان بننے سے پہلے ہندو یہ فیصلہ کر سکتے تھے کہ مسلمان سے کسی قیمت پر سودا نہیں خریدنا تو کیا آج انجمن خوش نویساں یہ پابندی نہیں لگا سکتی یا خوش نویس خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آئندہ حرام نہ کھائیں گے اور فحش لٹریچر لکھ کر اپنے بھائیوں کے اخلاق اور کردار کو تباہ نہ کریں گے۔ پاکستان کی نسبت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ہر پاکستانی کو نیک طینت اور پاک سیرت ہونا چاہئے۔ کم از کم قلمکار طبقہ کو تو اس رشتہ کا احترام کرنا چاہیے جو قلم کی وجہ سے ان کے اور ان کے خالق و رازق کے درمیان ازل سے قائم چلا آتا ہے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر صحیح معنوں میں ان کا تعلق باللہ قائم نہیں رہتا پھر ان کا شمار فحش لٹریچر کے خالق اور پاکستان کے دشمنوں یا ایجنٹوں میں ہوگا۔ پاکستان کے محافظوں میں نہیں۔

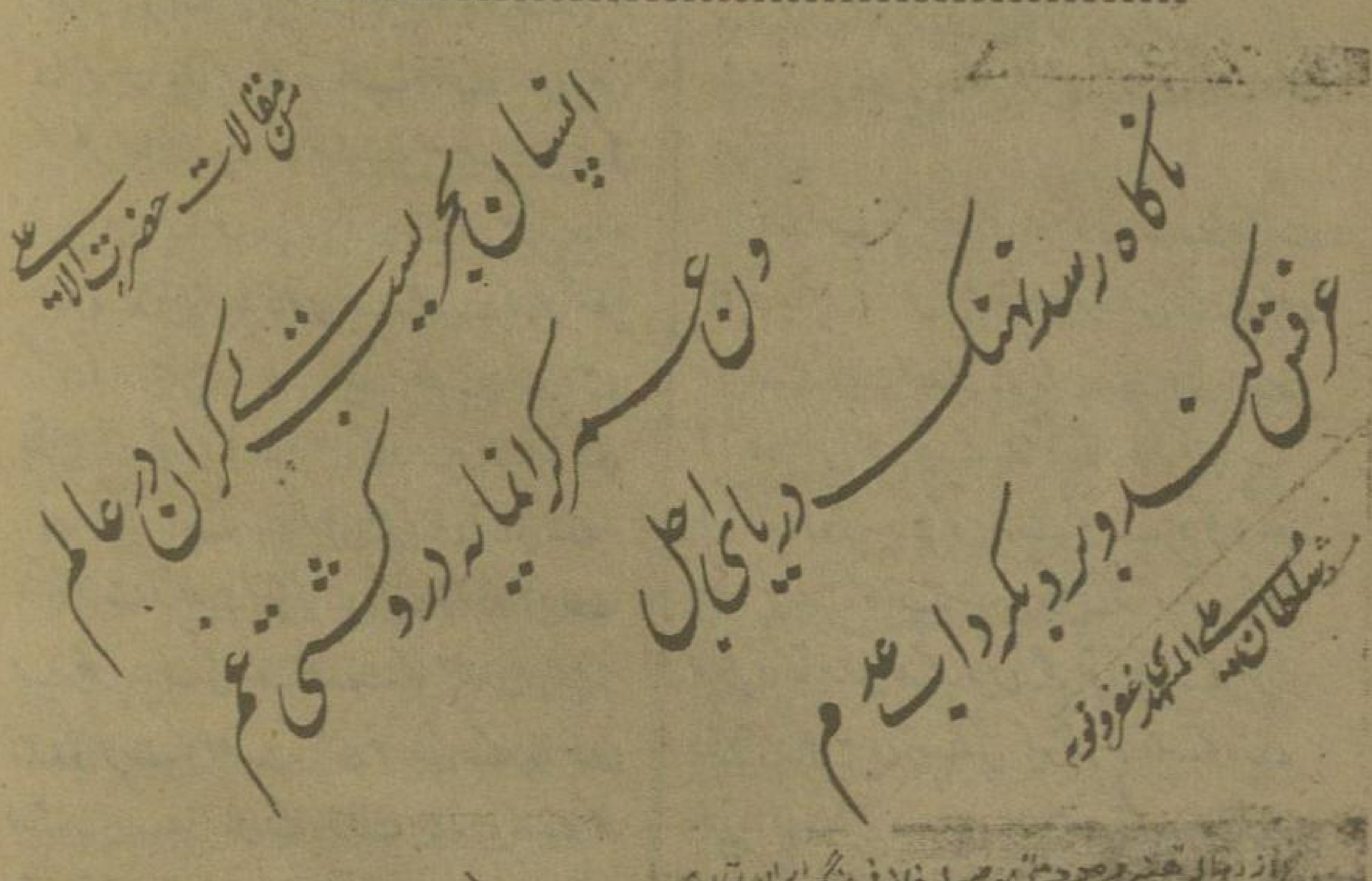
آج جب ہم کلیم رقم کی یاد منانے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں تو اس کی مستقل یاد منانے کے لئے ہمیں اس بات کا پختہ عہد کر کے یہاں سے اٹھنا چاہیئے کہ آئندہ فحش کاری کے لئے قلمکاری نہ کی جائے گی۔ تاکہ اس کی روح کو مسرت نصیب ہوتی رہے باقی اس بات کا آپ یقین رکھیں کہ اگر آپ فحش لٹریچر کی کتابت بند کر دیں گے تو آپ کے مقررہ رزق میں کمی نہیں آئے گی۔ کیونکہ ہر ایک کا رزق روزِ اول سے مقرر ہے۔ اور جب تک وہ اسے حاصل نہ کرے موت نہیں آتی۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اسے جائز طریقہ سے حاصل

کریں یا ناجائز ذرا لگ سے اگر آپ خود پر رزقِ حرام کمانے سے اجتناب کریں گے اور رزقِ حلال کے خود بخود دروازے کھل جائیں گے۔ آپ جیسا چاہیں گے مولا کریم ویسا آپ سے معاملہ کریں گے۔

کرشنا سٹیم پریس کے قیام کے بعد تک منشی غلام محمد جیلانی نے ملتان آکر فنِ خطاطی کو یہاں فروغ دیا۔ اِسی زمانہ میں عاشق محمد بحیثیت خطاط و مصوّر نامور ہوئے۔ جن کے شاگردوں میں ان کے برادران عبدالشکور، اور فدا حسین اور ان کے علاوہ نذر حسین، نذر محمد، خلیل الرحمٰن، شیخ گز بھر، حبیب اللہ انصاری مشہور خطاط ہوئے۔ فدا حسین نے اپنے بھائی کیطرح مصوری کو اپنایا اور نام پایا جناب کلیم مرحوم بھی اسی دَور میں ابھرے۔

منشی نورالدین انصاری کے شاگردوں میں مولوی عبداللہ نے برس ہا برس ملتان میں بیٹھ کر اِس فن کو آگے بڑھایا۔ ان کا ہم عصر شیخ گز بھر کاتب یادگارِ ملتان تھا۔ اس دَور کی آخری نشانی منشی شیر محمد ہیں جنہوں نے اس فن کی نسبت سے بڑی خاموش طبیعت پائی ہے اور پینتالیس سال سے اس فن کی خدمت میں مصروف ہیں میری ابتدائی سات کتابیں جو عہد میں ایم۔ اے۔ اسلامیات کے اضافی کورس میں شامل رہیں انہی کی کتابت کردہ ہیں۔

کلیم مرحوم نے اسی عرصہ میں شہرت پائی اور کلیم رقم مشہور ہوئے۔ یہ ملتان کے پہلے خوش نصیب ہیں جن کا آج یوم وفات منایا جارہا ہے۔ آج جبکہ باپ کو پاپ سمجھا جاتا ہے کلیم مرحوم کے فرزندان نے ان کا یہ یوم منانے کا اہتمام کرکے بڑی سعادت مندی کا ثبوت دیا ہے۔ فنِ خطاطی کے فروغ کیلئے جو جذبہ ابنِ کلیم نے بیدار کیا ہے وہ قابلِ قدر ہے



آٹھویں صدی ہجری کے معروف خطاط سلطان علے مشہدی کا رقم کردہ خط نستعلیق

کتابت کا فن ہمارا تاریخی و ثقافتی ورثہ ہے

تحریر - ابن کلیم ناظم اعلیٰ دبستان فروغ خطاطی
ملتان



قلم نے اپنی طاقت کا لوہا ہر زمانہ میں منوایا ہے اور ہر ذی شعور نے اس کی طاقت کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے۔ بہر طور قلم کی طاقت ایک مسلم حقیقت ہے۔ قلم کسی مصنف کے ہاتھ میں ہو تو تصنیف کے جوہر کھلتے ہیں۔ قلم اگر صحافی کے ہاتھ میں ہو تو قومی و ملی خدمت کے تعمیری فرائض انجام پذیر ہوتے ہیں۔ اور نقد و نظر سے قارئین مستفیض ہوتے ہیں۔ قلم اگر کسی مصور کے ہاتھ میں ہو تو محیر العقول شاہکار معرض وجود میں آتے ہیں۔ قلم اگر طالب علم کے ہاتھ میں ہو تو مستقبل کے تابناک ہونے کی ضمانت بنتا ہے گویا مصنف ہو، صحافی ہو، مصور ہو، یا کوئی اور فنکار سب کے لئے قلم باعث فخر و ناز ہے۔ تاریخی، ثقافتی، دینی، تعلیمی کتب ہوں یا نصابی مسودات، اخبارات کی اشاعت یا دیگر ہر طرح کے ذرائع ابلاغ کے لئے قلم بے حد اہمیت کا حامل ہے اس قلم کی اہمیت اس قدر مسلم و عیاں ہے کہ اس سے لکھے بغیر شیشیں جام، ذرائع ابلاغ مفقود اور تعلیم معطّل ہو کر رہ جاتی ہے۔ کاتب ہی کے قلم کو لیجئے اور دیکھئے کہ جس قدر بھی اہمیت کا حامل کوئی مسودہ کیوں نہ ہو جب تک کاتب کے قلم سے مزین نہ ہو قارئین تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی حیثیت سے خطاطی و خوشنویسی کی اہمیت ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے۔ معاشرہ کا کوئی فرد اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کسی بھی محرر، مبلغ، محقق اور مصنف کی تحریر و تقریر یا مسودات کو جب تک یہ کاتب اپنے قلم کی لطافت، نزاکت، حسن و رعنائی جمالیاتی عکس اور نوک پلک جیسی لطیف خصوصیات سے ہم آہنگ نہ کرے گا اس وقت تک ایک نومولود کی حیثیت ہوگی کاتب کے قلم کی اعانت مُدوّنین کے بغیر ان مسودات کی اشاعت ناممکن ہوگی اور قارئین ان کی تحریر و تصنیف سے استفادہ نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ کتابت سے مزین ہو کر اشاعت کے مراحل طے نہ کر سکے۔

مگر آج کے دور میں اس قدر اہمیت کا حامل قلم جس کاتب کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا مستقبل تاریک ہے۔ اس کی بینائی کمزور، اس کے اعضاء سن ہیں اور فکر معاش نے اس کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اس پُر آشوب دور میں پرائیویٹ طور پر دن رات کتابت کا کام کرے تو بھی اپنے

قائداعظمؒ فن خطاطی کے تحفظ کے حامی تھے!

بچوں کا پیٹ پالنے میں ناکام ہے الغرض کاتب طبقہ عملی زندگی میں شدید پریشانیوں سے دوچار ہوتا ہے۔ اسے ایک تو مزدوری قلیل ملتی ہے۔ اور ادھر مسلسل بیٹھنے کے عمل اور زود نویسی سے اس کے اعضاء سن ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس طبقہ کو جدید دور کی آسائشوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ لطف یہ ہے

حکومت فنِ کتابت کی سرپرستی کرے:

کہ اگر کاتب کہیں ملازمت کرنا چاہے تو سوائے کسی اخبار کے شعبۂ کتابت کے اور کہیں بھی ملازمت نہیں کر سکتا۔ حالانکہ وہ ایک عظیم فنکار ہوتا ہے۔ صاحبِ ہنر ہوتا ہے۔ نایاب تحریروں کی زندگی و اشاعت کا موجب ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جب اس مشقت والے پیشہ میں خدمت قوم و ملت کرتے کرتے ضعیفی کی حد کو پہنچتا ہے تو عمر کے آخری ایام مفلسی اور تنگدستی میں گزارتا ہے۔ آخر یہ طبقہ اس قدر مفلوک الحال کیوں ہے اس کا کوئی پُرسانِ حال کیوں نہیں۔ اس طبقہ کا مستقبل اس قدر تاریک کیوں ہے؟ ان سب باتوں کا جواب ایک ہے کہ اس خاموش الطبع طبقہ کو کسی بھی قسم کی سرکاری سرپرستی حاصل نہیں ہے۔ نہ ہی اس طبقہ کے پیشہ کو کسی طرح کا کوئی تحفظ میسر آتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ محنت کش طبقہ ہے جو تاریخی و ثقافتی ورثہ کا حامل ہوتے ہوئے عملاً صدیوں سے کتابت کے فرائض انجام دیکر خدمت ملک و ملت کر رہا ہے۔ نہ معلوم کتابت کے اس پیشہ سے منسلک قابلِ رحم ہزاروں لوگوں کو فنکار کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا۔ اگر کسی گویئے کو فنکار کہا جا سکتا ہے، کسی مصور یا کسی موسیقار کو فنکار تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اور ان مذکورہ لوگوں کے پیشوں کو تحفظ دینے کے لئے سرکاری سرپرستی حاصل ہو سکتی ہے تو پھر خطاط و خوشنویس اور کاتبوں کے اس محنت کش طبقہ کے ہزاروں افراد کی سرپرستی اور اس عظیم ثقافتی ورثہ کا تحفظ کیونکر ممکن نہیں ہے۔ ماضی کی حکومتوں نے اس طبقہ کا جس قدر استحصال کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ توقع ہے موجودہ عوامی حکومت جو کہ عوام کے ہر دکھ دور کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے اور محنت کشوں کی حامی ہے۔ فنِ خطاطی کے پیشے سے متعلق ہزاروں لوگوں کے اس مطالبہ پر ضرور توجہ دے گی۔ اور فنِ خطاطی کو نصابی تعلیم میں شامل کر کے پرائمری و ہائی سکولوں میں اس کے فروغ کے لئے باقاعدہ کلاسیں لگائی جائیں گی۔ تاکہ نئی پود جو کہ خطِ نسخ لکھنے پڑھنے کی عادی ہو چکی ہے وہ فنِ خطاطی کی مخصوص صنعت خطِ نستعلیق سے بھی بہرہ ور ہو اور اس فن سے متعلق بے شمار بے روزگار افراد کو روزگار میسر آ سکے۔ آرٹ کونسلوں میں بھی باقاعدہ فنِ خطاطی کی کلاسیں جاری ہونی ضروری ہیں۔ تاکہ ان لوگوں کے خط کی بھی اصلاح ہو سکے جو تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف محکموں میں ملازم ہوتے ہیں اور خوشخط نہ ہونے کی بناء پر شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ اب اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اردو کو قومی زبان قرار دیا جا چکا ہے۔ اردو لکھو۔ اردو پڑھو اور اردو بولو کے مصداق اردو طرزِ تحریر کے رموز سے ہر فردِ ملت کا آگاہ ہونا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ خوشخط اردو لکھائی کو خطِ نستعلیق کہا جاتا ہے۔ اور خطِ نستعلیق کی ترقی و ترویج کی اشد ضرورت ہے۔ اس فن کو تحفظ دینا اور اس کے فروغ کے لئے عملی اقدامات کرنا عوامی حکومت کا فرض ہے۔ وزیرِاعظم جناب بھٹو نے اس سال کو قائدِاعظم کا سال قرار دیا ہے جو کہ مستحسن اقدام ہے اس بارے میں بانیٔ پاکستان حضرت قائدِاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۸ء میں پشاور میں فرمایا تھا۔ کہ

"فنِ خطاطی کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی"

یہ الفاظ قائدِاعظمؒ نے اس وقت فرمائے تھے۔ جب کہ پشاور کے مشہور آرٹسٹ اور خطاط ایم ایم شریف نے اپنے قلم سے تحریر کردہ ایک شاہکار انہیں پیش کیا تھا افسوس قائدِاعظمؒ زیادہ عرصہ حیات نہ رہے۔ ان کے وصال کے بعد ماضی کی حکومتوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ خدا کرے عوامی حکومت قائدِاعظمؒ کے اس فرمان کو پورا کر کے بابائے قوم کی تعلیمات پر عمل کرنے کا یقینی ثبوت فراہم کر دے اگر عوامی حکومت سالِ قائدِاعظم میں ان کے فرمان پر فنِ خطاطی کو تحفظ دے دے اور اس کی ترقی و ترویج کے لئے خصوصی اقدامات کر دے تو اس پیشہ سے متعلق ہزاروں افراد ممنونِ احسان ہوں گے۔ اور اس کا سہرا یقیناً وزیرِاعظم ذوالفقار علی بھٹو کے سر ہوگا۔ اس طبقہ کے لاکھوں افراد قائدِ عوام ذوالفقار علی بھٹو سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ کہ وہ اس کے فروغ اور قائدِاعظمؒ کے فرمان کی تکمیل کے لئے یقیناً عملی اقدام اٹھائیں گے۔ اس ضمن میں چند تجاویز یہ ہیں۔

۱:- عوامی حکومت فنِ خطاطی کو ٹیکنیکل ایجوکیشن کے تحت

منظور کر کے باقاعدہ نصاب تعلیم میں شامل کرے۔

۲ :۔ آرٹس کونسل میں فن خطاطی کی کلاسوں کا اجراء لازمی قرار دیا جائے۔

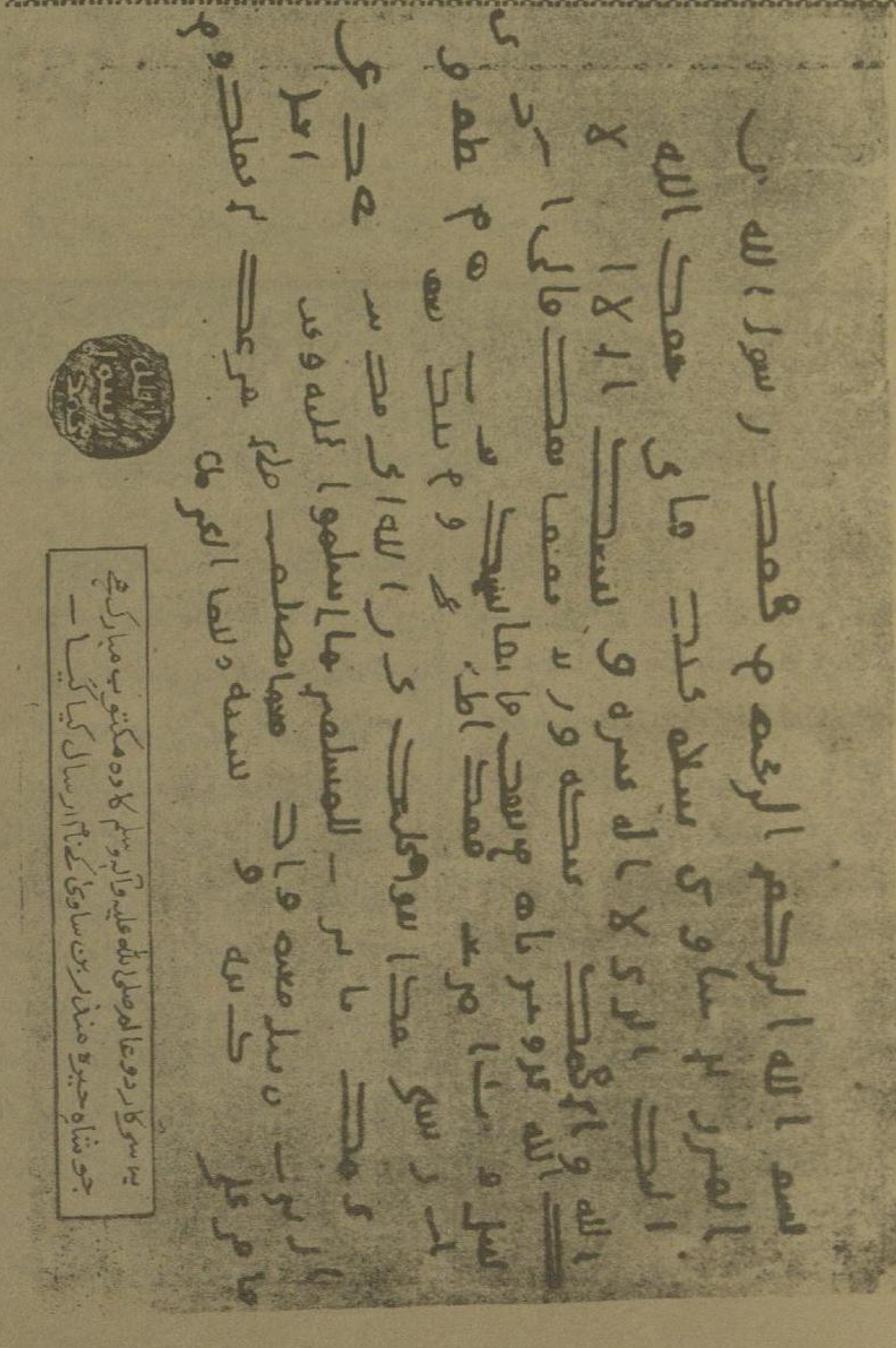
۳ :۔ ان اداروں کی سرپرستی کی جائے جو اس فن کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں۔

۴ :۔ خطاط و خوشنویس حضرات کو سکولوں و کالجوں میں ٹیچرز تعینات کیا جائے۔

۵ :۔ اس فن سے متعلق بزرگ اساتذہ کو اعزازی تمغے بخشے جائیں۔ اور قانونی طور پر عزت و تکریم کی جائے۔

۶ :۔ جو خطاط و خوشنویس حضرات اخبارات میں کتابت کے شعبہ سے منسلک ہوں انہیں ریٹائرڈ ہونے کے بعد بدستور پنشن دی جائے۔

۷ :۔ مختلف شہروں میں خطاطی کی نمائشوں کا انعقاد کر کے اس فن کے فروغ کا بھرپور انتظام کیا جائے



یہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مکتوب مبارک ہے جو شاہ بحرین منذر بن ساوی کے نام ارسال کیا گیا۔



تاریخ

قدیم و جدید فنِ خطاطی

تحریر
محمد سعید شیخ معتمد دبستانِ فروغِ خطاطی ملتان

ربّ ذوالجلال چشمہ رشد و ہدایت قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔

یعنی اللہ تبارک تعالیٰ نے آدم کو کائنات کی تمام چیزوں کے نام بتلائے، اور ان کی خاصیتیں اور استعمال سے بھی مطلع فرمایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے انسان کو سب سے پہلے اپنے جمال و کمال کا پرتو بنایا پھر اُسے حیوانِ ناطق بنا کر کائنات میں اشرف المخلوقات کا درجہ دیا۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں اَن گنت رازہائے حکمت پوشیدہ و پنہاں کیے اور پھر بنی نوعِ انسان کے تصرف میں دے دیا۔ یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کے استعمال کے حق کو حضرتِ انسان کے تصرف پر فائق کر دیا۔ انسان کو زبان دی تاکہ وہ بیان کر سکے اور قلم دی اور پھر اس قلم سے اُسے لکھنا سکھایا تاکہ وہ چیزوں کا علم جان سکے اور انہیں احاطۂ تحریر میں لا سکے۔ لوحِ محفوظ سے انوارِ تجلیات کا اولین مرتبہ حضرتِ آدم پر نزول ہوا تاکہ وہ اِس بے آب و گیاہ اندھیری دنیا میں راہِ نجات سے بھٹک نہ جائیں۔ رشد و ہدایت کے انوار کے نزول کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک قائم و دائم رہا اور اس سلسلے کو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے ذریعے پورا کیا گیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ زمین پر اپنے نائب کو احکاماتِ الٰہی سے بہرہ ور کرنے کے لئے کسی فرشتے کے ذریعے مطلع فرماتے رہے۔ حضرتِ موسیٰ کو تو ربّ ذوالجلال سے ہمکلامی کا بھی شرف حاصل ہوتا رہا۔ دنیا میں اس طرح اندھیرے میں بھٹکی ہوئی انسانیت راہِ نور و نجات پاتی رہی۔ ہر دور اور ہر زمانے میں جب انسان روشنی حاصل کر لیتا تو اسے محفوظ کرنے کی سوچتا رہا۔ کبھی سینہ بہ سینہ، کبھی قلم سے درخت کے پتوں پہ لکھتا رہا۔ جہاں پہچان اور علم کے لئے غاروں پہ پناہ گزیں ہوا، دیواروں پہ نقش بناتا، رفتہ رفتہ احتیاج آڑے آتی رہی اور انسان اس دور سے نکل آیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی حکمت و بزرگی سے انسان کو حیوانِ ناطق بنانے اور اِسے طرزِ تحریر سکھانے کے لیے اِس دنیا میں اِس کے کچھ معاون بھی بنائے۔ خلائے بسیط میں کرّہ ہوا شامل کیا۔ اِس ہوا میں دوسری خاصیتوں کے علاوہ یہ خاصیت اور کیفیت بھی رکھی کہ جب ہوا میں دو چیزوں کو قوت و طاقت سے باہم یکجا کیا جائے تو ہوا میں ایک کیفیت پیدا ہو جسے "قرع" کہتے ہیں۔ اسی طرح جب دو باہم چیزوں کو زورِ بازو سے علیحدہ کیا جائے تو وہ حالت پیدا ہو جسے ہم "قلع" کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں کیفیتیں مل کر آواز کہلائیں۔ اسی نوع کی چند اور کیفیتیں بھی ہوا میں شامل ہوئیں، ان میں انسان کے حلق سے ہوا کا نکلنا یا پھر ثقیل حالت یا خفیف کیفیت میں حلقہ حلق سے باہر آنا ان حالتوں کو عرفِ عام میں حرف کا نام دیا گیا۔

پہلے پہل تو انسان مختلف شکلوں کے ذریعے اپنے علوم کی نقاشی کرتا رہا پھر انسان نے آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی بخششِ خاص سے اِن اشیاء کے نام مختص کیے اور بالآخر ہر حرف کے لیے چند خاص شکلیں دینے میں کامیاب ہو گیا اور ان حروف کا باہم مِلا جلا کر لکھنا "خط" کہلایا۔

جدید دور میں خط کے معنی لغات میں تحریر، لکیر، نشانی، داڑھی نکلنا، حجامت بنوانا۔ یا پھر کسی لکھی ہوئی چیز پر لکیر پھیر کر کاٹ دینے کو کہتے ہیں۔ جدید ترین اصطلاح فن میں حروف کے باہم وصل و فصل اور دیگر قواعد کے مطابق لکھنے کو خط کہتے ہیں اور ایسا کرنے کے لیے کاغذ، سیاہی اور قلم کا استعمال ضروری ہے۔

تخلیقِ کائنات و انسان کے بعد اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق)

پڑھو! کہ تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اُس کو علم نہ تھا۔

اِس آیت میں صاف طور پر تذکرہ کیا گیا کہ انسان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا سب سے بڑا اکرام و انعام "اقرءْ" یعنی پڑھنا ہے اور پڑھنے کیلئے ذریعہ قلم بھی ہے اور یقیناً قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے۔ جس کے ذریعے انسان نامعلوم چیزوں کا علم حاصل کرتا رہا۔ اللہ جل شانہٗ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام اُس کی خاصیت اور اُس کے نفع و نقصان سے آگاہی مرحمت فرمائی تو قلم کا استعمال، اس کے فوائد و نفع کا علم بھی دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو یہ سب علوم و ہنر سکھائے اور اس پر انہوں نے دنیا میں بنی نوعِ انسان کا سب سے پہلا خط یعنی طرزِ تحریر ایجاد کیا۔ تاریخ کے صفحات میں ایک ایسی بھی روایت ہے کہ سب سے پہلے خط کی ابتدا حضرت ادریس علیہ السلام نے کی۔

لیکن نزولِ قرآن کے بعد جب حضرتِ انسان پر نزولِ انوارِ الٰہیہ کا سلسلہ ختم ہوا اور انسان رموز و حکمتِ الٰہی سے مکمل طور پر بہرہ ور و فیض یاب ہو گیا۔ تو ایک روایت کے مطابق جسے نہایت مستند حوالہ تاریخ سمجھا جاتا ہے اور جس کے راوی حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل اپنے فرزندوں میں ہر گروہ کی زبان مقرر کرنے کیلئے مٹی کی الگ الگ تختیاں بنوائیں اور ہر سلسلۂ زبان کیلئے الگ الگ خط یا اندازِ تحریر مقرر کر کے اُن تختیوں کو بھٹہ کر آگ میں پکایا تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے اُن کا یہ اندازِ تکلم محفوظ و مامون رہے مگر جن تختیوں پر لغاتِ عرب لکھے ہوئے تھے وہ سب کی سب طوفانِ نوحؑ میں نذر ہو گئیں۔ اس کے کافی عرصہ کے بعد جب حضرت اسماعیل علیہ السلام مکۂ مکرمہ میں منتقل

طور پر مقیم ہو گئے تو انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوہ بوقبیس پر ایک خزانہ مدفون ہے۔ صبح کی آمد کیساتھ ہی وہ اس خزانہ کی تلاش میں نکل پڑے۔ دورانِ تلاش حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک طویل و عریض تختی ملی، جس پر عربی خط لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے رہنمائی چاہی تو اللہ کے حکم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس تختی کی طرزِ تحریر یعنی حقیقت خط اور لغت عرب سے مطلع کیا اور اس طرح اندازہائے تحریر کا سلسلہ صدیوں چلتا رہا۔ جس نے بعد میں مختلف انواع کے خطوں اور طرزہائے تحریر کی صورت اختیار کر لی۔

معروف کتاب کشف الظنون میں رقم کردہ قدیم ترین خطوں میں خطِ سریانی، خطِ عبرانی، خطِ رومی، خطِ حسینی خطِ مانوی، خطِ ہندی سندی، خطِ زنجی و حبشی اور خطِ عربی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کچھ دوسری تحریروں میں ان خطوں کے ساتھ خطِ قبطی، معقلی، کوفی، کشمیری، ریحانی اور خطِ رحمانی کا ذکر بھی آتا ہے۔ اگر متذکرہ بالا خطوں کے تذکرہ کو بنیاد تسلیم کیا جائے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت بھی یقین کی حد تک درست نظر آتی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے جس شخص نے خط اور لغتِ عرب ایجاد کیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ بعض مستند کتابوں کے حوالہ جات اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ قدیم عرب میں سب سے پہلے خطِ معقلی رائج تھا۔ اس خط کے موجد حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ مگر اسلامی دور کے بعد اس حقیقت کی واضح طور پر نشاندہی ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد عرب میں خطِ کوفی کا اجراء ہوا یہی وہ خط ہے کہ جسے یہ شرف و مقام حاصل ہوا کہ ہادیٔ دوجہاں سرورِ کائنات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انوار و تجلیات کا مرقع قرآن مجید اسی اندازِ تحریر میں رقم کیا جاتا رہا۔ نزولِ قرآن کے موقع پر چار میں صحابی کرام کو یہ نعمتِ حق میسر آئی کہ انہوں نے باری باری خطِ کوفی میں قرآنِ حکیم کی آیات کو قلمبند کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس خطِ کوفی پر اعراب کا اضافہ بھی کیا۔ درسِ انسانیت مکمل ہو چکا تھا اور اس زمانے سے بعد کے ہر انسان کو ریاض زندگی میں نویدِ امن و راحت مل چکی تھی۔

دوسری صدی ہجری میں جب عباسیوں نے زمامِ اقتدار کو سنبھالا تو کوفے کی بجائے بغداد کو تعلیمی و ادبی اور علومِ اسلامیہ کی ترویج و ترقی کا مرکز بنایا تو ابو علی ابن مقلہ نے ۳۱۰ھ میں ایک جداگانہ طرزِ تحریر ایجاد کیا۔ جسے خطِ منسوب کا نام دیا گیا۔ ابن البواب نے اس اندازِ تحریر کو بہت رواج دیا ایک مستند روایت کے مطابق ابو علی ابن مقلہ نے بعد میں خطِ کوفی اور خطِ معقلی کے حسین امتزاج سے چھ اور خط ایجاد کئے ان خطوط کو بعد ازیں یہ نام دیئے گئے۔ خطِ ثلث، خطِ توقیع، خطِ نسخ، خطِ ریحان، خطِ رقاع۔ خطِ توقیع کو مناشیر کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ متذکرہ بالا اقسام خط کے فرق اور پہچان کے لئے دائرہ اور سطح کو معیارِ اعتبار بنایا گیا تھا مثلاً خطِ ثلث اور نسخ (عرفِ رسم الخط) میں دائرہ پھیلا ہوا تو ہوتا تھا مگر زیادہ نیچے لٹکا ہوا نہ ہوتا تھا یعنی جس قلم سے خط لکھا جاتا تھا اس کے اعتبار سے ۳/۲ حصہ لٹکا ہوا ہوتا تھا۔ اسی طرح باقی چار اقسام خطوط میں بھی دائرہ سطح کاغذ سے بہت کم نیچے لٹکا ہوا ہوتا تھا۔

دوسری صدی ہجری میں جن اساتذہ اور اصحابِ فن نے ان خطوں کو جلا بخشی اُن میں بالخصوص علی بن ہلال کا نام ملتا ہے۔ ان خطوں کی ترویج و ترقی میں بغداد کے ایک معروف خطاط یاقوت نے کمالِ فن حاصل کیا۔ یاقوت کے شاگردوں میں اول شیخ احمد ہیں جنہیں تاریخ کے صفحات میں شیخ سہروردی کے نام سے متعارف کیا گیا ہے دوسرے ارغون کاملی، سوم مولینا یوسف مشہدی، چہارم مولانا مبارک شاہ زرین رقم، پنجم سید حیدر، ششم میر یحییٰ کے اسمائے گرامی

شامل ہیں۔ یہ تمام اصحاب یکتائے روزگار تھے اور فنِ خطاطی میں یہ اصحاب اُس دور کے خورشید ہائے تاباں ثابت ہوئے اور انہوں نے فنِ خوش نویسی پر اپنے کمالِ فن کے بہت گہرے نقوش چھوڑے۔

مذکورہ بالا اقسامِ خط میں سے خطِ ثلث اور خطِ نسخ (عربی رسم الخط) نے اپنی خوش نمائی اور دل پذیری کی وجہ سے اس قدر قبولیت حاصل کی کہ ان خطوں کو اسلامی علوم کے احیاء کا ذریعہ بنا لیا گیا اور دنیا کے جن جن حصوں میں اسلام پھیلا یہ خط انہی حصوں میں نسل در نسل بآسانی پہنچ گیا، اور اپنی پذیرائی کی وجہ سے بہت جلد مقامی خطوط پر فضیلت حاصل کر لی اور اس طرح عرب، ایران، توران بلکہ برصغیر ہند میں بھی یہ اقسامِ فن اپنے عروجِ کمال تک پہنچے۔ اس کے بعد اہلِ عجم نے خطِ تعلیق ایجاد کیا۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

کاتباں را ہفت خط باشد بطرزِ مختلف
ثلث، ریحان، محقق و توقیع و رقاع
بعد ازاں تعلیق آں خط ہست کش اہلِ عجم
از خطِ توقیع استنباط کردند اختراع

مولانا جامی کے یہ اشعار جو ایک قطعہ کی صورت میں دستیاب ہیں۔ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خطِ تعلیق کے جسے اہلِ عجم نے ایجاد کیا باقی چھ خطوط اہلِ عرب کے ایجاد کردہ ہیں۔

مذکورہ بالا خطوں کے ایک گرامی قدر استاد خواجہ تاج سلیمانی گزرے ہیں۔ جنہوں نے ان خطوں کی طرز اسلوبِ تحریر میں بڑا کمال حاصل کیا۔ مرزا ابو سعید کے منشی مولانا عبدالحئی نے خطِ تعلیق کی بناوٹ و سجاوٹ پر بہت عرق ریزی کی اور سخت محنت شاقہ کے بعد ان خطوں کو وہ جلا بخشی کہ جسے آج تک دوام ہے مگر مولانا درویش اس فن میں مولانا عبدالحئی سے بھی دو قدم آگے نکل گئے۔

کہا جاتا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں خواجہ میر علی تبریزی نے تیمور بادشاہ کے عہد میں خطِ نسخ اور خطِ تعلیق کے امتزاج سے ایک آٹھواں خط ایجاد کیا۔ یعنی نسخ کو لٹکا کر (تعلیق) دائرہ کو معلق کر دیا۔ پہلے پہل تو اس خط کو نسختعلیق کا نام دیا گیا مگر بعد میں خ کے حذف ہو جانے پر صرف نستعلیق بن کر رہ گیا۔ خواجہ میر علی تبریزی نے خود ہی اس خط کو کمال تک پہنچایا۔ انہوں نے اس خطِ زیبا میں کتابیں لکھیں۔ قطعات اور وصلیاں ترتیب و تزئین کیں۔ اُن کے یہ فن پارے نہ صرف ایران کے طول و عرض میں مقبول ہوئے۔ بلکہ یہ جواہر پارے برصغیر پاک و ہند کے کتب خانوں اور نشست گاہوں کی زینت بھی بنے ان کی وفات کے بعد ان کے دو شاگرد بڑے معروف اور کاملانِ فن ہو گزرے ہیں ان میں ایک مولانا جعفر تبریزی اور دوسرے مولانا اظہر ہیں۔ لیکن بعض مورخین اس امر کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ یہ خط صاحبقران تیمور کے عہد میں ایجاد ہوا۔ کیونکہ اس رسمِ خط کے اکثر نوشتے اُن کے عہد سے بھی قبل کے لکھے ہوئے دستیاب ہوئے ہیں۔ مگر متفقہ طور پر خواجہ میر علی تبریزی کو ہی خطِ نستعلیق کا موجد مانا جاتا ہے۔

خواجہ میر علی تبریزی کے بعد مولانا میر علی ہروی نے اس اندازِ تحریر میں حیرت انگیز جدتیں اور نکتہ آفرینیاں پیدا کر کے اس خط کو اوجِ کمال تک پہنچایا۔ میر ہروی خواجہ زین الدین کے شاگردِ رشید تھے مگر کمالِ فن حاصل کرنے کیلئے انہوں نے خواجہ سلطان علی مشہدی کی تعلیمات کو راہ نما بنایا اور یوں خطِ نستعلیق میں بدلتے وقت کے تقاضوں کے رنگ اُجاگر ہوتے رہے اور اس طرزِ تحریر کی جاذبیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ میر ہروی کے بعد محمد حسین تبریزی، میر سید احمد مشہدی، مولانا شاہ محمد نیشاپوری اور میرزا اصفہانی جیسے باکمال اساتذہ

فن گزرے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں بدھ اور ہندو تہذیب کے ادوار میں خطاطی، نقاشی اور کندہ کاری خاص طور پر مقامی سنسکرت اور ہندی زبان میں کی جاتی رہی۔ لیکن برصغیر میں اسلامی فن خطاطی اور نقاشی کی ابتداء لگ بھگ ۳۰۰ ہجری میں ہوئی سندھ میں بھنبھور کے مقام پر امیر محمد بن عبداللہ کی تعمیر کردہ ایک معدوم مسجد کے آثارِ قدیمہ اس امر کی گواہی دیتے ہیں، کہ خطِ کوفی میں مسجد کا کتبہ کسی بلند پایہ ماہر استادِ خطاطی کے مہارتِ فن کا مرقع ہے۔ ملتان کی تاریخ کے صفحات اس امر کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے زمانہ میں اُن کے ایک حبشی شاگرد کی زیرنگرانی میں فن خطاطی کا ایک تربیتی ادارہ قائم تھا۔ دہلی میں سلطان قطب الدین ایبک کی تعمیر کردہ مسجد قوۃ الاسلام بھی برصغیر کی قدیم ترین اسلامی عمارات میں شمار کی جاتی ہے۔ اس دیدہ زیب مسجد کی تعمیر میں بھی کسی ماہر فن خطاط و نقاش نے خطِ کوفی، ثلث و ریحان میں خوب دادِ فن دی ہے۔ قدیم زمانے میں رواج تھا کہ بادشاہوں کے ساتھ اہلِ علم و فضل اور ہنر و فن بھی ہمرکاب ہوتے۔ افغانستان سے حملہ آور ہونے والے مسلمان سلاطین کا قیام بھی برصغیر میں چونکہ زیادہ تر مختصر ہی رہا۔ لہذا ماہرین علوم و فنون بھی زیادہ واپس وطن جاتے رہے یہی وجہ ہے کہ مغل شہنشاہ بابر کے زمانہ تک اسلامی فن خطاطی اور اسلامی فنونِ لطیفہ کو برصغیر میں استحکام حاصل نہ ہو سکا۔ اسی وجہ سے بابر کے زمانہ اقتدار سے پہلے، اسلامی فنونِ لطیفہ کے آثار کثرت سے موجود نہیں ہیں۔ مسلم سلاطین میں زیادہ تر شہنشاہ ایسے تھے جو رموزِ شہنشاہی کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ بابر ہندوستان میں پہلے شہنشاہ تھے جس نے مستقلاً قیام کیا۔ اُن کی ہمراہی میں شیخ زین۔ خواجہ عبدالصمد شیریں رقم اور میر سید علی بھی برصغیر آئے۔ چونکہ بابر خود بھی ایک ماہر خوش نویس تھے اور علم، فن اور ہنر کی قدر دانی کو عزیز جانتے ہیں لہذا اُن کے دور میں فن خطاطی کو بہت جلا ملی۔ کہا جاتا ہے کہ بابر کا سلسلہ تلمذ میر علی تبریزی سے جا ملتا ہے۔ میر علی تبریزی معروف زمانہ خطِ بابری کے موجد تھے۔ میر علی تبریزی کے علاوہ معروف عالم شاعر اور ماہر خطاط مولانا شہاب الدین ہروی بھی بابر ہی کے عہد میں گزرے ہیں۔ مولانا ہروی کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے کتبے آج بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی زیارت گاہ پر مرجع الاخلائق ہیں اور ماہرین فن کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ مغل شہنشاہ چونکہ اپنے دورِ اقتدار میں اہلِ علم و فن کی سرپرستی کا شہرہ رکھتے تھے۔ لہذا دنیا کے تمام اطراف و اکناف سے اہلِ علم اور ماہرینِ فنون جوق در جوق ہندوستان آتے رہے اور بادشاہوں کے مقربین میں جگہ پاتے رہے۔ بادشاہ ان ماہرین کو شہزادوں اور شہزادیوں کی تربیت کا عظیم فریضہ سونپ دیتے اور انہیں اتالیق مقرر کر دیتے۔ مغل شہنشاہ خود بھی "حسنِ فن" کے دلدادہ تھے۔ لہذا ہندوستان میں معروفِ زمانہ عمارات کی تعمیر بھی اسی سرپرستی کا نتیجہ تھی۔ ایک جانب اگر مغل شہنشاہوں نے علم و فن کی سرپرستی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو دوسری جانب اہلِ علم اور ماہرینِ فنون نے بھی خوب حق نمک ادا کیا اور علم و ہنر کو مغل شہنشاہوں کے دور میں وہ عروج حاصل ہوا کہ جس کی مثال و نظیر تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتی۔ مغلیہ دور کے معروفِ زمانہ تعمیرات، دہلی کا لال قلعہ لاہور کی بادشاہی مسجد اور شالیمار باغ۔ آگرہ کا تاج محل اور دیگر عمارات ان ہی فنونِ لطیفہ کے ماہرین فن کی کاریگری کا نمونہ ہیں۔ ان عمارات میں خطاطی کے اساتذہ نے بھی وہ جدت و نگارش طرز ہائے تحریر دکھائی کہ پورا عالم انگشت بدنداں ہے

بابر کے بعد ہمایوں کے زمانہ میں جو خطاط گزرے اُن میں سلطان علی کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ مولانا شہاب بھی اس زمانہ میں موجود رہے اور فن خطاطی کو جلا دینے

میں مصروفِ عمل و قلم رہے ہے۔

شہنشاہ اکبر کے زمانۂ سلطنت میں خطاطی کو بہت عروج حاصل ہوا۔ اکبر کے زمانہ میں خود بادشاہ کے زیرِ نگرانی ایک عظیم الشان "دفترِ انشاء" قائم کیا گیا۔ جس میں فنِ خطاطی کے نامور اساتذہ کو جاگیر، منصب اور خطابات سے سرفراز کر کے تعینات کیا گیا۔ اکبر کے دورِ حکومت میں مدارس میں خطاطی کی تعلیم کو ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اکبر کے دورِ حکومت میں خطاطی کے جو اساتذہ گزرے ہیں اُن میں عبدالرحیم عنبریں قلم، میرزا عزیز کوکل تاش، رائے منوہر، مُلّا عبدالقادر اخوند، محمد یوسف کابلی، محمد حسین کشمیری زریں قلم، مظفر علی خنجر بیگ چغتائی، راجہ ٹوڈرمل، محمد اصغر ہفت قلم، خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، علامہ میر فتح اللہ شیرازی، میرزا عبدالرحیم خانخاناں، میر معصوم قندھاری بانی، حسین بن احمد چشتی، پنڈت جگن ناتھ، مُلّا علی احمد مہرکن کے نام نامی شامل ہیں۔

عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم۔ یعنی رعیت کے لوگ اپنے بادشاہوں کے دین اور ان کی روش پر چلتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے غیر مسلموں میں بھی بڑے بڑے باکمال خوش نویس اور ماہرِ خطِ نستعلیق پیدا ہوئے، یہی نہیں بعض غیر مسلم اہلِ علم نے اس فن میں تالیفات و تعلیمات بھی قلمبند کئے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں جو غیر مسلم اُن کے دفترِ انشاء سے متعلق رہے اور جن غیر مسلموں نے فنِ خطاطی میں مہارت و عظمت کر کے کمالِ فن حاصل کیا اور شاہی سرپرستی سے نوازے گئے۔ ان میں رائے منوہر، راجہ ٹوڈرمل، پنڈت جگن ناتھ کا نام قابلِ ذکر ہے۔

اکبر کے بعد شہنشاہ جہانگیر نے بھی اہلِ علم و فن کی اس سرپرستی کے عمل کو جاری رکھا۔ جہانگیر کے دور کے نامور خطاط میں میر خلیل اللہ شاہ، میر عبداللہ تبریزی مشکیں قلم، خواجہ محمد شریف، میرزا محمد حسین، محمود بن اسحاق شہابی الہروی، محمد علی راشد شامل تھے۔ جہانگیر نے اس فن کو بہت ترقی دی۔ جہانگیر کشمیر جاتے وقت بعض اساتذہ فن کو ساتھ لے جاتے اس طرح کشمیر کی سرزمین بھی اس فن کی دل نشیں دولت سے مالا مال ہو گئی۔ جہانگیر کی سرپرستی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ خود اُس کے اپنے شہزادوں میں سے شاہزادہ خسرو اور شہزادہ پرویز نے فنِ خوشنویسی میں بڑا نام پیدا کیا اور اپنے دور کے اساتذۂ خطاطی کے ہمعصروں میں ٹھہرائے گئے۔

ایران میں شاہ عباس صفوی کے عہد میں میر عماد الحسینی قزوینی نے خطِ نستعلیق کو لازوال کمال تک پہنچایا۔ میر عماد ایسے باکمال استاد تھے کہ بادشاہ اُن کی ذات پہ فخر کیا کرتا تھا۔ میر عماد یوں تو محمد حسین تبریزی کے شاگرد تھے مگر وہ میر علی تبریزی کے اندازِ نگارش سے بہت متاثر تھے۔ میر عماد کے شاگردوں میں نورالدین لاہیجی، میر ابراہیم، ابوتراب اصفہانی، محمد صالح خاتون آبادی، درویش عبدی بخارائی اور ان کی دختر نیک اختر گوہر شاد کے علاوہ عبدالرشید دیلمی بھی شامل تھے جو میر عماد کے داماد اور اُن کے بھانجے بھی تھے یہ وہی عبدالرشید دیلمی تھے جو اپنے چچا میر عماد الحسینی کے قتل کے بعد نہایت ابتر حالت میں ایران سے ہندوستان پہنچے مگر انھوں نے جلد ہی اپنے بے مثال کمالِ فن کے توسط سے شاہجہان کے دربارِ عالیہ تک رسائی حاصل کر لی۔ عبدالرشید دیلمی کی یہاں بہت قدر دانی ہوئی۔ انہیں شاہجہان کی جانب سے شاہزادوں اور شہزادیوں کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ دارالشکوہ کے علاوہ مغل شہزادی زیب النساء نے بھی اُن کے کمالِ فن سے استفادہ کر کے مہارتِ خوش نویسی حاصل کی۔

زیب النساء کا تحریر کردہ ایک شاہی فرمان آج بھی پشاور میوزیم میں موجود ہے۔ شاہ جہان کے دور میں دنیائے عجائبات کے ساتویں عجوبہ تاج محل آگرہ کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچی۔ یہ مقبرہ فنِ خطاطی کے کمالِ فن کا زندہ و جاوید شاہکار ہے۔ اس کی سفید و شفاف سنگ مرمر کی تعمیر شدہ دیواروں پر

جن بلند پایہ خطاطوں نے اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کر کے اس تعمیر کی رونق و پذیرائی میں اضافہ کیا ہے۔ اُن میں امانت خاں کا نام سرِفہرست ہے کہا جاتا ہے کہ امانت خاں کا اصل نام عبدالحق شیرازی تھا۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر بھی خود ایک بلند پایہ خطاط تھے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لئے قرآنِ پاک کے نسخے تحریر کیا کرتے تھے۔ وہ قرآنِ پاک کے نسخوں کو احاطۂ تحریر میں لانے کے بعد اُسے منقش و مرصع کرواتے اور نذرانے کے طور پر مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف بھجوایا کرتے تھے۔ قرآنِ حکیم کی کتابت بلاشبہ نہایت اہم فریضہ ہے اور شہنشاہ عالمگیر نے اِس فریضہ میں کمالِ فن حاصل کر کے برِصغیر پاک و ہند کے خطاط و خوشنویسوں کو کتابت کے ضمن میں ایک نئی راہ دکھائی،

ان کے دور کے معروف اساتذہ خطاطی میں ہدایت اللہ زریں رقم، سید علی جواہر رقم، میر محمد باقر، میرزا محمد جعفر کفایت خاں کے گراں قدر نام شامل ہیں۔

عبدالرشید دیلمی کی طرز و اسلوب نگارش کو بھی برِصغیر پاک و ہند میں بہت مقبولیت حاصل رہی ہے اُن کی وفات کے بعد فنِ کتابت کا یہ سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ اُن کے بعد ان کے شاگردوں میں کمال و مہارتِ فن حاصل کرنے والوں میں حضرت میر احمد حسن سپہر رقم رامپوری تھے۔ میر احمد حسن نواب کلب علیخاں کے استاد تھے، مسدسِ حالی کا پہلا کا ڈرسائز نسخہ آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔ یہ نسخہ نامی پریس کانپور سے نہایت دیدہ زیب انداز میں چھپوایا گیا تھا۔ شومئی قسمت سے یہ نسخہ آج کل نایاب ہے۔ میر احمد حسن نے آخری کتابت جو کی وہ مسدسِ حالی کی صدی ایڈیشن کی ہے۔ اسے مکتبہ جامعہ ملیہ نے شائع کیا۔ میر احمد حسن کے شاگردوں میں علی محمد خاں فرخ آبادی ہوئے ہیں۔ علی محمد خاں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں خطاط کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ میر عماد الحسنی کی طرزِ تحریر کے پابند تھے۔

آپ نے خطاطی میں بڑا نام پیدا کیا۔ شاہ افغانستان خان امان اللہ خاں نے آپ کو "رستمِ قلم" کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا محمد اسرائیل کا نام نامی شامل ہے۔ آپ خطاطی کے معروف اُستادوں میں سے ہیں۔ اور آج کل خانہ فرہنگ ایران پشاور میں خطاطی و خوشنویسی کے تلامذہ کو درس دیتے ہیں۔

محمد شاہ رنگیلے کے عہد حکومت میں فنِ کتابت میں محمد افضل لاہوری قادری نے بڑا نام پیدا کیا۔ آپ نستعلیق طرزِ تحریر کے استاد مانے جاتے تھے۔ لوگ انھیں آقا عبدالرشید دیلمی کے بعد "آقائے ثانی" کے نام سے پکارتے تھے۔ ان کے علاوہ مولوی حیات علی، نواب مرید خاں، میر محمد موسیٰ سرہندی، محمد مقیم اور حفیظ خاں جیسے بلند مرتبہ شخصیتیں بھی اس عہد کے نامور خطاطوں میں شامل تھیں۔

مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے قرآنِ حکیم کی کتابت کر کے جس پاکیزہ شغل کی ابتدا کی تھی۔ وہ ان کی وفات کے بعد بھی نہایت زور شور سے جاری رہا۔ بیشتر خطاطوں نے اِس شغل کو "ہم خرما و ہم ثواب" کے مصداق اسے پیشہ کے طور پر اپنا لیا۔ شاہ عالم کے زمانہ میں قاضی عصمت اللہ قرآنِ حکیم کے نامور خطاط میں سے گزرے ہیں۔ ان کے معروف شاگردوں میں میر گدائی، حافظ ابوالحسن، میر کرم علی حافظ مسعود، عنایت اللہ مبرورحم اور فیض اللہ خاں جیسے عظیم خوش نویس بھی گزرے ہیں۔ اردو زبان کے مشہور شاعر "میر سوز" بھی اس زمانے کے بہترین خطاط تھے۔ حافظ نور اللہ اور قاضی نعمت اللہ لاہوری جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں بھی اسی دور میں ہوئیں۔ ان اساتذۂ فن کے دم قدم سے لکھنؤ میں فنِ خطاطی کے نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

مغل شہنشاہ اکبر شاہ ثانی ۱۲۲۱ ہجری سے ۱۲۵۲ ہجری تک تخت نشین رہے اس زمانے کے اساتذہ میں مولانا صاحب میر محمد حسین، حافظ ابراہیم، غلام علی خاں، حافظ لقاء اللہ دہلوی، میر ابوالحسن المعروف میر کلن، میر زین العابدین

میر مہدی۔ شاہ وارث علی۔ خواجہ غلام نقشبند معروف زمانہ خطاط تھے۔

اسی زمانہ میں مولانا غلام محمد ہفت قلمی نے "تذکرۂ خوشنویسان" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔

اعزالدین شاہ عالمگیر ثانی کے عہد میں عماد الملک غازی الدین خاں فیروز جنگ ہفت قلم بھی گزرے ہیں جنہوں نے فن خوش نویسی میں بڑا کمال حاصل کیا۔

مغل تاجدار محمد بہادر شاہ ظفر خطِ نسخ کی تحریر میں باکمال مانے جاتے ہیں۔ ظفر خود خطاطی کا درس دینے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ ان کے بیشتر شاگردوں میں سے جن شاگردوں نے خطِ نسخ کی تحریر میں کمالِ فن حاصل کیا ان میں حافظ امیر الدین اور مولانا ممتاز علی نزہت رقم شہرۂ آفاق ہوئے۔ اسی دور میں خطِ نستعلیق کے جلیل القدر خوش نویس اور باکمال صاحبِ فن سید محمد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش بھی تھے۔ میر صاحب کے معروف زمانہ شاگردوں میں آغا میرزا دہلوی اور عباد اللہ بیگ جیسے عظیم خوش نویس بھی تھے۔ بدر الدین خاں مرصع رقم جو مہر کنی کے فن میں بہت بڑا مقام رکھتے ہیں، اسی دور میں گذرے ہیں۔

یہی وہ زمانہ تھا جب برصغیر ہندو پاکستان کے اس وقت کے دارالخلافہ دہلی کو علم و ادب اور فنونِ لطیفہ کے بے مثل عروج کی وجہ سے بڑا شہرہ حاصل تھا۔ مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی معزولی کے بعد جب دہلی تاراج و تباہ ہوئی تو اس وقت کے بیشتر اہلِ فن و ادب نے برصغیر کے دوسرے بڑے شہر لاہور کا رُخ کیا۔ چونکہ مغلوں کے بعد انگریزوں نے بھی دہلی ہی کو پایہ تخت قرار دیا۔ لہٰذا دہلی میں مسلم فنونِ لطیفہ کی ترویج کے مواقع کم تر ہوتے گئے۔ انگریزوں کی مسلم کش پالیسی نے بھی زیادہ تر اہلِ فن کو ترکِ وطن کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے برعکس انگریزوں کی عمل داری میں شامل ہونے کے باوجود اہلِ فن نے لاہور کو گوشہ عافیت جانا اور لگ بھگ ۱۸۸۰ ہجری سے لاہور میں فن خطاطی کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ یہ بھی مانا جاتا ہے کہ دہلی پر گورے سامراج کے قبضے کے بعد اسلامی فنونِ لطیفہ کا سب سے بڑا مرکز ہونے کا شرف لاہور کو حاصل ہوا جو بعد میں مسلمانوں کی عظیم ترین مملکتِ اسلامیہ پاکستان کا دوسرا بڑا شہر اور بلکہ علم و ادب اور فنونِ لطیفہ کی ترویج و ترقی کے لحاظ سے اولین عروس البلاد کہلایا۔

لاہور میں فنِ خوش نویسی کا آغاز خطِ نستعلیق کے امام اور اپنے عہد کے بے مثل خوش نویس و خطاط امام ویردی سے ہوا۔ ان کے ہم عصر خطاط میں مولوی سید احمد امین آبادی اور احمد علی کشمیری کے نام نامی شامل تھے۔ امام ویردی اور مولوی سید احمد صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مولوی صاحب کے شاگردوں میں منشی عبد الغنی شیریں قلم اور مولوی محمد عبد اللہ جیسے مشہورِ زمانہ خطاط و خوش نویس بھی گزرے ہیں۔ خود مولوی صاحب کے فرزند ارجمند حفیظ نور احمد بھی بڑے خوش نویس گزرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ لاہور کے علاقہ سوتر منڈی کی ایک مسجد عرصہ تک لاہور کے خوش نویسوں کا مرکز مشق و اصلاح رہی۔ اس مسجد میں خوش نویس درس و مشق کے لیے امام ویردی کے لکھے ہوئے کتبے راہنمائی کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔

لاہور میں امام ویردی اور مولوی سید احمد امین آبادی کے بعد قیامِ پاکستان تک کوئی قابلِ ذکر خطاط نہ تھے۔

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی جس ماہر خط کی دلکش تحریر اور طرزِ نگارش کو سب سے زیادہ قبولِ عام ہوا۔ وہ عبد المجید پروین رقم تھے۔ پروین رقم امام ویردی اور مولوی سید احمد امین آبادی کے باقاعدہ شاگردوں میں سے نہ تھے۔ لیکن انہوں نے متذکرہ اساتذہ فن کے فیوض و برکات کی تقلید اختیار کی اور اپنی خداداد ذہانت سے فنی تحریر میں بڑا کمال حاصل کیا۔ اس ضمن میں انہیں شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی کے مشوروں سے بھی بہت مدد ملی اور انہوں نے نہایت دلکش تراکیب کے ساتھ حروفِ ابجد کی ساخت و بناوٹ اور

الفاظ کے پیوندوں کو ایک نئے انداز سے روشناس کرایا۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے کلام کی کتابت و تزئین کرنے پر پروین رقم کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ پروین رقم کے ہم عصر خطاطوں میں حاجی دین محمد، منشی تاج الدین زریں رقم اور منشی محمد صدیق الماس رقم نے بھی نستعلیق طرزِ تحریر میں بڑا نام پیدا کیا۔

مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر قرآن نویسی کے پاکیزہ شغل کی ابتدا کر چکے تھے۔ اُن کے بعد قاضی عصمت اللہ خاں بھی اسی پیشے سے منسلک رہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن نویسی بھی فنِ خطاطی کے اساتذہ کا محبوب پیشہ اور شغل بن گئی۔ لہٰذا خطِ نستعلیق کے ساتھ ساتھ یہ اندازِ نگارش بھی بہت مقبول ہوا۔ لاہور میں امام ویردی اور سید احمد امین آبادی طرزِ نستعلیق کے اساتذہ میں سے تھے۔ لہٰذا ان کے شاگردوں اور تقلید کاروں میں پروین رقم، زریں رقم اور الماس رقم نے اسی طرزِ نگارش میں اپنے رجحانات کو قائم رکھا۔ مگر قرآن نویسی میں مولانا محمد قاسم لدھیانوی اور مولانا وارثیؒ نے بھی بہت نام پیدا کیا۔ مولانا محمد قاسم خطِ نسخ کی تحریر میں مولانا ممتاز علی نزہت رقم اور حافظ امیر الدین دہلوی کی تقلید کرتے تھے۔ یہی وہ دہلوی طرزِ نگارش ہے جسے خوشنویسوں کی زبان میں بہت شہرت حاصل ہے۔ مولانا محمد قاسم خطِ نستعلیق میں مولوی سید احمد امین آبادی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اسی طرح مولانا وارثی خطِ نسخ میں اپنے والد حافظ فضل الٰہی اور خطِ نستعلیق میں سید احمد امین آبادی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اسی طرح مولانا وارثی کے فرزندان ارجمند محمد شفیع، محمد شریفؒ مولانا محمد عنایت اللہ اور پیر عبد الحمید بھی معروفِ زمانہ خطاط تھے جنھوں نے دونوں طرح کی طرزِ نگارش میں بہت نام پیدا کیا۔ قرآنی خط اور طرز کے ماہرین میں حکیم سید محمد عالم گھوڑیالوی، مولانا غلام رسول عادل گڑھی، مولانا امام الدین کیلانی، مولوی محمد الدین جنڈیالوی کے نام شامل ہیں۔

حکیم سید محمد عالم گھوڑیالوی کا فیضِ کسب آج بھی جاری ہے۔ اُن کے شاگردوں میں حکیم سید نیک عالم شاہ اور سید محمد اشرف علی سید القلم اور الماس رقم شامل تھے۔ الماس رقم نے صرف نستعلیق طرزِ نگارش سیکھا اور کمال حاصل کیا جب کہ دیگر شاگردان خطِ نسخ کے ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

مولانا غلام رسول عادل گڑھی کے پوتے مولوی عبد الرشید محبوب رقم اور مولوی محمد حسین مبارک قرآن نویسی کے زمانۂ قریب کے ماہرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مولانا امام الدین کیلانی کا خاندان آج بھی قرآن نویسی کے شغلِ پاک سے وابستہ ہے۔ ان کے تلامذہ میں مولوی عبد الغفار اور عبد الرحمٰن جیسے بلند مرتبت خطاط کے نام شامل ہیں۔

مولوی محمد الدین جنڈیالوی کے فرزند محمد یوسف دہلوی اور ان کی صاحبزادی و دختر نیک اختر فاطمۃ الکبریٰ بھی بلند پایہ خطاط تھے۔ یوسف دہلوی، دہلی کے خوشنویسوں کے استاد مانے جاتے ہیں۔ فاطمۃ الکبریٰ نے لکھی ایک نادرِ زمانہ قرآنِ حکیم لکھ کر شہرت پائی ہے۔ یوسف دہلوی کے شاگردوں میں عبد المجید دہلوی اور شفاعت احمد باکمال خوش نویس ہیں

لاہور میں آج کل خوش نویسوں کی ایک کثیر تعداد اس فنِ بے مثل سے وابستہ ہے جناب سید انور حسین نفیس رقم اور ان کے علاوہ ان لوگوں میں زیادہ تر جناب پروین رقم، زریں رقم اور الماس رقم کے شاگرد شامل ہیں۔ پروین رقم کے شاگردوں میں اقبال ابنِ پروین رقم، منشی خوشی محمد، محمود اللہ صدیقی، حافظ محمد اعظم، ناصر قادری، حاجی محمد اعظم، احمد حسین سہیل رقم اور فضل الٰہی مرحوم شامل ہیں۔ زریں رقم مرحوم کے تلامذہ میں خطاط ہفت قلم حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم صاحب، محمود سدیدی جیسے ماہرِ فن شامل ہیں۔ دیگر جن معروف خوشنویسوں نے خطاط الملک تاج الدین زریں رقم کی طرزِ نگارش کی تقلید کی، اُن میں ملتان کے خطاطی و خوش نویسی کے نیّرِ تاباں احسن التحریر محمد حسن خاں کلیم رقم بھی شامل ہیں۔ جنھیں زریں رقم نے "احسن التحریر" کے خطاب سے نوازا۔ محمد حسین کلیم خطِ نسخ کے بھی بہت بڑے استاد مانے جاتے ہیں

آپ کے باقاعدہ استاد حضرت خواجہ حافظ بشیر احمد بن حضرت خواجہ حسین بخش قریشی چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اِس رقم کے شاگردوں میں ان کے فرزند محمد احمد اُن کے بھانجے جمیل احمد تنویر رقم۔ محمد صدیق۔ خواجہ محمد شفیع اور محمد اقبال عباسی شامل ہیں، اور موجودہ دور کے معروف خطاطوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ملک علی محمد، بابا عبد القدوس اور محمد دین کلیمی بھی طرزِ نستعلیق کے ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حافظ محمد اعظم خطِ نسخ کے استاد مانے جاتے ہیں۔

لاہور کے علاوہ پاکستان کے دوسرے شہروں میں بھی خطاطی و خوش نویسی کے بڑے بڑے مرکز قائم ہیں جہاں کتابت کے فن کو زیورِ خوش نویسی سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ گوجرانوالہ میں محمد حسین بھی موجودہ زمانے کے ماہرین خطاطی میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ پشاور کے محمد شریف بھی خوشنویسی کے فن میں بے مثال شہرت کے حامل ہیں، انہوں نے فن نویسی کے شاہکاروں پر مشتمل کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

ملتان میں عظیم المرتبت اساتذہ اور ماہر فن خطاطی احسن التحریر محمد حسن خاں کلیم تھے۔ آپ خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق دونوں طرزِ نگارش میں اپنا بڑا مقام رکھتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے حافظ محمد اقبال احسن المعروف ابنِ کلیم اُن کے فن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے "کلیم دبستان خطاطی" کے نام سے ایک خطاطی اور خوش نویسی سکھانے کا ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں اِس فن کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ اِس کے علاوہ ابنِ کلیم کے زیرِ نگرانی خطاطی اور خوش نویسی کے فروغ و تحفظ کے لئے ایک تنظیم "دبستان فروغ خطاطی" کے نام سے قائم ہے۔ جس کے زیرِ اہتمام تھوڑا ہی عرصہ گزرا، ملتان میں یومِ کلیم رقم نہایت شان و شوکت سے منایا جا چکا ہے اور خطاطی کی ایک دل پذیر نمائش کا انعقاد بھی کیا جا چکا ہے۔ "دبستان فروغ خطاطی" خوش نویسی کے فن کو باقاعدہ تعلیمی کورس کی حیثیت دلوانے کیلئے بھی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں اس تنظیم کے زیرِ نگرانی خطاطی کے نادرِ زمانہ شاہکاروں، کتبوں، طغروں کے تحفظ کے لئے بھی کئی اہم اقدامات کئے گئے ہیں۔

محمد حسن خاں کلیم رقم کے ہمعصروں میں معروفِ زمانہ خطاط و خوش نویس استاد بشیر محمد۔ محمد ایوب، منظور احمد حقر مرحوم۔ صالح محمد جمالی مرحوم۔ نذر محمد۔ استاد خلیل، استاد عبد الشکور مرحوم۔ فدا حسین صاحب۔ مختار حسین اسدی، محمد سلیم چشتی، منشی طفیل احمد قادری شامل ہیں۔ قادری صاحب تنظیم دبستان فروغِ خطاطی کے صدر بھی ہیں۔ منظور احمد حقر ہمدرد پرنٹنگ پریس کے مالک تھے اور معروفِ زمانہ خطاط تھے۔

مندرجہ بالا اساتذہ فن اور کاملانِ طرزِ نگارش کی عرقِ شاقہ کے ثمر کی بدولت خطاطی اور خوش نویسی اپنی دل پذیری، خوب صورتی اور دلربائی کے جدید ترین دور میں شامل ہو چکی ہے آج اِس فن کی ہر طرزِ تحریر میں جگہ جگہ انسانی احساسِ جمال کا پہلو نمایاں طور پر نظر آ رہا ہے۔ یہ بات باعثِ خوش بختی ہے کہ اس میدان میں ماہرین نئے نئے تجربے بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے اساتذہ بھی موجود ہیں، جو خطِ ثلث اور خطِ ریحان کے علاوہ دیگر خطوط میں طبع آزمائی کر رہے ہیں اور ایسے مشاق صاحبِ قلم بھی ہیں جو دو خطوط کے امتزاج سے نئے خطوط ایجاد کرنے کے لئے کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اِن میں ملتان کے ابنِ کلیم کا نام قابلِ ذکر ہے۔ انہوں نے خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کے حسین و جمیل امتزاج سے ایک دیدہ زیب خط ایجاد کیا ہے جسے خطِ رعنا کا نام دیا گیا ہے۔ اسی طرح پشاور کے محمد شریف بھی کئی اور خوبصورت خط ایجاد کر چکے ہیں۔ لاہور کے خطاط بھی فنِ خطاطی کو جلا بخشنے میں قابلِ قدر کوشش کر رہے ہیں۔

فنِ خطاطی کے اس تاریخی مقالہ میں یہ ضروری دکھائی دیتا ہے کہ عام ناظرین کی رہنمائی کے لئے قواعدِ خطاطی پر روشنی ڈالی جائے کیونکہ خوش خط ہونا بھی انسانی وصف کہلاتا ہے۔

قواعدِ خطاطی میں سب سے پہلے اسبابِ خطاطی کا نام آتا ہے۔ جدید دور میں اسبابِ کتابت میں، قلم، قلمتراش

سیاہی (دوات) اور کاغذ کو نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے کتابت کے لئے عام طور پر بٹر پیپر استعمال کیا جاتا ہے۔

ان چیزوں کے مہیا ہو جانے کے بعد خوش نویسی کے تلامذہ کے لئے یہ امر اشد ضروری ہے کہ وہ قلم بنانے کے طریقہ، قلم میں شگاف لگانے کے طریقہ اور قلم کو صحیح قط دینے کے انداز سے واقفیت رکھتے ہوں۔ حصولِ حُسنِ خط کے لئے جو قلم درکار ہے وہ پختہ ہونی چاہیئے، ریشہ دار نہ ہو اور اس کا پوست مضبوط ہو۔ آج کل دھات کے بنے ہوئے قلم استعمال کئے جاتے ہیں۔ قلم سے لکھنا مقصود ہو تو اُسے قط دینے کے لئے ہاتھی دانت کا ٹکڑا، شیشم کی لکڑی کا ہموار قطعہ یا ایسی ہموار درست جگہ ہونا ضروری ہے جہاں قلم درست اور سیدھی جگہ رکھا جا سکے۔ قلم کو قط عام طور پر ترچھا دیا جاتا ہے۔ خطِ نسخ کی لکھائی میں عام طور پر زیادہ ترچھے قط سے کام کیا جاتا ہے۔ ترچھے قط میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے قلم کا دایاں حصہ نوکدار بن جاتا ہے۔ جس کا استعمال خطِ نستعلیق اور خاص کر نسخ میں اشد ضروری ہے۔ فنِ خوشنویسی میں چند اصطلاحات بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ جن سے واقفیت رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان میں نشست و کرسی، وصل و فصل، پیوند و تناسب، نوک پلک، رُخ، کیفیت و کمیت یعنی فنِ خوش نویسی اختیار کرتے وقت نشست و کرسی خاص انداز سے دو زانو کھڑے کر کے اور پشت کو دیوار یا کسی سہارے سے لگا کر مخصوص انداز میں بیٹھنا۔ الفاظ کی نشست و کرسی ان کا ملانا، جوڑنا، پیوند کرنا اور الفاظ کے تناسب کا خاص خیال رکھنا۔ الفاظ کی نوک۔ پلک کو درست کرنا اور اس کے رُخ کو درست رکھنا اشد ضروری ہے۔ قرآنِ حکیم کی خطاطی کے لئے باوضو بیٹھ کر کتابت کرنا خطاط و خوش نویس کو پاکیزگی اور تقویٰ کی تربیت دیتا ہے

اس کے علاوہ اساتذہ کی تعلیمات، قطعات، طغرے وصلیاں اور کتبے مدنظر رکھنا بھی اشد ضروری ہیں۔ ان کے نمونے آجکل تصاویر سے مزین کتابوں میں دستیاب ہیں۔ ان سب کے بعد استادِ محترم سے ملنے والی روزانہ اصلاح و املا کو زیرِ نظر و مشق بھی بہت ضروری ہے۔

فنِ خطاطی کے نامور اساتذہ نے طلباً اور تلامذۂ خطاطی کے لئے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے تین ادوار کا تقرر کیا ہے۔ یہ وہی طریقۂ تعلیم ہے۔ جسے احسن التحریر محمد حسن کلیم اپنے شاگردوں کے لئے اختیار کیا کرتے تھے۔

پہلے دور یا سالِ اوّل میں سب سے پہلے مفرد حرفوں یعنی ا سے ے کر یائے معکوس تک جلی قلم سے مشق کی جائے اور حرفوں کی نشست و کرسی، پیوند و تناسب، الفاظ کی خوشنمائی اور بدنمائی پر طلباً کو عبور کرایا جائے۔ یاد رہے کہ الفاظ کی بناوٹ میں خوبصورتی اور دیدہ زیبی اور رعنائی و حسن کی طرف طلباً کی توجہ دلانے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرے سال مرکبات یعنی ب کی تختی سے ے کر ہ کی تختیاں جلی قلم سے مشق کرائی جائیں۔ اس دور میں بھی نشست و کرسی، وصل و فصل، کیفیت و کمیت کو طلباً کے ذہن نشین کرایا جائے۔ طلباً کو ہدایت دی جائے کہ وہ اساتذہ کے طرزِ نگارش کو حاصل کر کے اُن کی خوب مشق کرے۔

تیسرے سال ابجد سے لے کر قطعات تک خوب اور باقاعدہ مشق کرائی جائے اس عرصہ میں اساتذہ کے نمونہ جات سے طالبِ علم کی تحریر کا موازنہ کیا جائے اور اس فرق سے طالبِ علم کو روشناس کرایا جائے۔ آخر میں الفاظ کی نشست و کرسی کی جانب خاص توجہ دی جائے۔

چوتھے سال کے بعد مسلسل ریاضت اور باقاعدہ مشق کی اس وقت ضروری ہے جب تک طالبِ علم کی طرزِ نگارش میں پختگی نہ آجائے اور انگلیوں میں بینائی پیدا نہ ہو جائے۔

غرضیکہ فنونِ لطیفہ میں فنِ خطاطی کو بھی وہی مقام و

مرتبہ حاصل ہے جو مصوری یا موسیقی یا دیگر فنون کو حاصل ہے۔ جدید دور میں فنِ خوشنویسی اپنی پوری آب و تاب اور رعنائیوں کے ساتھ انسانی احساسِ جمال کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ فنِ خطاطی سے متعلق افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس فن کی اسلامی علوم کے اہم ورثہ کی حیثیت سے حفاظت کی جائے۔

فنِ خطاطی کے چند نادر شاہکار



فأصبحتم بنعمته إخوانا

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

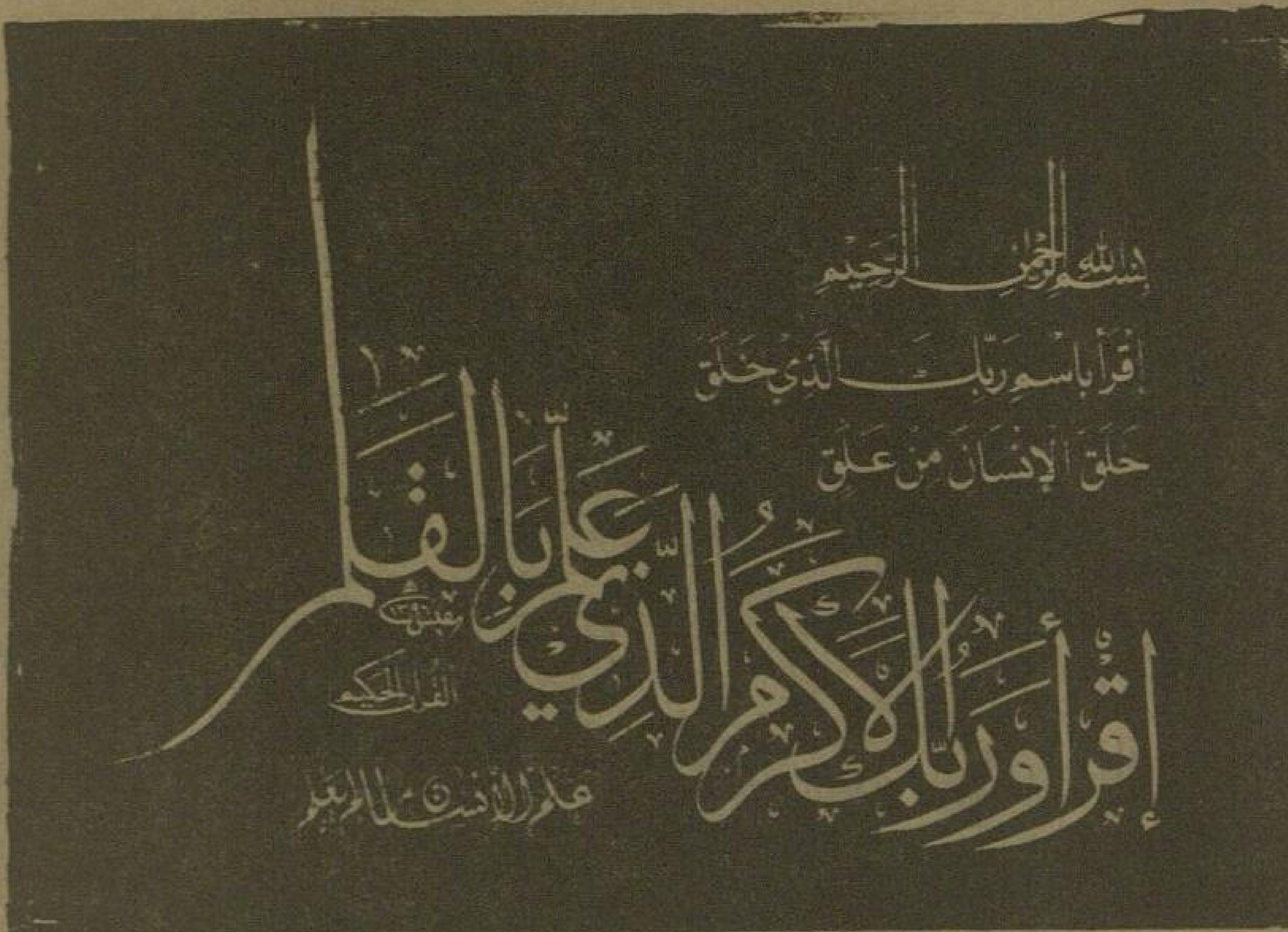
زریں رقم

آياتها ٧ ۔ سورة الفاتحة مكية ۔ ركوعها ١

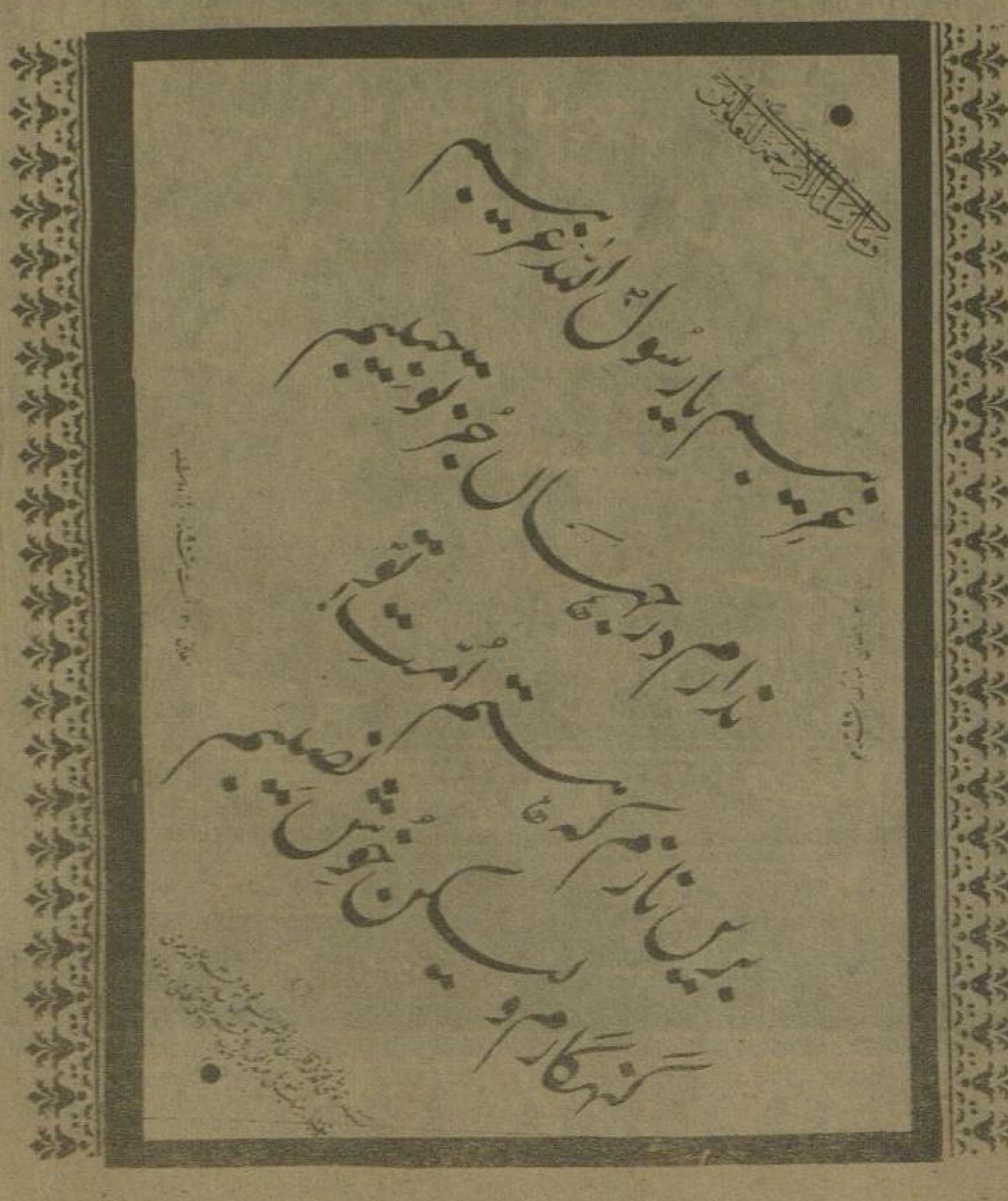
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝١

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ ۝٢ اَلرَّحۡمٰنِ
الرَّحِيۡمِۙ ۝٣ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِؕ ۝٤
اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُؕ ۝٥
اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَۙ ۝٦ صِرَاطَ
الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ
الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝٧

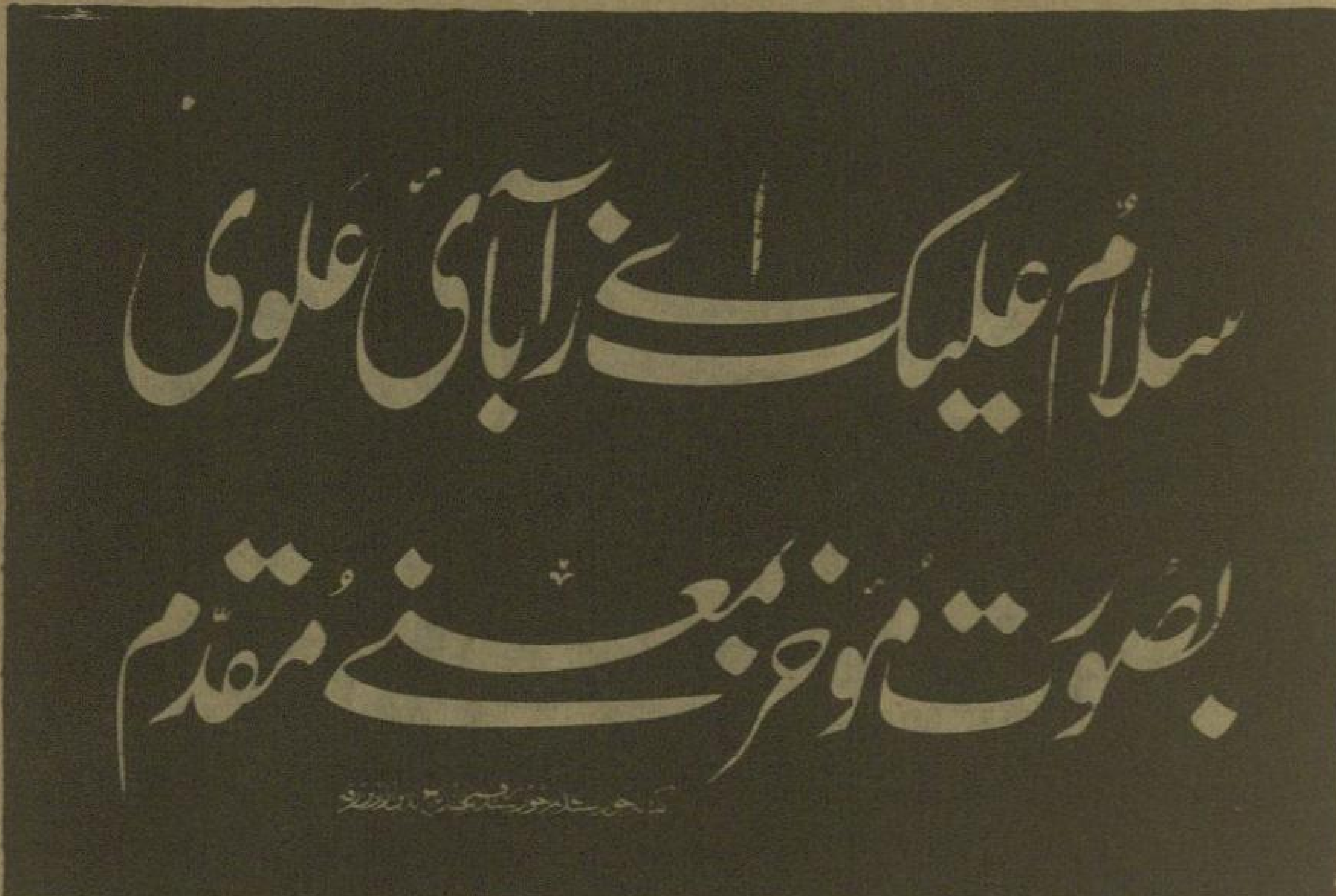
جناب سید محمد اشرف علی سید رقم

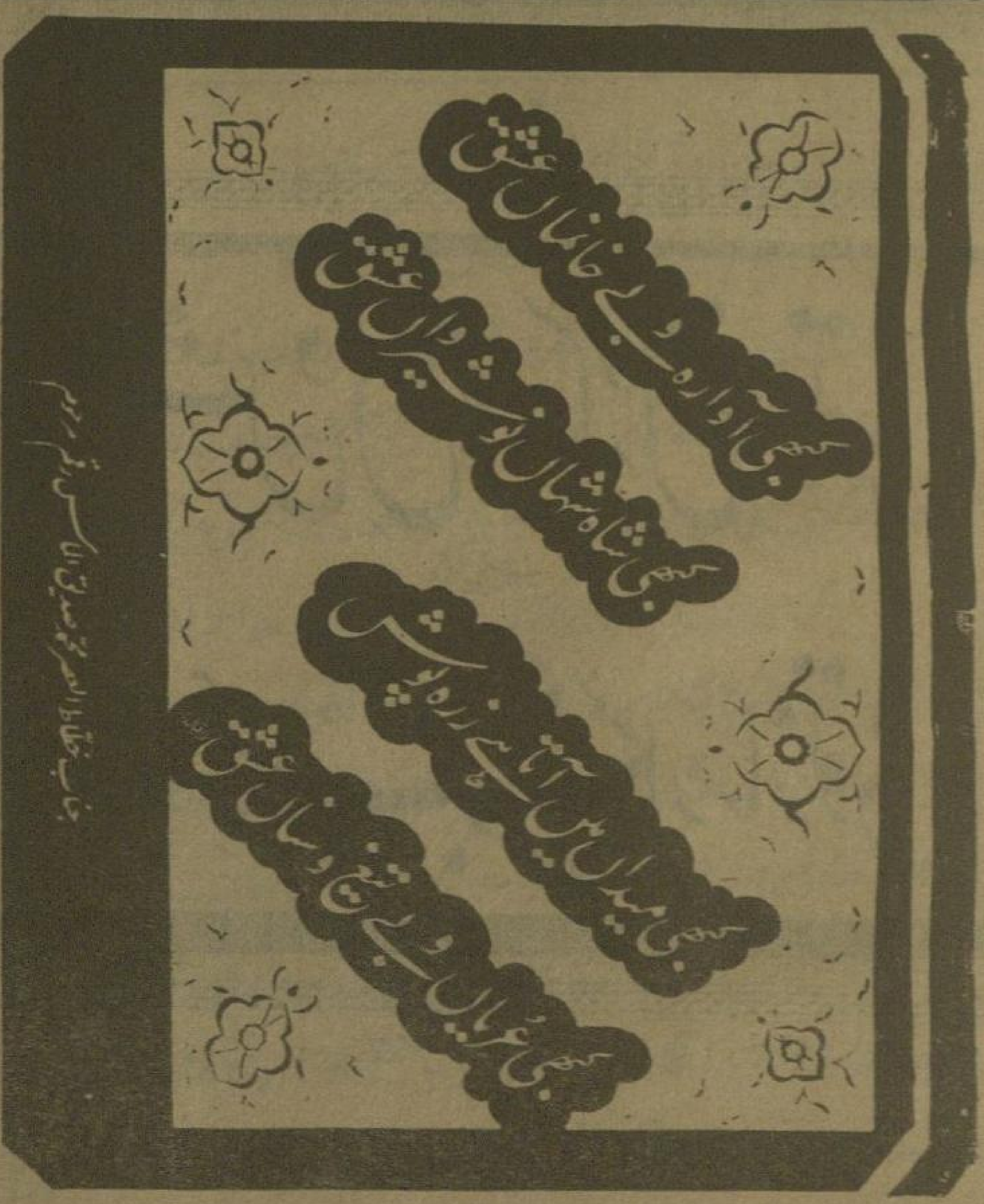


بسم الله الرحمن الرحيم
اقرأ باسم ربك الذي خلق
خلق الإنسان من علق
اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم
القرآن الحكيم
علم الإنسان ما لم يعلم



وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين


سلام علیک ای ز آبای علوی
بصورت مؤخر بمعنی مقدم


کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
کبھی شاہ شہاں و میر پیراں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریاں و بے تیغ و سناں عشق

غالب ثنای خواجه به یزدان گذاشتیم
کان ذات پاک مرتبه دان محمد است

نوازش دل ما کن که دلنواز توئی
عبدالمجید پروین رقم
بساز کار عزیزان که کارساز توئی



ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

سرزمین ملتان" جسے اہلِ تصوف نے مدینۃ الاولیاء قرار دینے کے ساتھ ساتھ علم و ادب کا گہوارہ مرکزِ فنون کے نام سے موسوم کیا ہے" کی تاریخی عظمتیں اور اس کے شواہد بیّن ثبوت وحقیقت ہیں جن سے کوئی کبھی بھی کسی بھی صورت میں بجز کورِ معاند کے انکار نہیں کرسکتا کیونکہ:۔

ے ۔ گر نہ بیند بروزِ شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

کے مصداق اس سرزمین پر حضور علیہ السلام کے ایک صحابی اور ایک تابعی کے مزاراتِ مقدسہ موجود ہیں تو گویا سرزمین ملتان ان نفوسِ مقدسہ کی بدولت ایک عدیم النظیر قابلِ رشک بن گئی جن کی عظمت و سطوت اٹل حقیقت ہے کہ جس سرزمین پر دنیائے عرب سے بے شمار نفوسِ مقدسہ نے تشریف لاکر اپنے قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ یہ وہ سرزمین ہے جس پر اغیاث، اقطاب، اولیاء، مجاذیب، محققین، مفسرین، فاتحین، کاملین، عاملین، مورخین، ادباء، فضلاء، علماء، فقراء اور صلحائے عشقِ مصطفٰے سے سرشار، جذبۂ جہاد سے معمور، متبحرِ علم و

دانش، خوشنویس، صاحبِ فکر و نظر حضرات تشریف فرما ہو کر اہالیانِ ملتان کو بالخصوص اپنے فنِ خوش نویسی سے بہرہ ور فرمایا۔ اسلافِ ملّت نے فضائے ملتان کو علمی، فکری، ادبی اور خوشنویسی جیسے اہم موضوع سے مستفیض و مستنیر فرمایا جس کی نظیر ملنا محال ہے، بالخصوص جو حضرات محمد بن قاسم رح کی معیّت میں حجاز اور بغداد سے ملتان میں وارد ہوئے ان میں جہاں دوسرے صاحبِ علوم و فنون دینی و دنیوی علمی فکری مہارتِ تامہ رکھتے تھے وہیں پر اہلِ قلم خوشنویس حضرات نے بھی یہاں پر تشریف فرما ہو کر اہالیانِ ملتان کو فنِ خوشخطی سے بہرہ ور فرمایا۔ ملتان میں عبید بن احمد بغدادی رح سب سے پہلی ہستی تھے جنہوں نے اپنی حکمتِ عملی سے خوشخطی کو فروغ دیا۔ بقول صاحبِ تذکرۃ الجواہر فارسی قلمی کے "چوں حضرت محمد بن قاسم رح معہ عسکریان در سن نود و سہ ہجری المقدس ورودِ مسعود فرمود باں ہمراہ بزرگانِ دین و علمائے کبار و صاحبِ خوشخطی آمدند در خطۂ ملتان بہ فیوض و برکاتِ علمی، روحانی را بسیار شہرت و فروغ میکردند" پھر اس کے بعد مختلف دیار و امصار سے بزرگانِ دین علما و فضلا نے سرزمینِ ملتان کا رخ فرمایا۔ ان خطاط بزرگوں میں سے حضرت شاہ یوسف گردیز رح، حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح حضرت ملا منہاج الدین ملتانی المتوفی سنہ ۶۱۷ھ حضرت علامہ کمال الدین ملتانی المتوفی سنہ ۶۲۹ھ حضرت مولانا سید جلال الدین بلخی ملتانی المتوفی سنہ ۱۰ھ حضرت ملا امام الدین مبارک سنہ ۲ھ حضرت علامہ قطب الدین کاشانی ثم ملتانی سنہ ۱۰ھ حضرت عبداللہ تلنبھوی ۶۲۷ھ حضرت ملا عزیز اللہ تلنبھوی سنہ ۴۳ھ حضرت شاہ حسین قادری ملتانی المتوفی سنہ ۹۰۲ھ حضرت ملا سعید بن حسن المتوفی سنہ ۹۰۷ھ حضرت شیخ الفقہ شہاب الدین سہروردی ملتانی سنہ ۹۱ھ حضرت ملا حجۃ الدین ملتانی سنہ ۱۹ھ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جیسی عظیم المرتبت اور قد آور شخصیات نے جس قدر روحانیت کے علاوہ علم و ادب فنِ خوشخطی کو فروغ دیا ان حضرات اسلاف کے تحریر کردہ کتبے طغرے اب بھی بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جہانگیری دور کے مشہور خطاط ملا عبدالعزیز بن احمد انصاری القریشی ہو گزرے ہیں جنہیں جہانگیر نے اعزاز کے ساتھ اپنا کاتبِ خاص منتخب کیا۔ میر معصوم قندھاری کے لختِ جگر میر ملا قیوم قندھاری ثم ملتانی نے اپنی عمر کے آخری ایام ملتان ہی میں بسر کئے اور فنِ خطاطی کے فروغ کیلئے کام کیا۔ شاہجہان کے عہدِ حکومت میں ملا عبدالحق شیرازی کے ممتاز تلامذہ میں جناب سلطان محمود کاشف انصاری القریشی ملتانی کے تحریر کردہ بعض خطوط شاہجہان کی نظر سے گزرے تو جنابِ انصاری کو شاہی دربار میں کاتبِ خاص مقرر کر دیا۔ ضعیف العمری میں جنابِ انصاری اس عہدہ سے سبکدوش ہو کر واپس

ملتان میں آ گئے۔ نعمان بن سعید انصاری نقشبندی ہراتی ثم ملتانی کے تحریر کردہ کاشی پر طغرے آج بھی قلعہ چتوڑ گڑھ (ضلع ملتان) پر بخطِ کوفی مسجد کہنہ پر موجود ہیں حالات کی نامساعد فضا اور عدم توجہگی کے باوجود بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ اکبری دور کے ملتانی ملا قیوم بن حسن ملتانی سلطان جلال الدین اکبر کے دربار میں کاتب خاص رہے آپنے کوفی رسم الخط میں جب یہ رباعی تحریر کر کے اکبر کو پیش کی اسے دیکھکر ابن مبارک ابوالفضل، فیضی جیسے علم و ادب کے رسیا بھی حیران و ششدر ہو گئے۔ وہ تاریخی اہمیت کی حامل رباعی یہ تھی۔

ایا خجستہ خصالے کہ ساکنانِ فلک ۔۔۔ بر آستانِ تو دارند سیل دربانی
چہ حاجت است کہ گویم حالِ خستۂ خود ۔۔۔ کہ حالِ خستہ دلاں را تو خوب مے دانی

اکبری دور کے دوسرے کاتب میر عبداللہ ملتانی تھے جنہوں نے فن خطاطی کو فروغ دیا۔ اور عالمگیر شہرت اسقدر پھیلی کہ جب جہانگیر کے دربار تک آپکی رسائی ہوئی تو آپنے یہ رباعی اپنے مخصوص انداز میں تحریر کر کے پیش کی جو خطاطی کا منہ بولتا شاہکار تھی۔

قادرا قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کنی ۔۔۔ مردگاں را جاں بخشی زندگاں بے جاں کنی،
پادشاہا تخت ستانی طالب یکناں کنی ۔۔۔ بے نوا بے کساں را در دمے سلطاں کنی

ایران کی خطّاطی کا ملتان سے تعلّق

ایران ابتداہی سے علم و ادب فن خطاطی جیسے اہم فنون کا گہوارہ رہا ہے شیراز، اصفہان کرمان، خرقان جیسے بلاد میں حضرت حافظ شمس الدین شیرازی المتوفی ۷۹۳ھ حضرت شیخ سعدی المتوفی ۶۹۱ھ فغاں شیرازی ۹۲۵ھ حضرت خواجہ جنید شیرازی ثم ملتانی حضرت کمال اسماعیل اصفہانی المتوفی ۶۲۶ھ حضرت ملا حسن بن صالح خرقانی المتوفی ۶۶۴ھ حضرت شاہ سعید کرمانی ۶۹۴ھ جیسے زعمائے اسلاف اور فن خطاطی کے رہنما بزرگوں نے جو عالمگیر شہرت حاصل کی اس کی نظیر نہیں ملتی انہی اسلاف کی بدولت ملتان کی سرزمین کا تعلق رہا ہے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ دو بار ملتان میں تشریف لائے ایک مرتبہ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کی حین حیات میں پھر دوسری مرتبہ حضرت غوثؒ کی نماز جنازہ پڑھانے

دانش، خوشنویس، صاحبِ فکر و نظر حضرات تشریف فرما ہو کر اہالیانِ ملتان کو بالخصوص اپنے فنِ خوش نویسی سے بہرہ ور فرمایا۔ اسلافِ ملّت نے فضلائے ملتان کو علمی فکری ادبی اور خوشنویسی جیسے اہم موضوع سے مستفیض و مستنیر فرمایا جس کی نظیر ملنا محال ہے، بالخصوص جو حضرات محمد بن قاسم رح کی معیّت میں حجاز اور بغداد سے ملتان میں وارد ہوتے ان میں جہاں دوسرے صاحبِ علوم و فنون دینی، نبوی علمی فکری مہارت تامہ رکھتے تھے وہیں پہ اہلِ قلم خوشنویس حضرات نے بھی یہاں پر تشریف فرما ہو کر اہالیانِ ملتان کو فنِ خوشخطی سے بہرہ ور فرمایا۔ ملتان میں عبید بن احمد بغدادی رح سب سے پہلی ہستی تھے جنہوں نے اپنی حکمتِ عملی سے خوشخطی کو فروغ دیا۔ بقول صاحبِ تذکرۃ الجواہر فارسی قلمی کے لئے "چوں حضرت محمد بن قاسم رح معہ عسکریاں در سن نود و سہ ہجری المقدس ورودِ مسعود فرمود باں ہمراہ بزرگانِ دین و علماء کبار و صاحبِ خوشخطی آمدند در خطۂ ملتان بہ فیوض و برکاتِ علمی، روحانی را بسیار شہرت و فروغ میکردند" پھر اس کے بعد مختلف دیار و امصار سے بزرگانِ دین علماء و فضلاء نے سرزمینِ ملتان کا رخ فرمایا۔ ان خطاط بزرگوں میں سے حضرت شاہ یوسف گردیز رح، حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی رح حضرت ملاّ منہاج الدین ملتانی المتوفی سنہ ۶۱۷ھ حضرت علامہ کمال الدین ملتانی المتوفی سنہ ۶۲۹ھ حضرت مولانا سید جلال الدین بلخی ملتانی المتوفی سنہ ۶۷۱ھ حضرت ملاّ امام الدین مبارک سنہ ۶۷۲ھ حضرت علامہ قطب الدین کاشانی ثم ملتانی سنہ ۶۷۱ھ حضرت عبداللہ تلنبھوی ۶۲۷ھ حضرت ملاّ عزیزاللہ تلنبھوی سنہ ۷۴۳ھ حضرت شاہ حسین قادری ملتانی المتوفی سنہ ۹۰۲ھ حضرت ملا سعید بن حسن المتوفی سنہ ۹۰۷ھ حضرت شیخ الفقہ شہاب الدین سہروردی ملتانی سنہ ۷۹۱ھ حضرت ملا حجۃ الدین ملتانی سنہ ۷۱۹ھ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جیسی عظیم اور مقتدر شخصیات نے جس قدر روحانیت کے علاوہ علم و ادب و فنِ خوشخطی کو فروغ دیا ان حضرات اسلاف کے تحریر کردہ کتبے طغرے اب بھی بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جہانگیری دور کے مشہور خطاط ملا عبدالعزیز بن احمد انصاری القریشی ہو گزرے ہیں جنہیں جہانگیر نے اعزاز کے ساتھ اپنا کاتبِ خاص منتخب کیا۔ میر معصوم قندھاری کے لختِ جگر میر ملا قیوم قندھاری ثم ملتانی نے اپنی عمر کے آخری ایام ملتان ہی میں بسر کئے اور فنِ خطاطی کے فروغ کیلئے کام کیا۔ شاہجہان کے عہدِ حکومت میں ملا عبدالحق شیرازی کے ممتاز [illegible] جناب سلطان محمود کاشف انصاری القریشی ملتانی کے تحریر کردہ بعض خطوط شاہجہان کی نظر سے گزرے تو جناب انصاری کو شاہی دربار میں کاتبِ خاص مقرر کر دیا ضعیف العمری میں جنابِ انصاری اس عہدہ سے سبکدوش ہو کر واپس

ملتان میں آ گئے ۔ نعمان بن سعید نصاری نقشبندی ہراتی ثم ملتانی کے تحریر کردہ کاشی پر طغرے آج بھی قلعہ جنوبڑ گرگڑھ (ضلع ملتان) پر بخطِ کوفی مسجد کہنہ پر موجود ہیں حالات کی نامساعد فضا اور عدم توجہگی کے باوجود بھی پڑھے جا سکتے ہیں ۔ اکبری دور کے ملتانی ملا قیوم بن حسن ملتانی سلطان جلال الدین اکبر کے دربار میں کاتب خاص رہے آپنے کوفی رسم الخط میں جب یہ رباعی تحریر کر کے اکبر کو پیش کی اسے دیکھکر ابن مبارک ابوالفضل ، فیضی جیسے علم و ادب کے رسیا بھی حیران و ششدر ہو گئے ۔ وہ تاریخی اہمیت کی حامل رباعی یہ تھی ۔

ایا خجستہ خصالے کہ ساکنانِ فلک — برآستانِ تو دارند سیل دربانی
چہ حاجت است کہ گویم حالِ خستۂ خود — کہ حالِ خستہ دلاں را تو خوب مے دانی

اکبری دور کے دوسرے کاتب میر عبداللہ ملتانی تھے جنہوں نے فن خطاطی کو فروغ دیا۔ اور عالمگیر شہرت اسقدر پھیلی کہ جب جہانگیر کے دربار تک آپکی رسائی ہوئی تو آپنے یہ رباعی لپنے مخصوص انداز میں تحریر کر کے پیش کی جو خطاطی کا منہ بولتا شاہکار تھی ۔

قادرا قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کنی — مردگاں را جاں بخشی زندگاں بے جاں کنی،
پادشاہا تخت ستانی طالب یکساں کنی — بے نوا دے کساں را در دمے سلطاں کنی

ایران کی خطاطی کا ملتان سے تعلق

ایران ابتدا ہی سے علم و ادب، فن خطاطی جیسے اہم فنون کا گہوارہ رہا ہے شیراز، اصفہان، کرمان، خرقان جیسے بلاد میں حضرت حافظ شمس الدین شیرازی المتوفی سنہ ۷۹۳ھ حضرت شیخ سعدی المتوفی سنہ ۶۹۱ھ فغان شیرازی سنہ ۹۲۵ھ حضرت خواجہ جنید شیرازی ثم ملتانی حضرت کمال اسمٰعیل اصفہانی المتوفی سنہ ۶۲۶ھ حضرت ملا حسن بن صالح خرقانی المتوفی سنہ ۶۶۱ھ حضرت شاہ سعید کرمانی سنہ ۶۹۱ھ جیسے زعماء تے اسلاف اور فن خطاطی کے رہنما بزرگوں نے جو عالمگیر شہرت حاصل کی اس کی نظیر نہیں ملتی انہی اسلاف کی بدولت ملتان کی سرزمین کا تعلق رہا ہے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ دو بار ملتان میں تشریف لائے ایک مرتبہ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کی حین حیات میں پھر دوسری مرتبہ حضرت غوثؒ کی نماز جنازہ پڑھانے

کے لئے ۔ یہ بات تاریخی طور پر دلچسپ ہے جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے ۔

۲ھ جب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کا انتقال ہونے لگا تو آپ کے صاحبزادے صدرالدین عارفؒ نے تجہیز و تکفین کے سلسلے میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ "جملہ انتظامات تجہیز و تکفین بہ سپرد برادرم سعدی شیرازی کردہ ام" جب آپ رحلت فرما گئے تو حضرت شیخ سعدیؒ بغل میں کفن دبائے فوراً تشریف لے آئے تجہیز و تکفین فرمائی مخدوم صدرالدین عارفؒ نے کہا "عمویم شنیدہ ام کہ شما کتاب گلستان و بوستان رقم کردہ" تو حضرت سعدیؒ نے فرمایا قلم دوات لے آؤ رات کے وقت آپ نے گلستان بوستان رقم فرمانی شروع کی نصف شب کے وقت جب مخدوم صدرالدین عارفؒ حجرہ کے قریب آئے تو دیکھا کہ حضرت سعدی مراقبہ کی حالت میں ہیں اور قلم خود بخود لکھ رہی ہے ۔ صبح کو دونوں کتابیں آپ نے مخدوم صاحب کے سپرد کیں گلستان اور بوستان جہاں تصنیف کا ایک عظیم شاہکار تھیں وہاں فن خطاطی کا بھی مرقع زریں تھیں" متذکرہ حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ سعدی شیرازیؒ ملتان میں تشریف لائے اور تین ماہ تک قیام کیا ۔ حضرت مخدوم صفی الدین شیرازی المتوفی سنہ ۶۹۱ھ فیروز شاہ تغلق کی حکومت کے عہد میں شیراز سے ملتان میں تشریف لائے اور علم و روحانیت سے اہالیان ملتان کو نہ صرف اپنے فیض اکتساب سے نوازا بلکہ خوشخطی کو بھی حد فروغ بخشا حتیٰ کہ مخدوم جلال الدینؒ اویسی کھگہ بستی دائرہ المتوفی سنہ ۷۰۱ھ مخدوم صفی الدین شیرازیؒ کی معیت میں خطاطی کو بے حد پھیلایا ۔ مولانا منہاج الدین ملتانی نے دہلی سے ملتان میں حضرت شیرازی سے فن خطاطی کے سلسلہ میں شرف تلمذ حاصل کیا ۔ حضرت مخدوم سید قاضی جلال الدین شیرازیؒ المتوفی سنہ ۷۰۱ھ نے بھی خوشنویسی کو عروج تام بخشا ۔ قاضی سید علاؤالدین کرمانی المعروف دربرؒ سنہ ۷۷۵ھ نے ملتان کے کہنہ قلعہ پر دیار و امصار میں خوشنویسی کو پروان چڑھایا ۔

عہد ابدالی میں ـــــ ملتان کے کاتب

احمد شاہ ابدالی کے عہد حکومت میں جبکہ نواب مظفر الدین شہیدؒ کے دور گورنری میں فن خوشنویسی کو ملتان میں بہت تقویت پہنچی ۔ حضرت حافظ محمد جمال اللہ چشتی نظامی ملتانی المتوفی سنہ ۱۲۲۶ھ حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامی المتوفی سنہ ۱۲۵۱ھ حضرت منشی غلام حسن شہیدؒ المتوفی سنہ ۱۲۶۵ھ حضرت خواجہ پیر دلبر قادری المتوفی سنہ ۱۲۴۷ھ جیسے اکابر بزرگوں نے فن خوشنویسی کو نہ صرف عام کیا بلکہ عامۃ الناس میں اسکی

خوب اشاعت و ترویج فرمائی، خود نواب مظفر الدین شہید سنہ ۱۸۱۷ء بھی بہترین کاتب اور اسکی اصناف نستعلیق نسخ و کوفی کے اسرار و رموز سے واقف تھے جن کی تحریریں راقم الحروف کی نظروں سے گزری ہیں ۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مشہور ہیرو حضرت سید عبد النبی قادری شہیدؒ ملتانی، حضرت مخدوم عبد الہادی انصاری القریشی، مولانا قاضی نور مصطفےٰ انصاری القریشی شہیدؒ حضرت مولانا علی مردانؒ قادری ملتانی رح المتوفی سنہ ۱۲۸۸ھ مخدوم قاضی محمد عبید اللہ چشتی نظامی سنہ ۱۳۰۱ھ حضرت قاضی ابو موسیٰ پاک المعروف خواجہ خدا بخش ملتانی المتوفی سنہ ھ حضرت سید جلال الدین ملتانی المتوفی سنہ ۱۲۷۵ھ جیسے نفوس مقدسہ نے اپنے مریدین و حلقۂ احباب میں فن خطاطی کو جو پذیرائی بخشی وہ اپنا ایک عدیم المثال مقام رکھتی ہے ۔ جہاں دہلی، پٹنہ، بدایوں، آگرہ، لکھنو، بریلی، اجمیر شریف، سرہند شریف اور لاہور جیسے عظیم شہروں میں خوشنویسی کو فروغ حاصل ہوا ہیں پر سرزمین ملتان بھی کبھی کسی بھی زمانے میں تمام علوم و فنون کے لحاظ سے ان خطوں سے پیچھے نہیں رہی یہ کمال ہے سرزمین ملتان کا جس میں آسلاف ملت نے تشریف لا کر کرم النفات فرمایا

برصغیر پاک و ہند کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملتان میں فن خطاطی کو جو ازسر نو عروج حاصل ہوا وہ مقدس شخصیت حضرت علامہ مولانا احسن التحریر مخدوم محمد حسن کلیم علیہ الرحمۃ کی تھی کہ جس نے گوناگوں آلام و مصائب اور صدہا مشکلات درپیش آنے کے باوجود بھی خوشخطی کے الاؤ کو برابر جلائے رکھا۔ آپ اگر دورِ جہانگیری میں ہوتے تو صفِ اول اور دربارِ خاص کے کاتب منتخب ہوتے ۔ کیوں کہ آپ میں علمی ادبی اور فنی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں، آپ نے اپنی تمام عمر سادگی، شرافت دیانت امانت اور صداقت کے علمبردار رہے آپ فی الواقع اپنے دور کے صالح محمد کمبوہ، باقر کشمیری، میر ہاشم سرہندی تھے اگر متذکرہ کاتب حضرات آپکے دورِ زندگی میں ہوتے تو آپکی خداداد قابلیت کو دیکھ کر بے حد سراہتے اور آپکو خراج تحسین پیش کرتے کیونکہ فن خطاطی ایک مشکل اور اہم صنف ہے جسے نعمتِ غیر مترقبہ کہنا موزوں ہوگا ۔ کہ جس پر ہر آدمی حاوی اور ماہر نہیں ہو سکتا بلکہ جس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے اسے رب العزت اپنے فضل و کرم سے نواز دیتا ہے ۔ حضرت علامہ کلیم رقم مرحوم کے تحریر شدہ کتبے طغرے عربی فارسی زبانوں میں تحریر شدہ جبکہ جناب تاج الدین زریں رقم مرحوم جیسے خطاط الملک نے دیکھے تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ ۔ مصرعہ

بسیار کاتب دیدہ ام اما تو چیزے دیگرے!

اور اسی بنا پر جناب زرین رقم نے آپ کو "احسن التحریر" کا خطاب مرحمت فرمایا تو ایسے دور میں جبکہ مادیت پرستی کا دور دورہ ہے روحانیت کا فقدان نظر آتا ہے وہیں پر فنِ خطاطی کی جانب بہت کم توجہ دی جا رہی ہے۔ بلکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ حکومت فنِ خطاطی کو اسکولوں، کالجوں اور دیگر تمام سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں لازمی قرار دیدیتی اور فنِ خطاطی کو دوبارہ عروج حاصل ہوتا تو آج اس فن سے متعلق لوگ کسمپرسی کا شکار نہ ہوتے۔ کسی سرپرستی یا کسی طرح کے سرکاری تحفظ میسر نہ آنے کے باوجود بھی صاحبِ ذوق حضرات نے فنِ خطاطی کے فروغ کیلئے شب و روز محنتِ شاقہ کرکے اسے زندۂ جاوید رکھا۔ حضرت علامہ کلیم رقمؒ بن حضرت حافظ محمد عبداللہ چشتیؒ کی زندگی کے لمحات قائم اللیل وصائم الدہر میں بسر ہوتے آپ نے فنِ خطاطی کیلئے اپنی زندگانی کو وقف کر دیا آپ نے جو کتابیں تحریر فرمائیں طغرے اور کتبے رقم کئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ ہی کا خاصہ ہے کہ جس نے اس امتدادِ زمانہ میں تشہیر کرکے پذیرائی کا مقام بخشا۔ مگر افسوس ہے کہ ملتان کے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں حضرت علامہ احسن التحریر کلیم رقمؒ کے متعلق اور آپ کی خدمات کا تذکرہ نہیں کیا گیا حالانکہ آپ کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا جانا چاہیئے تھا مگر معلوم کن مصالح کی بنا پر حضرت احسن التحریرؒ کا تذکرہ ارقام رقم کرنا کسی سیاسی بھینٹ کا شکار بن گئے۔ آخر میں حضرت علامہ احسن التحریر مخدوم محمد حسن خان کلیم رقم مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہوئے اپنے برادرِ عزیز ابنِ کلیم حافظ محمد اقبال حسن چشتی نظامی اور دیگر تمام رفقاء حضرات کا بے حد ممنون ہوں کہ وہ فنِ خطاطی کو نہ صرف بامِ عروج پر پہنچانے کیلئے شب و روز مصروفِ عمل ہیں بلکہ اس عظیم تاریخی ثقافتی اور ادبی ورثہ کے فروغ و تحفظ کیلئے ایک جامع منصوبہ کے تحت کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نیک و تعمیری مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے

آمین



رقیمۂ نیاز

اسد ترمذی

واین قدر گفتم کہ از دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

فنِ خطاطی کے نیّرِ تاباں حسن التحریر کلیم رقم کو معروف علمی و ادبی شخصیّات کا خراجِ عقیدت

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہٗ

جناب محمد حسن صاحب کلیم مرحوم کی یاد میں مختلف تنظیمیں ۲۸ شعبان کا دن منا رہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مرحوم اپنے حسن اخلاق اور فنِ کتابت کے کمال کے اعتبار سے اس کے مستحق ہیں ان کی یاد میں ان کا یوم پورے اہتمام کے ساتھ منایا جاتے ان کی خوبیاں اور محاسن ان کے حلقۂ احباب میں فراموش کیئے جانے کے قابل نہیں، وہ محبت و اخلاص کا مجسّمہ تھے۔ اپنے فن میں تو بے مثال تھے۔ ان کے حسن کتابت کے نقوش مٹنے والے نہیں۔ ان کی وفات سے اس فنِ خطاطی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اور ان کے محاسن اخلاق کے ساتھ ان کی شخصیّت کا تصوّر کیا جائے تو ان کا مقام بہت بلند نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پر رحمت و مغفرت کے پھول برساتے اور ان کے صاحبزادوں کو ان کی عظمت کے چمکتے ہوئے نقوش بنائے۔

آمین

(سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ)

9-8-76

احسن التحریر مخدوم محمد حسن خان کلیمؒ

حضرت علامہ سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری کی نظر میں

جناب کلیم رقم علیہ الرحمۃ ایک کہنہ مشق کاتب اور ماہرِ فن خوشنویس ہی نہیں تھے بلکہ اس فنی کمال کے ساتھ ساتھ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ جہاں وہ ایک پکے مسلمان تھے وہاں ایک عظیم انسان تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند بلکہ اوراد و وظائف کے عامل تھے نہایت با اخلاق تھے۔ مزاج میں تواضع و انکساری تھی۔ جس سے ملتے تھے ہنستے مسکراتے، پیار اور محبت کے ساتھ ملتے تھے۔ ہمیشہ ہشاش بشاش اور خندہ جبیں رہتے تھے۔ دوستوں سے مل کر تو وہ گلِ خنداں کی طرح کھِل جاتے تھے۔

معاملے کے نہایت کھرے اور صاف تھے۔ کیا مجال کہ کسی کی ایک کوڑی بھی اپنے پاس رکھ لیں۔ ساری عمر شب و روز محنت و دیدہ ریزی سے رزقِ حلال کمایا اور بچوں کو کھلایا۔ جب ماشاءاللہ بچے جوان ہوئے اور ان کی خدمت کے قابل ہوئے۔ وقت آگیا کہ اب وہ آرام سے بیٹھ کر کھائیں کہ ربّ العزت کا حکم آن پہنچا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

اللہ کریم اپنے اس عظیم بندے کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرماتے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش برساتے۔

آمین

سید نورالحسن بخاری

۱۱ شعبان المعظم ۹۶ھ

معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد صاحب اویسی مدظلہ، کی نظر میں!

مخدوم محمد حسن خان کلیم علیہ الرحمۃ

ملتان کے مشہور و معروف خطاط و خوشنویس جناب مخدوم محمد حسن خان کلیمؒ نہایت ہی خوش خلق نیک سیرت اور مسلکِ اہلسنت کے متصلب اور مضبوط انسان تھے۔ کبھی دنیوی لالچ پر اہلسنت کے خلاف کتابت نہیں کی بلکہ گراں قدر مزدوری کو ٹھکرا دیتے تھوڑے پر اکتفا کرتے اور بزرگانِ دین کے مسلک کے متوالے تھے مدارسِ عربیہ سے متعلق سندات او اشتہارات و کتب کو خوب مزین کر کے لکھتے۔ اضلاع ملتان۔ بہاولپور ڈیرہ غازیخان ساہیوال وغیرہ کے مدارس اور منتظمین ان کے مرہونِ منت ہیں کہ کام عمدہ اور بہترین کرتے تھے ان کی کتابت کا ایک خاص معیار تھا۔ جو اب ان کے صاحبزادے حافظ محمد اقبال احسن نظامی کو ودیعت ہوا اور وہ ابن کلیم کے نام سے معروف ہوکر قلم کلیمی کا معیار برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابنِ کلیم کی عمر دراز فرمائے۔ مدارسِ عربیہ کے منتظمین سے اپیل ہے کہ ان سے اسی طرح رابطہ قائم رکھیں۔ ادارہ "الہام" اور مدرسہ جامعہ اویسیہ بہاولپور کے اراکین حضرت کلیم صاحب مرحوم کے غم میں انکے صاحبزادوں اور عزیزوں کے ساتھ شریک اور مرحوم و مغفور کے لئے ترفع درجات کے متمنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اپنی رحمت و مغفرت فرمائے اور انکی مرقد پر انوار و تجلیات کا نزول ہو۔ آمین

الوالفتاح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور

(بشکریہ ہفت روزہ "الہام" بہاولپور ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۱ء)

مشہور خوشنویس جناب محترم منشی طفیل احمد صاحب قادری صدر "دبستان فروغ خطاطی" کے تاثرات

منشی محمد حسن صاحب کلیم نور اللہ مرقدہٗ

ایک پاک باطن، صاف ستھرے اور اپنے کام سے لگن رکھنے والے پاکیزہ قسم کے انسان تھے آپ دوستوں کے کام آنے والے اعلیٰ پایہ کے دوستوں میں سے ایک دوست تھے ۔ آپ کی طبیعت میں سادگی اور مزاح پن بدرجہ اتم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔

آپ نہایت ہی رحم دل اور فرشتہ سیرت انسان تھے ۔ آپ کو اپنے فن سے بے حد پیار تھا ۔ آپ نے فن کتابت میں کافی نام پیدا کیا اور بے شمار شاگرد بنائے ۔ فن کتابت سے انہیں بے پناہ لگاؤ تھا اور "کلیم رقم" کے نام سے لکھا کرتے تھے ۔ آپ نے حتی المقدور فن کو پھیلانے کی کوششیں بھی کیں ۔ ان کی اپنی طرز بھی انکے اپنے خدوخال تھے ۔ خطاط الملک استادِ زماں جناب منشی تاج الدین صاحبؒ زریں رقم کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے ۔ میرے ساتھ ان کی قریبی وابستگی تھی ۔ آتے جاتے دعا سلام ہوتی رہتی تھی ۔ میرا ان کا بہت شستہ مذاق تھا بے تکلفی بھی تھی ۔

"احسن التحریر کلیم رقمؒ" خوشنویس یونین ملتان کے سرگرم رکن تھے ۔ یونین کی طرف سے گاہے بگاہے موسم گرما میں پارٹیاں ہوتی رہتی تھیں ان میں بڑی گرم جوشی سے شریک ہوتے اور اپنی بذلہ سنجی سے حاضرینِ محفل کے دل موہ لیتے ۔ ان کی ہنسی ایسی پُر کیف اور پُر لطف ہوتی کہ اُس ہنسی کے آگے سب کھل کھلا کر ایسے لوٹ پوٹ ہوتے کہ پیٹ میں بل پڑ جاتے اولیاء اللہ سے انہیں بڑی محبت اور حد درجہ الفت تھی ۔ ان کے مزارات پر حاضری دینا معمول تھا اور اُن کی کتابیں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا کرتے تھے ۔ ویسے بھی اولیاء اللہ کی تصنیفات شریعت و طریقت کے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں جنہیں ایک حقیر سے حقیر

سا انسان بھی پڑھکر فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو سکتا ہے ۔

عزیزم ابنِ کلیم حافظ محمد اقبال احسن نظامی کی اللہ تعالیٰ عمر دراز فرمائے ۔ وہ فنِ کتابت کے متعلق خدمت کا جو جذبہ رکھتے ہیں خداوند تعالیٰ ان کے اس جذبہ کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے اور پھلنے پھولنے میں ان کا ساتھ دے ۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

طفیل احمد دری
20 - 8 - 76

علامہ میر افق کاظمی امروہوی

دریغا برفت از جہاں خوشنویسے — کلیم آنکہ بد با بزرگاں انیسے،

بفنِ کتابت نفاست پسندے — بگلکاری و نقش بندی نفیسے،

باخلاص میداشت جامن عقیدت — کہ می بود ہمسایہ و ہم جلیسے

چو فکر نمودم پئے سالِ نقلش — ندا داد ہاتف بلفظِ سلیسے،

افق سالِ شمسی بگو سادہ طرزے

"محمد حسن کاتبِ خوشنویسے"

۱۹ ۶ ۷۱

لمحۂ فکریہ!

از۔ عبدالرشید مہر و رقم خوشنویس
رکن مجلس عاملہ دبستان فروغ خطاطی۔ ملتان

فنِ خطاطی کے شہرہ آفاق استاد جناب کلیم رقم مرحوم کی پانچ سالہ برسی پر جب مجھے برادرم ابنِ کلیم نے بلایا تو میں نے سوچا کہ اس صاحب فن بزرگ کے حضور اس موقع پر کس طرح نذرانہ عقیدت پیش کروں کہ جن کی نیک نیتی، خلوص و مروّت اور خدا ترسی کے اثرات ہزاروں دلوں میں ثبت ہیں۔ آخر کار دل نے کہا کہ تحریری طور پر مختصراً سادہ الفاظ ہی لکھ دوں کہ وقت کی نزاکت کے مطابق اظہارِ عقیدت کی یہی راہ مناسب ہے اس کے سوا ایک غریب فن کار کے پاس اور ہے ہی کیا؟۔ ایک چھوٹی سی خلش کچھ لوگوں کے دلوں میں سوال بن کر ابھرتی ہے کہ یہ دن کیوں کر منایا جا رہا ہے۔ بزرگ تھے اس لئے؟ فنِ خطاطی کے استاد تھے اس لئے؟ کچھ لوگوں پر احسان کئے تھے اس لئے؟ لیکن نہیں۔ بلکہ صرف اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے ایام میں خصوصاً اہلِ فن اور اہل علم مہذب لوگوں کے دلوں میں ایسا مقام پیدا کر لیا تھا کہ جب کوئی ایسا موقع آتا ہے تو دل مجبور ہو جاتے ہیں اور بے ساختہ ان کی توصیف و تعریف کرنے لگتے ہیں۔ اور یہی معیارِ انسانیت ہے۔

فنِ خطاطی جسے ہمارے ممدوح نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، ہمارے ملک کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اور یہ گذشتہ حکومتوں کے دوران بے توجہی کا شکار ہوتا رہا ہے مگر اس عوامی دور میں جب کہ مختلف فن کاروں کے کارناموں کو زندہ رکھنے کیلئے منظرِ عام پر لایا جا رہا ہے اور ہر طرح کا تحفظ دیا جا رہا ہے تو پھر اس روزِ روشن کی طرح واضح اور بلند ترین فن اور عظیم ثقافتی ورثہ "فنِ خطاطی" کے فروغ و تحفظ اور پائیداری کے لئے حکومت سے مؤثر ضمانت ملنی ضروری ہے جس سے کہ اس فن سے وابستہ لاکھوں افراد کی حوصلہ افزائی ہو اور مستقبل روشن ہو۔ اس فن کو سکولوں، کالجوں وغیرہ میں کتابوں اور خوشخطی کی کاپیوں کے ذریعے لازمًا رائج کرنا چاہیئے تاکہ نئی پود کی ہینڈ رائٹنگ کا معیار قائم کیا جا سکے۔ یہ ہمارے لئے ایک

لمحۂ فکریہ ہے۔ بچوں کے سامنے جب ٹائپ میں چھپی ہوئی کتابیں آتی ہیں اور وہ اس تحریر کے مطابق جب کچھ لکھنے لگتے ہیں تو نہ عربی طرز لکھ پاتے ہیں نہ اردو اس طرح ان کا طرزِ تحریر اس قدر بگڑ جاتا ہے کہ وہ بھدّے خط کی وجہ سے لکھتے ہوئے ہچکچاتے ہیں دراصل عربی طرز کو خطِ نسخ اور عام اردو طرزِ تحریر کو خط نستعلیق کہا جاتا ہے اگر نصابی کتب پہلے کیطرح خط نستعلیق میں کتابت کرا کے شائع کی جائیں تو طلباء کا تحریری معیار بلند ہونے لگے گا اور اس فن (پیشہ) کے ساتھ وابستہ کاتبوں کے روزگار کا تحفّظ ہو سکے گا۔ اگر فنِ خطاطی جیسے قیمتی سرمائے کو ضائع کرنے کی مذموم کوشش کی گئی تو ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ ہزاروں لوگ بے روزگار ہو جائیں گے۔ نئی پود تحریری وقار کھو بیٹھے گی اور اگر یہ فن جو ہمیں اپنے اکابرین سے ورثہ میں ملا ہوا ہے ہاتھ سے جاتا نظر آیا تو ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے ہمارا عہد ہے کہ ہم اپنے بزرگان سے حاصل کئے ہوئے اس فن کے تحفظ و بقا کیلئے ہمیشہ تگ و دو کرتے رہیں گے اور جیتے جی اس پر کوئی داغ نہ آنے دیں گے۔

آخر میں ہم سب تہہِ دل سے اس بزرگ خطاط کی روح کو ایصالِ ثواب کیلئے دعاگو ہیں جس نے اپنی پوری زندگی نہایت خلوص و محنت سے فن خطاطی کی خدمت کرنے میں گزار دی اور اپنی لَو سے بیشمار چراغ روشن کئے۔ خدائے قدوس ہمیں اس عظیم انسان کے روشن کردار کو مشعلِ راہ بنانے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

شبِ حیات کی تاریکیوں کے سائے میں
خلوص و پیار کی شمعیں جلا گئے ہو تم

تڑپتے اشکوں نے پلکوں کو جھک کے چوم لیا
کہ یاد ایسی عقیدت سے آ گئے ہو تم،

(جمیل احسن)

معروف خطاط، عالم دین اور فارسی کے مشہور شاعر حضرت علامہ مولانا میر آفق کاظمی امروہوی

نے

احسن التحریر حضرت مخدوم محمد حسن کلیم رحمۃ اللہ علیہ کے قطعاتِ تاریخ وصال یوں رقم فرماتے۔

افسوس شد سوئے عدم از عالم وجود
آں کاتبِ نفیس محمد حسن کلیم
تاریخ او افق ز لبِ دل برآمدہ
خطاط و خوشنویس محمد حسن کلیم

١٩٧١ء

٢

محمد حسن کاتبِ خوشنویسے ۔۔۔ زدنیا سوئے ملکِ عقبیٰ رواں شد
محمد حسن کاتبِ خوشنویسے ۔۔۔ زدنیا سوئے ملکِ عقبیٰ رواں شد
چہ خطاط و نقاش و گل کار زیبا ۔۔۔ دریغا کہ از بزمِ ما ناگہاں شد
بدو روز بیمار و بیہوش ماندہ ۔۔۔ بالآخر تہی قالبِ او زجاں شد
اُفق سالِ ششٔ از وجہِ پاکیزہ آمد ۔۔۔ محمد حسن خاں کلیم از جہاں شد

١٣٩١ھ

جنابِ محمد علی ظہوری
صدر بزمِ حسان پاکستان
کا
خراجِ تحسین

کلیم مرحوم کا نام زبان پر آتے ہی کئی ایک ملاقاتوں کے روح پرور مناظر نگاہوں میں گھوم جاتے ہیں۔ ملتان کے علاوہ مدرسہ مصباح العلوم میلسی کے سالانہ اجلاسوں میں اکثر ان کے ساتھ مل بیٹھنے کے مواقع ملتے رہے۔ وہ ایک منفرد اسلوبِ نگارش کے مالک تو تھے ہی اپنے اخلاق و اطوار کے لحاظ سے بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ کتابت کے نت نئے شاہکار تخلیق کرتے جنہیں دیکھ کر عوام و خاص بے پناہ دادِ تحسین سے نوازتے لیکن اُن کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ بھولے سے بھی کوئی فخریہ جملہ ان کی زبان سے نہیں سُنا۔ روحانیت کے ساتھ لگاؤ انہیں ورثے میں ملا تھا۔ خاندان کے بزرگوں میں چشتیہ سے رغبت موجود تھی۔ ان کے والد مولینا محمد عبداللہ خاں چشتی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الحفاظ تھے۔ آپ کے پیر و مرشد بھی اس سلسلہ کی ممتاز شخصیت تھے۔ اور رشتہ کے لحاظ سے آپکے نانا تھے اس متبرک ماحول نے اس جوہرِ قابل کو جلا بخشنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ افسوس کہ ناگہانی موت نے یہ درِ نایاب ہم سے بہت جلد چھین لیا۔ ع

اَب کہاں دنیا میں ایسی ہستیاں

بہ یادِ کلیم رقم
رحمۃ اللہ علیہ

"حسنِ تحریر" ہے تیرا خطاب
کب کسی کو مل سکا تیرا جواب
ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں اب تک جسے
فنِ خطاطی کو بخشی جس نے آب

گم ہوئے وہ لوگ جانے اب کہاں
جن کے دل میں تھا خلوص بے حساب
قائم و دائم تھیں جن سے رونقیں
ان کو کیوں بھولے دلِ خانہ خراب

محمد اسلم ظفی
مخدوم پوری

جناب محمد اکرم خان صاحب مالک و مدیر "الشمس" کے تاثرات

محمد حسن کلیم صاحب نے کتابت کا کام میرے پاس روزنامہ شمس میں شروع کیا۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ ان کے بزرگان کے میرے بزرگان سے بھی تعلقات تھے اس طور ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے۔ باہمی اعتماد بہت زیادہ ہوگیا۔ صرف خوشنویسی تک تعلق نہ رہا بلکہ ہر قسم کے ذاتی کاموں کے متعلق بھی صلاح و مشورہ ہوتا رہا۔ ان کو خوشنویسی کا بہت شوق تھا اس میں وہ بہت ہی محنت کرتے اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس فن میں اس قدر شہرت اور نام پیدا کیا۔ ان کے والد صاحب انتہائی نیک اور شریف انسان اور حافظ قرآن تھے۔ اور دینی علم میں کمل عبور تھا۔ یہ ان کی ہی شرافت اور عمدہ تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ شریف آنکھوں میں حیا اور لحاظ تھا۔ بڑوں کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔ چھوٹوں سے محبت و پیار سے پیش آتے تھے۔ میرا اور ان کا تعلق کا سلسلہ چند ماہ یا سال نہ رہا بلکہ سالہا سال اور تا زندگی رہا۔

روزانہ اخبار تھا کبھی بھی پریشانی یا دھوکہ نہ دیا یہ اس طرح کام کرتے رہے جیسے خود مالک ہوں اس لئے میں اس طرف سے بالکل بے فکر تھا۔ بہت اچھی طبیعت کے مالک اور خوش اخلاق تھے۔ میرا کام چھوڑ کر وہ کسی اور جگہ کام پر نہ گئے۔ مگر حالات کچھ ایسے ہوگئے تھے کہ ان کا گھر پر رہنا ضروری ہوگیا تھا لیکن اس کے باوجود ملنا جلنا اور بے تکلفی اور قربت ویسی ہی رہی میرے ساتھ ان کے جو طویل عرصہ تعلقات رہے وہ اکثر و بیشتر یاد آتے رہتے ہیں اور ان کا چہرہ آنکھوں کے سامنے پھرتا رہتا ہے۔

خوش نویس تو میرے پاس بہت آتے اور جاتے رہے مگر ان میں اکثر ایسے ہیں جن سے تعلقات بہت گہرے ہوگئے اِن کی یاد ہر وقت آتی رہتی ہے کئی فوت ہوچکے ہیں اور کئی زندہ ہیں اتنا ضرور ہے کہ جتنے خوش نویس میرے ساتھ رہے وہ میرے ساتھ پوری وفاداری، ایمانداری اور ہمدردی سے پیش آتے رہے۔ مجھے کسی کیخلاف بھی کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی۔ بلکہ جس نیک نیتی اور ایمانداری سے میرے ساتھ ان کا تعاون رہا اور ان کے متعلق دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ میرے پاس بھائیوں اور عزیزوں کی طرح کام کرتے رہے کبھی بھی شکایت کا موقعہ نہ دیا۔

اتنا افسوس ضرور ہے کہ محمد حسنؒ کا بڑا لڑکا نہایت شریف، ذہین اور قابل تھا بہت جلد ترقی کی اور بہت جلد ہی عین جوانی میں اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوگیا۔ اس صدمہ سے ان کے دل پر کاری زخم ہوا جو اُن کے دل سے نہ مٹ سکا ایسے صدمات مٹ بھی نہیں سکتے کچھ عرصہ بعد وہ خود بھی اپنے بیٹے کو جا ملے۔

جتنا عرصہ زندہ رہے میرے ساتھ بہت قریبی اور پورے محبت و پیار کے تعلقات رہے بہت خوب آدمی تھے بہت عمدہ اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی تحریریں اب بھی میرے پاس موجود ہیں۔ ؎

خدا رحمت کند ایں مردِ پاک طینت را

۲۲ر اگست ۱۹۷۶ء

"لکھا کریں گے دل کی حکایاتِ خونچکاں"!

تحریر۔ شیخ غلام محمد نظامی
صدر مدرس جامعہ تعلیماتِ صوفیہ رجسٹرڈ ملتان

یہ بات فقط سننے کی نہیں دل سے سمجھنے کی ہے کہ خدائے عز و جل نے اپنی آخری اور سچی کتاب میں فرمایا "مجھے اس قلم کی قسم ہے جس سے پاکیزہ چیزیں لکھی جاتیں" اور یہ حقیقت ہے انسانی مراتب کی عظمت کے لئے قلم نے خاصا فریضہ سرانجام دیا ہے اسی لئے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قلم کی عزت کو چار چاند لگاتے ہوئے فرمایا:۔ "أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ" اے اللہ کے بندو! قلم کو معمولی نہ سمجھو نظامِ دنیا کے نظم و نسق کو درست کرنے کیلئے خالقِ کائنات نے سب سے پہلے قلم کی تخلیق فرمائی" قرونِ اولیٰ کے وہ مسلمان جنہوں نے خداداد ہیبت سے قصرِ کسریٰ کے دبدبہ و طنطنہ کو خاک میں ملا دیا" جہاں میدانِ وغا کے مردِ جری تھے وہاں عرصۂ خوشنویسی میں عظیم المرتبت شہسوار تھے جن اصحابِ رسول کو فنِ تحریر سے واقفیت تھی انہیں بارگاہِ رسالت میں خصوصی مقام حاصل تھا وہ حد درجہ کے ثقہ اور قابلِ اعتماد جانثار تھے یقین جانیئے خدانخواستہ اگر کوئی محروم القسمت ان کی دیانتداری او صحتِ تحریر پر ناک بھوں چڑھاتا ہے تو فقط چند شاگردانِ نبوت پر انگشت نمائی نہیں کرتا بلکہ پورے دین کے نظام کو مشکوک بنانے کی منافقانہ سازش میں شریکِ کار ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تاریخی خطبات فنِ خطاطی کا و خطابت کا اعلیٰ نمونہ ہیں امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت "جو متحدہ پاکستان ایسے پچیس مملکتوں پر مشتمل تھا" پورے کا پورا جو آج تاریخِ اسلامیہ میں محفوظ ہے اور موجب پیروکاری ہے اسی خوشنویسی کا مرہونِ منت ہے قسطنطنیہ میں خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان ذی النورین کا مصحفِ مبارک فنِ خطاطی کا اعلیٰ شاہکار آج بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ شیرِ خدا حیدرِ کرار حضرت علی المرتضیٰ کی تاریخی ہدایات جو آج دنیائے اسلام کی نہجۃ البلاغت کی شکل میں رہنمائی فرما رہی ہیں اسی ذوقِ کتابت کی پیداوار ہیں تذکرہ نگار لکھتے ہیں مشہورِ زمانہ تابعی اور سلسلہ چشتیہ کے سربراہ حضرت خواجہ حسن بصری بھی فنِ خطاطی سے بے پناہ لگاؤ رکھتے تھے۔

فاتحِ سندھ حضرت محمد بن قاسم جب برصغیر ہند و پاک میں تشریف لائے تو لشکرِ اسلام میں جہاں نامور جرنیل اور قد آور سورما تھے وہاں علم و فضل کے رسیا خطِ کوفی، نستعلیق و نسخ کے ماہر خطاط بھی ہمراہ تھے پھر جہاں جہاں ان اللہ کے بندوں نے قدم رکھا اس جگہ عربی ادب و حکمت اور فارسی علوم و فنون کے چشمے ابلنے

گئے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب، حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رح کی انیس الارواح، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی دلیل العارفین، خواجہ خدا بخش خیرپوری رح منشی غلام حسن شہید، حضرت شاہجمالی رح خواجہ عبید اللہ ملتانی کے قلمی شاہکار فن خطاطی کا اعلیٰ ورثہ ہیں آج بھی پاکستان کے کتب خانوں اور انڈیا کے قومی و ثقافتی مرکز پرانی دہلی میں وہ نوادرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس بات سے کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا اگر مجدد سرہندی رح نے شمالی ہند میں اپنے خداداد کمال سے مکتوبات مجددی کے ہزاروں صفحات لکھ کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رح کی مبارک تحریروں نے بھی مسلمانوں میں وہ عظیم الشان کام کیا جس سے رہتی دنیا تک حساس انسانوں کی گردنیں خم رہیں گی۔ مشہور محقق سید لطیف حسین ایم اے پی ایچ ڈی رقمطراز ہیں، میں نے اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلی کی مبارک زندگی پر ریسرچ کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اللہ تعالیٰ نے جس طرح علمی رفعت و بلندی مرحمت کی تھی وہاں فن کتابت میں آپ قلم کے دھنی تھے۔ اگر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شمار میں لایا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ایک ساعت زندگی میں انہوں نے دس دس اوراق قلمبند کئے ہیں جو خطاطی کا ایک دلکش نمونہ ہیں، سالانہ عرس پر منظر الاسلام بریلی میں ان کی نمائش کر کے اکابر کے مقدس کارناموں سے فرزندان اسلام کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ برصغیر ہند و پاک کی عدیم المثال خانقاہ تونسہ شریف جہاں فخر الاولیا حضرت خواجہ شاہ سلیمان رح تونسوی نے ایک یونیورسٹی قائم کی وہاں جسقدر علوم و فنون کے شعبہ جات تھے ان میں شعبہ خوشنویسی کو خاص فوقیت حاصل تھی۔ شہرہ آفاق استاد نصاب ضروری کے مصنف حضرت علامہ خدا بخش رح جرّاح کی تحریر شدہ علم و ادب کی نادر روزگار کتابیں دیکھ کر عقل ورطۂ حیرت میں آجاتی ہے کہ کیا سائنسی دور سے پہلے کے زمانہ میں ایسی دلفریب اشیاء سپرد قلم کی جاتی تھیں دار العلوم محمودیہ نظامیہ تونسہ شریف کا عالمگیر کتب خانہ جس سے برسوں مصور پاکستان علامہ سر محمد اقبال رح نے استفادہ کیا جس میں حضرت سلطان العلماء علامہ عبد العزیز پرہاروی رح کے ہاتھ مبارک کا قلمی نسخہ النساھیہ خوشنویسی میں بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ استاد خرّم بہاولپوری کا مرتب شدہ دیوان جو انکے ہی قلم سے تحریر ہے جدید دور کے خوشنویسوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ مدینۃ الاولیاء ملتان جس طرح اکابر اولیائے امت کا سرچشمہ رہا ہے اس طرح اس خطۂ پاک نے ہند و پاک کے گوشے گوشے سے علوم و فنون کے ماہرین کو اپنے دامن میں کھینچ لیا۔ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔ حضرت حافظ جمال اللہ رح ملتانی قاضی خدایار خانپوری، منشی شہید ملتانی فن خطابت کے جسطرح مسلم قائد تھے عرصہ خوشنویسی میں بھی انہیں بلا کا کمال حاصل تھا لنگاہ خاندان کے نامور قلمکار خانوادۂ چشتیہ نظامیہ کے قدآور فرزند حضرت احسن التحریر مخدوم محمد حسن خان کلیم رقم چشتی علیہ الرحمۃ بلیویں

صدی کے وہ آفاقی خوشنویس تھے جن کی مقبولیت دائرۂ تصور میں نہیں آسکتی غرضیکہ کوئی مذہبی کتاب ہو یا سیاسی سماجی اجتماع کا پوسٹر یا دینی تبلیغی ہینڈ بلز و پمفلٹ ملتان ڈویژن ہی نہیں بلکہ پورے وسطِ ایشیار میں آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ نمونہ نادر ہوا کرتا تھا ۔ آپ کو فنِ خطاطی کے فروغ کا فکر تھا ۔ آپ نے اسی جذبہ کے تحت بیشمار افراد کو فنِ خطاطی کے رموز سے آگاہ کیا ۔ مخدوم محمد حسن خان کلیم رح کی یاد میں آج بھی فنِ خطاطی کی تربیت گاہ "کلیم دبستانِ خطاطی" قائم ہے جو اس فن کے فروغ کے لئے بے لوث خدمات سرانجام دے رہا ہے جس کے بانی کہنہ مشق نوجوان خطاط ابنِ کلیم حافظ محمد اقبال خان آسن نظامی ہیں اور یہ خطاطی کی تربیت گاہ "دبستانِ فروغِ خطاطی" کے زیرِ اہتمام قائم ہے جس کے صدر معروف خطاط و خوشنویس جناب منشی طفیل احمد قادری ہیں "دبستانِ فروغِ خطاطی" کے اس مطالبہ پہ ہم اور ملک کے دیگر مختلف مکتبِ فکر کے لوگ متفق ہیں کہ حکومتِ پاکستان فنِ خطاطی کو نصابی تعلیم میں باقاعدہ طور پر شامل کرے آرٹس کونسلوں میں خطاطی کی کلاسوں کا اجراء کیا جائے اور فنِ خطاطی کے فروغ اور تحفظ کے لئے عملی اقدامات کر کے ہمارے اس عظیم دینی تاریخی اور ثقافتی ورثہ کو مٹنے نہ دیا جائے یہ جائز عوامی مطالبہ عوامی حکومت پورا کر کے قائدِ اعظم کی خواہش کی تکمیل کرے ۔

تذکرۂ کلیم
علیہ الرحمۃ

از
حضرت قاضی شاکر محمد صاحب
دیوانہ
(مخدوم پوری)

حلقۂ یاراں میں تھے شیریں مقال و خوشخصال
فنِ خطاطی میں تھے اپنی مثال و با کمال،
فیض سے ان کے تھے سب شاگرد ہر دم فیضیاب
"احسن التحریر" کا جن کو ملا پیارا خطاب
باسلیقہ خوش عقیدہ، نیک دل شیریں مقال
اہلِ دل اہلِ نظر سے تھی ہمیشہ قیل و قال
انس درویشانِ حق جنکے رہا دل میں مدام
کاملانِ حق سے پی جس نے مئے وحدت دوام
ہے اسی کے فیض سے اب تک یہ شاکر فیضیاب
جس نے دیوانے پہ اپنے کی عطائیں بے حساب



حضرت مخدوم محمد حسن خان کلیم
خانوادہ چشت کے قابل قدر سپوت

علامہ رشید احمد صاحب چشتی ناظم اعلیٰ
جامعہ تعلیمات صوفیہ رجسٹرڈ جامع مسجد درس والی ملتان

اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف بالترتیب نص قطعی میں بیان فرمائے ہیں۔ وہ ہمارے پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ عباداللہ کی پہچان مذکورہ آیت کی روشنی میں واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے۔

انسان اپنے اوصاف، اخلاق اور خصلتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ قوموں اور ملکوں کے افراد رنگ وروپ و دیگر خصوصیات کی بنار پر پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح جہانِ آخرت کے شیدائیوں اور اللہ کے بندوں کی بھی بعض ممتاز خصوصیات اور اوصاف ہیں اِن کا ایک خاص حلیہ ہے۔ جسے دیکھ کر بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ عبادالرحمٰن ہیں سے ہے۔ دنیا میں یہ مسافر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اصل منزل جہانِ آخرت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں خداوند قدوس نے اپنے بندوں اور جہانِ آخرت کے شیدائیوں کے چند اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ جو اِن صفات سے متصف ہوگا۔ اس کا شمار بندگانِ الٰہی میں ہوگا۔ اور جو شخص اِن اوصاف حمیدہ سے خالی ہے۔ وہ خالی از عبادالرحمان ہے۔ عباداللہ کے اوصاف۔ نمبر ۱۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال میں تواضع متانت اور خاکساری ٹپکتی ہے۔ ان کے ہر قول وفعل سے بندگی کا اظہار ہوتا ہے نمبر ۲۔ وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ اور جب ان سے جاہل بے سمجھ بات کریں تو سلام کہتے ہیں۔ اللہ کے بندے کم عقل اور بے ادب لوگوں کی جاہلانہ گفتگو کا جواب نہیں دیتے عفو ودرگذر سے کام لیتے ہیں۔ غرض جو ان کا وقت بیکار گفتگو میں صرف ہوتا وہ اللہ کی یاد میں صرف کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ اور وہ لوگ اپنے رب کے سامنے سجدہ میں یا کھڑے ہوکر رات گذارتے ہیں۔ عبادالرحمٰن کے شب وروز اس طرح بسر ہوتے ہیں کہ جب رات کو غافل لوگ نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں یہ

خدا کے آگے کھڑے اور سجدے میں پڑے گذارتے ہیں اور دِن کو جب لوگ دغا فریب اور معصیت کی طرف لپکے جا رہے ہوتے ہیں تو اس وقت یہ کسبِ حلال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ غرض دِن رات مصروفِ عبادت ہوتے ہیں۔ الغرض اِن صفات حمیدہ کے ساتھ اللہ کے نیک بندوں کی پہچان کرتے ہیں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ حضرت محمد حسن کلیم رح کو انہیں اوصاف جمیلہ کے ساتھ اس بندہ نے متصف پایا اور ان کو دِن میں کسب حلال میں مصروف اور رات کو بندگی خدا میں مشغول دیکھا۔ یہی وہ ہمہ صفت موصوف بلند پایہ انسان تھے۔ جن کا عباد اللہ کی صفِ اوّل میں شمار ہونا صِرف ارادت ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ جس طرح وہ میدان بندگی اور روحانیت کے شہسوار تھے۔ اسیطرح اربابِ فنِ نستعلیق کے لیے بھی مشعل راہ تھے۔ آپ نے اس بے بہا قیمتی جواہر پارے کو قوم و ملت کے لیے محفوظ فرمایا اور اس کی اشاعت عام کر کے مسلمانانِ پاکستان پر احسان عظیم فرمایا۔ دنیا کے بہت بڑے بڑے اربابِ فن نے آپ

کے آگے دامنِ تلمذ تہہ کیا اور آپ کے پیغام کو ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ آپ ہمیشہ خطِ نستعلیق کی حفاظت پر زور دیا کرتے تھے۔ کہ کہیں زمانہ کی ستم ظریفی اور کم نظری کا نشانہ نہ بن جائے شاید کہ آپ بہت دور اندیش تھے۔ آج جب کہ خطِ نستعلیق کی جگہ خط نسخ لے رہا ہے۔ رائج الوقت خط سے جب استاد ہی بے خبر ہیں تو تلمیذانِ مدرسہ پر کیا گذر رہی ہو گی۔ خطِ نستعلیق ہمارے ملک کی ایک خصوصیت ہے اس کی شان کو بحال کر سکے حضرت احسن التحریر کی روح کو تازگی اور فرحت بخشی جا دے۔ ہم اربابِ اقتدار سے اپیل کرتے ہیں کہ فنِ کتابت اور خطِ نستعلیق کو قانونی تحفظ دیا جائے تاکہ رہتی دنیا تک احسن التحریر حضرت کلیم رح کا پیغام گونجتا رہے اور ان کی یادگار قائم رہے۔ آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ حضرت محمد حسن خاں کلیم رح کی بلندیٔ درجات فرمائے اور جنت الفردوس میں سایۂ محبوب خدا نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔ وَآخرُ دعونا اَنِ الحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالمین۔

خط خوب ای برادر دلپذیر است   چو روح اندر تن برنا و پیر است

اگر منعم بود آرائش اوست   وگر درویش او را دستگیر است



"کلیم رقم"

جناب ارشد ملتانی

سرزمین ملتان ہنرمندوں، فن کاروں اور اہل کمال کی ایک ایسی آغوش ہے جس کی عظمت کو تاریخ کی حقیقت بین نگاہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتیں۔ اس خطۂ ارض نے جن دماغوں اور جن عظیم ذہنوں کو جنم دیا ہے ان کی فن کارانہ صلاحیتوں کو انسانیت کے لئے ہمیشہ فخر و ناز کا باعث سمجھا جائے گا۔ برصغیر کی تاریخ میں ملتان کو علم و ہنر کے باب میں جو مقام حاصل ہے اس کی اہمیت کے تذکرے کتابوں کی خدمت کا باعث بن کر بقائے دوام کا راز پا گئے ہیں۔ لیکن یہ سارا فخر اور یہ تمام عزوناز صرف ان کا سرمایہ رہ گیا ہے جو حقیقت شناس ہیں یا پھر ملتان سے عقیدت رکھنے والے ہیں کیونکہ عام حالات میں اور بعض خاص سیاسی وجوہات کی بنا پر ملتان اور اس کی قدامت و عظمت کو نہ صرف یہ کہ نظرانداز کیا جاتا ہے بلکہ اس کی خوبیوں کو تمسخر کا نشانہ بنایا جارہا ہے سیاست نے ہم سے تو دغا کیا ہی تھا اب ظلم یہ ہے کہ ہمارے قدیم ورثوں کو ہم سے زبردستی چھینا جا رہا ہے اور یہ کیفیت آج سے نہیں پچھلے کئی سو سال سے ہم پر بیت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہنرمند، ہمارے کاریگر اور ہمارے اہل فن ان حالات میں اپنی صلاحیتوں سے کما حقہٗ استفادہ نہ کر سکے۔ اور ملتان ہمیشہ خام مال فراہم کرنے والے علاقوں میں شمار ہوتا رہا خود منڈی نہ بن سکا۔ ظاہر ہے مال کی قدر و قیمت کا تعین منڈی میں ہوتا ہے ہمارے اپنے دور میں جن اہل فن نے اپنے فنی کمالات کا کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ ان میں سے ایک کلیم رقم مرحوم تھے۔ مرحوم سے میرا تعارف ڈاکٹر عبدالستار حامد صاحب کے اخبار کلیم کی معرفت ہوا اور ان سے میل ملاقات کی رسم چلی وہ بڑے خندہ رو، خلیق، محنت کش اور ملتانی تہذیب و ثقافت کا زندہ شاہکار تھے۔ وہ شرافتیں اور وہ وضع داریاں جو اہل ملتان کے امتیاز کا نشان ہیں ان میں پوری طرح موجود تھیں وہ ایک ماہر خطاط ہی نہیں تھے ایک خوبصورت انسان بھی تھے اور انسانیت کا یہ وصف، یہ اعزاز ہر کسی کے حصے میں نہیں آتا

؎ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

ارشد ملتانی

جناب محمد حسن کلیم رحمۃ اللہ علیہ

از محمد صدیق خان قادری

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

جناب محمد حسن کلیم مرحوم کو مَیں نے قریب بلکہ بہت قریب سے دیکھا ہے۔ بارہا ان کی خدمت میں حاضری اور صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ میرا بچپن تھا اور کلیم مرحوم کے فن کا شباب میں ان کی شخصیت سے بھی متاثر ہوا اور فن سے بھی حقیقت تو یہ ہے کہ مَیں فن سے زیادہ ان کی شخصیت سے متاثر ہوا اور شخصیت سے زیادہ ان کے فن سے متاثر ہوا۔

کلیم مرحوم صرف خوشنویس ہی نہ تھے۔ خوش گفتار، خوش رفتار، خوش کردار، خوش پوشاک اور ہردم خوش نما شخصیت تھے۔ جنہوں نے جناب کلیم سے کلام کیا ہے یا صرف دور ہی سے دیکھا ہے۔ وہ میری اِس بات کی تائید و تصدیق کریں گے کہ کلیم مرحوم کے چہرے پر ہر وقت ایک دِل کش اور حسین مسکراہٹ کھیلتی تھی وہ صحیح معنوں میں مردِ مومن اور عاشقِ رسول تھے اِن گناہگار آنکھوں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ جوں ہی کسی مقرر، خطیب، واعظ، نعت خواں یا نجی صحبت میں سرکارِ دو عالم پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک کسی کی زبان پر آیا تو کلیم مرحوم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

انہیں سرکارِ دوعالم اصحابِ رسول، اولادِ رسول، اولیائے امت اور علمائے ملت سے والہانہ و مخلصانہ عقیدت وارادت تھی۔ انہوں نے اپنے فن سے اپنے مسلک و مشرب کو بہت فائدہ پہنچایا۔ کتنے مذہبی و تبلیغی اجتماعات کی تشہیر اِن کے دستِ حق پرست قلم کاری کی مرہون منت ہے۔

کلیم مرحوم ان گنے چنے اور محدود و معدود خوش نویسوں میں سے تھے جنہوں نے جناب صوفی عبدالمجید پروین رقم، اور جناب تاج الدین زریں رقم کی روایات و اقدار کو نامساعد و ناموافق حالات میں زندہ رکھا۔ انہوں نے کسی سرپرستی سے بے نیاز ہو کر اپنے فن کی خدمت کی اور میرا یہ یقین ہے کہ جناب کلیم زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ اس لئے کہ ان کا فن زندہ ہے اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ

"نہ فن مرتا ہے اور نہ فن کار"

بقول انیسؔ ؏

دعا دے مجھے اے زمینِ سخن۔
کہ میں نے تجھے آسمان کر دیا۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جناب کلیم کا چہرہ ہر وقت شاداں و خنداں رہتا تھا اور اِس دارِ فانی سے رختِ سفر باندھنے کے بعد جب یہ دنیا والے ان کا آخری دیدار کر رہے تھے تو اس وقت بھی ان کے چہرے پر ایک مومنانہ مسکراہٹ تھی اور وہ اقبالؒ کے اس زندہ جاوید اور آفاقی شعر کی تصویر نظر آ رہے تھے۔ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم،
کہ چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست۔

محمد صدیق خان قادری 25/8/76

فنِ خطاطی کے نیرِّ تاباں احسن التحریر
مخدوم محمد حسن خان کلیم رقم رحمۃ اللہ علیہ

از۔ جناب صاحبزادہ کبیر احمد قریشی العراقی (ملتان)

جس عظیم اور بلند پایہ شخصیت کا یوم منایا گیا بلاشبہ وہ اس بات کے اہل تھے وہ جن اوصاف کے مالک تھے قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ اور زبان گنگ ہے جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے۔ یہ بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کے مالک کون تھے؟ احسن التحریر تھے۔ جن کی حُسن خطاطی سے متاثر ہو کر خطاط الملک تاج الدین زریں رقم نے آپ کو احسن التحریر کا لقب عطا فرمایا ان کا نام نامی اسم گرامی مخدوم محمد حسن کلیم رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ کے والد بزرگوار کا اسم مبارک حضرت استاد الحفاظ حاجی محمد عبد اللہ صاحب رح قولاً و فعلاً بزرگان سلف کا نمونہ تھے علوم خفی و جلی سے مالا مال تھے۔ حضرت کلیم صاحب پر بھی اپنے بزرگوں کی خاص عنایت اور شفقت تھی یہی وجہ تھی کہ اتنے بدلے ہوئے دور میں بھی آپ نہایت منکسر اور سادگی پسند تھے۔

حسن سلوک سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق تھا۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں پہ شفقت ناداروں کی بے لوث خدمت آپ کا خاصا تھا جہاں کہیں بھی دو آپس میں جھگڑ رہے ہوتے آپ کے پہنچنے پر آپس میں شیر و شکر ہو جاتے۔

جناب کلیم صاحب کو خط نسخ کا طبیب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ فن خطاطی کے ایسے ایسے نادار اور قیمتی نمونے زمانہ رفتہ کو دے گئے ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ جو بھی دیکھتا عش عش کر اٹھتا اور دعائیں دیے بغیر نہیں رہتا۔

آپ کو اپنے فن سے والہانہ پیار تھا میں تو جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کو اپنے فن میں مستغرق پایا۔ سردیوں کی ٹھٹھراتی راتیں ہوں یا گرمی کی بلبلاتی صبحیں آپ کی راہ میں کسی کو رکاوٹ کی مجال تک نہ تھی۔

سلسلہ طریقت میں آپ خاندان عراقی کے مشہور و معروف اور یکتائے زمانہ بزرگ (جو کہ ایک رشتہ میں آپ کے نانا پاک لگتے تھے) حضرت قبلہ و کعبہ عمدۃ العلما، زبدۃ الصلحا مولانا مفتی محمد حسین بخش صاحب ملتانی چشتی العراقی رح سے منسلک تھے باقاعدہ ان کی خدمت میں حاضری دیتے اور راہِ سلوک کے اسباق حاصل کرتے یقیناً ان کی تعلیمات کا اثر ان میں موجود تھا۔ فن خطاطی میں آپ کے استاد مکرم آپ کے پیرزادے حضرت مولانا حافظ بشیر احمد صاحب رح تھے جو کہ اپنے وقت کے عظیم المرتبت اور بہترین خطاط تھے حضرت کلیم صاحب نے اس قدر محنت کی کہ استاد مکرم کے شاگرد رشید ہونے کا شرف حاصل کیا اور استاد مکرم کی نظروں میں ایک بلند مقام

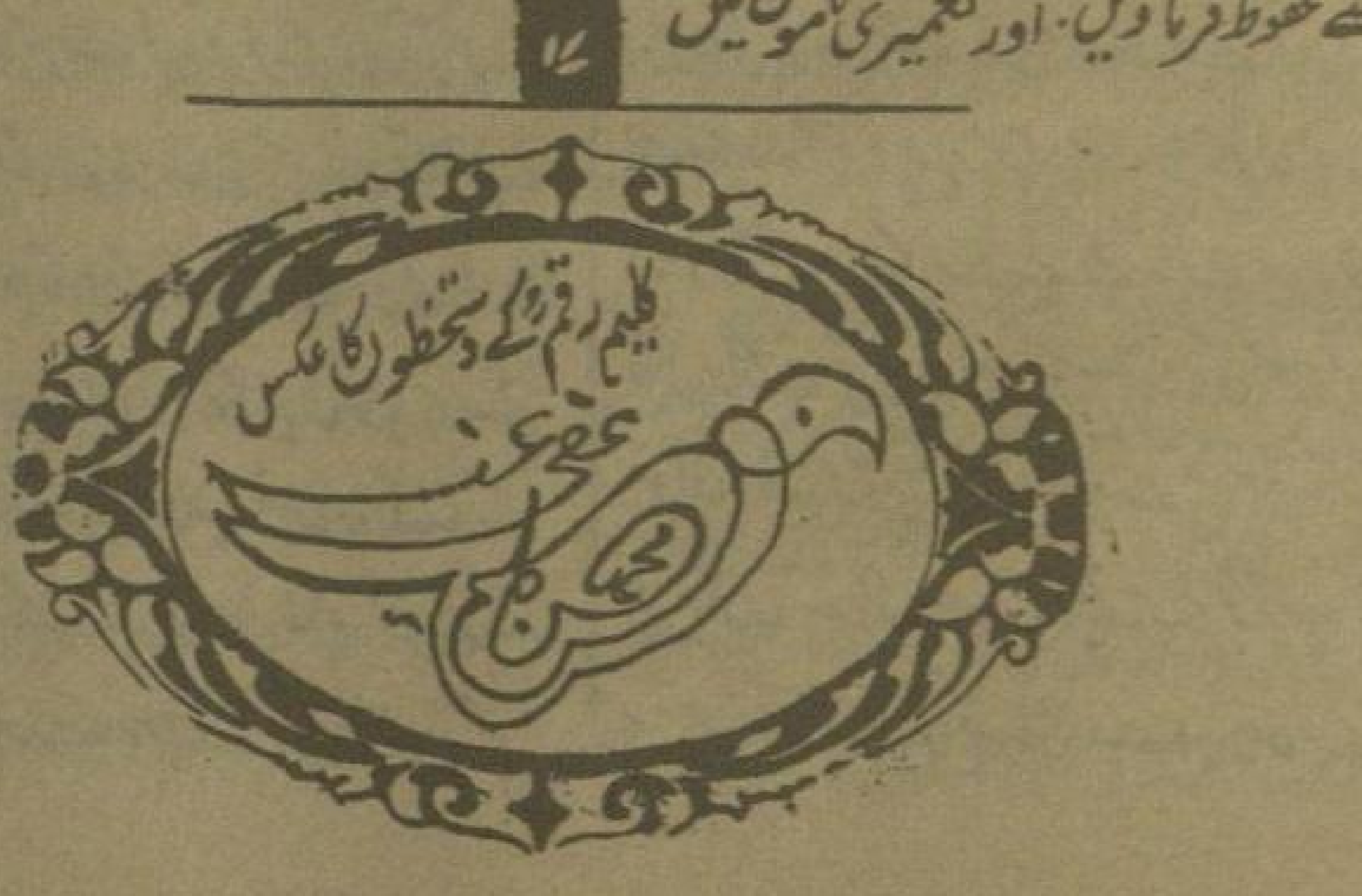
حاصل کیا۔ انہی بزرگوں کی صحبتوں کا اثر تھا کہ آپ نماز روزہ کے بڑے پابند تھے ہر ایک کو نماز پڑھنے کی بڑی تلقین کرتے

آپ فن خطاطی کو وسیع کرنے کے متمنی تھے اس بات میں کوشاں رہتے کہ کوئی آئے آپ اس فن کو سیکھنے سکھانے کا کوئی معاوضہ نہ لیتے۔ الحمدللہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے آج سینکڑوں شاگرد ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر اس فن کی خدمت کر رہے ہیں اور آپ کے لئے دعاگو ہیں آپ کے شاگردوں میں سب سے پہلا جو نام آتا ہے وہ آپ کے استاد مکرم کے بھتیجے مولانا حامد بخش کا ہے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں بلاشبہ ہر ایک صاحبزادہ اپنے والد ماجد کا نمونہ ہے حسن اخلاق اور بلند کردار کا مالک ہے اللہ تعالےٰ اس خاندان کو تا ابد قائم و دائم رکھے (آمین ثم آمین)

فن خطاطی میں آپ کے صاحبزادے حافظ محمد اقبال احسن صاحب آپ کے صحیح جانشین ہیں بے شک اس فن میں بلندیوں پر جا رہے ہیں اور آج کل عوام الناس کی خدمت کے جذبہ سے سرشار و لبریز ہمہ تن من، دھن مصروف ہیں اور ملتان بھر میں معروف ہیں اللہ تعالیٰ انکو نظر بد سے محفوظ فرما دیں۔ اور تعمیری کاموں میں دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرما دیں (آمین)

کچھ عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ آہستہ آہستہ بچوں کا درسی نصاب خوشخط کتابت سے محروم ہو رہا ہے اور ٹائپ کے حرفوں میں چھپ رہا ہے نئی پود کے ساتھ یقیناً یہ ظلم ہو رہا ہے آباؤ اجداد کا یہ فن جو کہ ایک دستکاری نمونہ ہے کو چھوڑ کر مشینی تحریر کو اپنایا جا رہا ہے مشینی تحریر کو بچے پڑھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں اور خوشخط لکھ بھی نہیں سکتے۔ اگر یہی ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ یہ فن بھی آرٹ گیلریوں اور عجائب گھروں کے نوادرات میں جا دفن ہو۔ اور ٹکٹ بھر کر دیکھنے جایا کریں۔ یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ خوش نویس یونین ملتان اس عظیم اور بلند پایہ شخصیت کا دن منا رہی ہے یقیناً یہ ایک احسن قدم ہے میں یونین کے حلقہ اختیار سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس فن کو بچانے کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز کریں اپنے حق کے لئے متفق اور متحد ہو کر حکمران طبقہ کی اعلیٰ مشینری کو اس فن کے بچانے کی طرف توجہ دلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران فرما دے۔ (آمین)

محمد کبیر اطہر رشی العراقی
ملتان



معروف خطاط استاذیم
مخدوم محمد حسن خان کلیم رقم
جنہیں تاج الدین زریں رقم نے احسن التحریر کا خطاب دیا

از
محمد یوسف جاوید
رکن مجلس عاملہ دبستان فروغ
خطاطی ملتان

اردو جب ہندوستان میں مقبول ہوئی تو خط نستعلیق کی تحریر و نفاست اور اہمیت نکھرتی چلی گئی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد پاکستان میں بھی ایسی کئی ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے اس فن میں کمال حاصل اور اپنی زندگی اس فن کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ ملتان میں احسن التحریر مخدوم محمد حسن خاں کلیم مرحوم کا نام نمایاں ہے۔ آپ ملتان کی نواحی بستی جھوک وینس میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک اور دینی تعلیم اپنے والد حافظ محمد عبداللہ سے حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے ماموں حافظ بشیر احمد سے فن کتابت سیکھنے کے لئے ان کی شاگردی اختیار کر لی۔ جو کہ کہنہ مشق خطاط اور خصوصاً دہلی طرز تحریر کے استاد تھے۔ استاد کی نظر کامل نے شاگرد کی اعلیٰ صلاحیتیں دیکھ کر ہاتھوں میں وہ کمال سونپ دیا کہ قلم چلتا تو صفحہ قرطاس پر خوبصورت لفظ ابھر آتے۔ آپ نے اس فن کو مستقل طور پر اپناتے ہوئے ملتان کے ایک قدیم چھاپہ خانہ میں کام شروع کر دیا۔ آپ کے قلم میں جادو تھا۔ آپ کی لکھی ہوئی کتابیں اور پوسٹر دن بدن مقبول ہوتے چلے گئے

انہی دنوں لاہور میں خطاط الملک جناب تاج الدین زریں رقم مرحوم کا چرچا تھا۔ اور خوشنویس یونین کی نمائندگی کرتے ہوئے ملتان میں مشہور آرٹسٹ فدا ملتانی کے ہاں تشریف لائے اور کلیم صاحب سے ملاقات کر کے ان کے فن کی داد دی اور کلیم صاحب کی تحریر پر بہت خوش ہو کر یوں گویا ہوئے کہ خصوصاً عربی رسم الخط میں آپ کا جواب نہیں۔ انہوں نے ایک لیٹر پیڈ کا سرنامہ اور ایک طغریٰ بطور خاص تحریر کر کے تحفہ کے طور پر عنایت کیا اور خطاط الملک ہی نے آپ کو احسن التحریر کا خطاب عطا فرمایا۔ اور فرمایا کلیم صاحب آپ کا نام تابندہ رہے گا۔ اس لئے آپ کو احسن التحریر کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ پھر اس کے بعد آپ نے ڈاکٹر عبدالستار حامد سے مل کر ایک اخبار ہفت روزہ کلیم کی اشاعت کا منصوبہ بنایا اور اس طرح مذکورہ اخبار کی باقاعدہ خود کتابت کرتے رہے جو کہ ۱۹۵۹ء تک باقاعدہ جاری رہا۔

ملتان کی مذہبی شخصیت حکیم مولوی اللہ وسایا خاں قلندری کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ آپ نے جب اس فن کی اہمیت واضح کی تو ملتان کے بیشمار باشندے اس فن کو سیکھنے کے لئے راغب ہو گئے۔ اور آپ فی سبیل اللہ یہ فن سکھاتے رہے۔ آپ کے شاگردان نہ صرف ملتان بلکہ ملک کے دیگر شہروں میں موجود ہیں۔ اور خصوصاً آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ محمد اقبال نے بھی یہ فن سیکھا اور اپنے والد محترم کے ہمراہ کام کاج میں ہاتھ بٹانے لگے۔

آپ کی پہلی بیوی بقضائے الٰہی ۱۴ر جون ۱۹۵۲ء میں وفات پا گئیں تو حضرت قلندری صاحب نے اپنی دوسری دختر کا عقد بھی کر دیا۔ آپ اپنے عظیم باپ کی اعلیٰ صفات اور قابل تعریف خصوصیات کا مظہر ہے خودداری، قناعت اور خدمت خلق کا جوہر موجود تھا۔ با اصول اور باوفا انسان تھے متوکل ایسے کہ سارے کنبے کا بوجھ سر پر تھا۔ آپ کی صحت قابل رشک تھی جب بھی دوستوں کی محفل میں بیٹھتے یہی سوال اٹھتا کہ آپ کے بال کالے ہیں جب کہ آپ کے ہم عمر لوگوں کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور حلال کمائی کی برکت

ہے۔ خصوصاً دینی مدارس کے پوسٹر اسناد اور دیگر کاموں میں دلچسپی لیتے۔ اور خصوصی توجہ سے لکھتے۔ اور جو بھی ایکبار آپ سے ملتا تو آپ کے فن کی خوبی کے ساتھ ساتھ آپ کی خوش مزاجی، سخاوت، مہمان نوازی، زندہ دلی، اور ایمان داری کا معترف ہوجاتا۔ ایک روز آپ کے گھر کے سامنے والی مسجد میں ملتان کے ایک معروف حکیم صاحب نماز پڑھنے آئے تو ایک معزز آدمی رو رو کر ان کی منت کر رہا تھا کہ میرے بھائی کو خون کی الٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ کوئی دوائی دے دیجئے۔ اور حکیم صاحب نے کہدیا کہ آج جمعہ ہے چھٹی ہے کل آنا تو وہ شخص گڑگڑانے لگا آپ نے اس شخص کو تشفی دی اور گھر سے دوائی کی دو پڑیاں لاکر اس شخص کو دے دیں اور کہا کہ جاؤ اللہ تعالے شفا دے گا دوسرے روز وہ معزز زمیندار نوٹوں کی گڈیاں لایا اور آپ کو پیش کر کے کہنے لگا۔ آپ وہ دوائی دوبارہ دے دیجئے میرے بھائی کو افاقہ ہوگیا ہے تو آپ نے اس شخص کو رقم واپس کردی۔ اور مزید دوائی دے کر کہا۔ تم سے ثواب زیادہ قیمتی ہے تم میرے حق میں دعا کر دینا۔

آپ کو شعر و شاعری سے بڑا لگاؤ تھا خود بھی شعر کہتے۔ پہلے ایک مکتبہ نور الحسنات کے نام سے قائم کیا جس کے تحت ادبی جواہر پارے شائع کئے۔ پھر کلیم آرٹ ایجنسی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں باقاعدہ طور پر خوش نویسی کی کلاسیں لگتیں۔ آپ کے والد بزرگوار کے لاکھوں شاگردان خواجہ برادری نے اصرار کیا کہ ہمارے بچوں کو ہمارے گھروں پر آکر خوشنویسی سکھایا کیجئے اور معقول معاوضہ کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے جواباً فرمایا کہ فن سے اونچ نیچ نہیں سکھاتا ہے اور فنکار کبھی فن کو بیچا نہیں کرتے بخشا کرتے ہیں میرے نزدیک امیر غریب کے بچوں کی حیثیت برابر ہے آپ اپنے بچوں کو اگر میری بیٹھک پر بھیجیں گے تو میں مفت خوش نویسی سکھاؤں گا۔ ایک سچا فنکار ہمیشہ اپنے فن کی عظمت کو زندہ رکھتا ہے فن کے تقدس کا سودا نہیں کرتا۔

آپ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی خانقاہ پر روزانہ صبح حاضری دیتے۔ درود و وظائف کرتے۔ پھر آکر کام کاج میں مشغول ہوجاتے۔ نماز باجماعت پڑھتے اور دوسروں کو تلقین کرتے۔ شاعری تعمیری تھی محض کام کی بات کو شعر میں پروتے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ پھیلی رہتی۔ اکثر تہجد کے وقت بیدار ہوتے۔ نماز تہجد کے بعد کتابت کرنے بیٹھ جاتے۔ تاکہ دن بھر آنے والے شاگردوں کو اصلاح دینے کے لئے فراغت میسر ہو۔ اس لئے اپنا کام صبح کے چند گھنٹوں میں کتابت کر لیتے۔ اور ہمیشہ فرماتے کہ صبح کا وقت اس قدر برکت والا ہے کہ جو کام پورے دن میں نہ ہوسکے وہ اس وقت کے چند ہی گھنٹوں میں ہوجاتا ہے آپ نے ۱۹۶۴ء میں کلیم آرٹ پریس کے نام سے ڈیکلریشن حاصل کیا۔ اور اپنے صاحبزادے حافظ محمد اقبال کو اس کا انتظام سونپ دیا۔ آپ اپنے پیر صاحب حضرت خواجہ حسین بخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح اور خدمت گذار تھے اسی خدمت کے صلہ میں پیر صاحب آپ کو مخدوم صاحب کہہ کر مخاطب کرتے۔ آپ نمازی متقی پرہیزگار تھے حج بیت اللہ کا شوق اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن پاک کی کتابت کرنے کا جذبہ آپ کے دل میں موجزن تھا۔ مگر بلڈ پریشر کی تکلیف ہوگئی ۱۹۷۰ء میں آٹھ روز ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ اللہ تعالے نے شفا عطا فرمائی تو پھر وہی تگ و دو اور سفر حج کی تیاری شروع کردی۔ اسی اثنا میں آپ کے لڑکے مختار احسن گردہ دل کی تکلیف سے کئی ماہ بیمار رہ کر وفات پاگئے بڑھاپے کا سہارا چھن گیا ہنرمند اور عالم فاضل بیٹے کی لاش جب لاہور سے ملتان لائی گئی تو آپ صدمہ سے سنبھل نہ سکے یہی صدمہ آپ کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اور پھر خود ان کے بیٹے کی ناگہانی موت کے دو ماہ بعد بلڈ پریشر کا دورہ پڑا۔ آخرکار ۲۸ شعبان ۱۳۹۰ھ میں وصال فرمایا۔ انتقال سے پہلے رات کو باجماعت نماز ادا کی۔ اور گھر میں بات چیت کرتے کرتے سو گئے۔ پھر نہ جاگ سکے آپکا مزار حسن پروانہ قبرستان میں واقع ہے۔

میرا دوست
محمد حسن کلیم رح

تحریر :-
صالح محمد جمالی مرحوم —— مدیرہ "جرس" (معروف خوشنویس)

دوست کس کے نہیں ہوتے ؟ اور نسلی و خاندانی رشتوں کے علاوہ دوستی کا رشتہ کون نہیں رکھتا؟ اب تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ دوستی کا رشتہ خاندانی رشتوں سے کہیں زیادہ پائیدار اور خلوص و محبت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اپنے اپنے معیار اور اپنی اپنی پسند کے مطابق دوستی کا رشتہ ہر طبقے میں پایا جاتا ہے "اچھے دوست" اور "برے دوست" کی اصطلاحیں تو غالباً پسند و ناپسندیدگی کی بنا پر وضع ہوتی ہیں ورنہ دوستی کا صرف ایک ہی عنوان ہے اور وہ ہے "دوستی"

دوستوں کی باتیں تو ان کی زندگی میں بھی اکثر یاد آتی اور گدگداتی رہتی ہیں۔ مگر جس دوست کو قضا و قدر نے علیحدہ کر دیا ہو۔ اس کی باتیں یادوں کی چلمن سے چھن چھن کر سوہانِ روح بن جاتی ہیں۔ محمد حسن کلیمؒ اس وقت سے میرے دوست تھے جب وہ صرف محمد حسن تھے۔ عمر کوئی سترہ برس کی ہنس مکھ اور زندہ دل محمد حسن! اس صدی کے ولیِ کامل مولانا حسین بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ان کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ بشیر احمد صاحب مرحوم کے بھانجے اور شاگرد محمد حسن!! روزنامہ "شمس" ملتان کے دفتر میں پہلی بار میری ان سے ملاقات ہوئی۔ محمد اقبال صاحب مجھ سے پہلے موجود تھے وہ بھی حافظ بشیر احمد صاحب کے شاگرد تھے۔ محمد حسن تیسرے صاحب تھے۔ جو ملازم ہو کر "شمس" کے عملہ کتابت میں آ شامل ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حافظ صاحب ہی کے ایک شاگرد عبدالقادر (آج کے اسرار عارفی ایڈیٹر "فشان" کراچی و سٹاف رپورٹر "حریت" کراچی) ہمارے ساتھ شریک ہوگئے۔ ہر چند کہ یہ "خیدال چوکڑی" نہ تھی تاہم چار دوستوں کی یہ ٹیم بن گئی ہم چاروں تقریباً ہم عمر تھے۔ اس لئے جلد ہی ایک دوسرے سے گھل مل مانوس ہوگئے۔ دن بھر دفتر میں کام کرتے اور شام کو سیر و تفریح کے لئے باغ عام خاص، اور باغ لانگے خاں ہی نکل جاتے۔ اس وقت ملتان کی یہی دو تفریح گاہیں تھیں جو تھکے ہوئے ذہنوں کو سکون پہنچاتی تھیں۔ آج کی بہترین تفریح گاہ "قاسم باغ" ان دنوں تباہ حال اور ویران تھا۔ جہاں سے رات تو رات دن دہاڑے گذرتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔

پھر حلقۂ دوستی میں اضافہ ہونا شروع ہوا مطبع شمس سے دوست محمد خاں، عبدالواحد، اور حسین آگاہی کے سید نیاز احمد شاہ اپنی اپنی مصروفیتوں سے فارغ ہو کر آجاتے اور دوستی کا یہ حلقہ پھیل کر ایک "گروہ" کی شکل اختیار کر گیا۔ خوب اچھل کود ہوتی کبڈیاں کھیلی جاتیں، مشاعرے اور مذاکرے ہوتے حاجی لق لق کی فکاہات پڑھی جاتیں۔ علامہ مشرقی کے مقالے سنے اور سنائے جاتے۔ لطائف و ظرائف سے گزر کر کبھی کبھی اولیاء کرام کی کرامات کا ذکر بھی

ہونے لگتا۔ غرض شوق پروری اور بے فکری کا یہ ایسا دور تھا جو غالباً پھر ہم سب کی زندگی میں کبھی نہ آسکا۔ ان دنوں کی دھوپ چاندنی سے زیادہ ٹھنڈی اور ان راتوں کی چاندنیاں بیحد خوشگوار و پُربہار تھیں! بیتے ہوتے دن تو ویسے بھی پیارے لگتے ہیں ایسی ہی یادوں سے مغلوب ہو کر کسی شاعر نے کہا ہوگا

یادِ ماضی عذاب ہے یارب!
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

مگر میں حافظہ چھن جانے کی دعا نہیں کروں گا نہ ہی میں ایسی تمنا کے حق میں ہوں۔ وہ کوئی ناکام و نامراد عاشق ہوں گے جو سب کچھ بھول جاتے ہونگے مجھے تو اپنے دوستوں کی یادیں اتنی عزیز ہیں۔ کہ میں بار بار ان میں کھو جاتا ہوں۔ ان یادوں سے میرا ماضی مجھے مسکرا مسکرا کر دیکھتا ہے اور میں اپنے حال کے دریچے میں کھڑے ہو کر ان کو سلام کرتا ہوں۔

زندگی کے شب و روز اسی طرح گزر رہے تھے ایک دوسرے کو گدگدانے اور ایک دوسرے کو ستانے کے نئے نئے پروگرام بنانے جاتے ایک دفعہ دوست محمد خاں، جندوڈا خاں، عبدالواحد، عبدالقادر، محمد حسن اور میں طے کئے ہوتے پروگرام کے تحت بیساکھی کا میلہ دیکھنے دریائے چناب کے پل پر گئے سب کے پاس سائیکلیں تھیں ہم صبح تڑکے ملتان سے روانہ ہوتے۔ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دھن میں سائیکل ریس کرتے ہوئے سورج طلوع ہونے سے پہلے پل پر پہنچ گئے

یہاں کافی رونق تھی لوگ آس پاس کے دیہات سے آنے لگ گئے تھے۔ بیساکھی ہندوؤں کا تہوار ہے "جل اشنان" کے لئے یہاں ہندوؤں کو ہی جمع ہونا تھا۔ ان میں صرف ہم ہی چند مسلمان تھے جو تماشا کرنے آئے تھے۔ تماشا کیا اور خوب کیا یہاں تک کہ سورج کی کرنیں زرد پڑ گئیں ہم نے سائیکل سنبھالے اور چلے ملتان کی طرف۔ محمد حسن نے ہم سے وعدہ لیا کہ اب کے سائیکل ریس نہیں کروگے مگر صاحب ایسا وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جاتا سائیکل ریس ہوئی۔ محمد حسن بھی دانت پیس پیس کر اس ریس میں حصہ لیتا رہا۔ حادثہ یہ رونما ہوا جب ہم لوگ فوجی قلعہ کے قریب پہنچے تو محمد حسن کی سائیکل پنکچر ہو گئی۔ اس کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ قہقہے برس رہے تھے اور جوابی طور پر جو برسات ہو رہی تھی وہی تو اصل ہی حاصلِ سفر تھا۔ یہاں سے ہم سب سائیکل ہاتھ میں لئے لوہاری گیٹ تک آئے۔

بیساکھی کے اس تہوار پر میں نے ایک فیچر لکھا "بزمِ چناب" جس میں قصداً محمد حسن پر جارحانہ حملے کئے گئے تھے۔ محض اسے ستانے کے لئے اور جوابی ردِ عمل سے لطف اندوز ہونے کے لئے —— یہ فیچر احباب کے جھرمٹ میں بیٹھ کر پڑھا گیا۔ اسے اب تک کلیم صاحب نے محفوظ رکھا ہوا تھا اور اکثر اس کا ذکر کر کے وہ ماضی کا چہرہ دیکھنے اور دکھلانے کی کوشش کرتے۔

پھر ان کی شادی ہوئی —— پہلی شادی —! اس رات بارلیش برادری کی بارات میں ہم ڈاڑھی منڈوں نے جو ادھم مچایا اس کو برداشت کرنا صرف محمد حسن کا کام تھا —— دوست جو تھا!

کچھ عرصہ بعد گردشِ لیل و نہار نے ہم سب کو پاش پاش کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کی ستم کاریاں رنگ لائیں اخباری کاغذ نایاب ہو گیا۔ اور خان محمد اکرم خاں روزنامہ شمس بند کرنے پر مجبور ہو گئے عبدالقادر بھاگ گے لاہور کے خاکسار کیمپ میں جا لگے جیل یاترا کی اور اسی دوران ایک بازو اور ایک ٹانگ تڑوا کر لنگڑے ہو گئے۔ دوست محمد خاں طبی تعلیم بھرتی

ہوئے۔ اور پھر پریڈ کی کلفت سے گھبرا کر روپوش ہو گئے محمد اقبال "کھادی بھنڈار" میں شرکت کا کاروبار کرنے لگے عبدالواحد نے سوداگران چرم کے ہاں پناہ لی۔ محمد حسن گھر جا بیٹھے اور میں کراچی جاگ کھڑا ہوا۔ ایک عرصہ تک کچھ پتہ نہ رہا کہ کون کہاں ہے اور کیا بیت رہی ہے؟ نفسا نفسی کا عالم طاری ہو گیا۔ حالانکہ جنگ یورپ میں لڑی جا رہی تھی مگر چونکہ ہم برطانیہ کے غلام تھے اس لئے اس پر جو برُے دن آئے تو ہم بھی ان کی زد میں آئے بغیر نہ رہ سکے۔

جنگ ختم ہوئی تو ۱۹۴۶ء میں محمد حسن اور میں ایک بار پھر کچھ دنوں کے لئے سہ روزہ "زمیندار سدھار" ملتان میں اکٹھے ہو گئے مگر حالات کی تاب نہ لا کر جلد ہی میں لاہور چلا گیا اور وہاں سے واپس کراچی جانے پر مجبور کیا گیا۔

پاکستان بنا۔ انسانوں کے لٹے پٹے قافلے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر منتقل ہوئے آباد بستیاں اور شہر اجڑے اور پھر آباد ہوئے ۱۹۴۸ء میں میں نے کراچی سے ایک ہفت روزہ جاری کیا اپنے دوست واحباب کو باقاعدہ پرچہ بھیجتا تھا محمد حسن نے ایک خط میں مجھے مبارک باد دی۔ اور کچھ تعریفی جملے بھی لکھے۔ کچھ عرصہ بعد ایک روز میں دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ اچانک محمد حسن آدھمکے بے حد خوشی ہوئی۔ بغل گیر ہوتے حال احوال کے تبادلے میں معلوم ہوا کہ وہ یہاں حج کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے ہیں وہ معلمی اختیار کرنا چاہتے تھے۔

میں نے کہا یار! کمائی کا یہ دھندا کرنے کا ارادہ کب سے ہوا؟ وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ سے بولے "دھندا کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے البتہ اگر معلمی کے طور پر میرا کام بن جائے تو اس ذریعے سے حج کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔" مگر وہ معلمی اختیار نہ کر سکے۔ اس کاروبار کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں محمد حسن حکیم کے بس کی بات نہ تھی۔ کئی دن حاجی کیمپ اور سعودی عرب کے سفارت خانہ میں آتے جاتے رہے دو ایک دن میرے ساتھ سیر و تفریح میں بھی گزارے پھر اپنی مہم کے ناکام ہو جانے پر ملتان واپس جانے کی تیاری کر لی۔

اب کی ملاقات میں میں نے دیکھا کہ انہوں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے اور حکیم بن چکے تھے۔ اگرچہ ایک عرصہ کی دوری نے ان کی بدلی ہوئی وضع نے مجھے تھوڑا سا مرعوب کیا۔ اور میں نے تکلف اختیار کرنے کی کوشش کی۔ مگر میرے یار حسن اور مجھ میں تکلف کی دیوار کھڑی نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ تکلف برطرف اور یاری دوستی کی لاج قائم رہی۔ انہوں نے اپنی دوسری شادی پر مجھے دعوت نامہ بھیجا اور بہت پیارا خط لکھا۔ یہ خط اب بھی میرے پاس محفوظ ہے میں اپنی مصروفیتوں کے باعث شادی پر تو نہ آسکا۔ مگر مبارکبادی کا خط لکھ دیا۔ میرے خط کی عبارت کیا تھی؟ اب مجھے کچھ یاد نہیں ہے مگر اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عبارت "یارانہ قسم" کی اور بے تکلفانہ نوعیت کی تھی۔ پھر ایک عرصہ سقوط کی نذر ہو گیا۔

۱۹۵۸ء میں ملک کی سیاست نے یکلخت پلٹا کھایا اور فوجی حکومت قائم ہو گئی ایسے حالات میں میرے لئے پرچہ جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔ اور میں کراچی کو خیر باد کہہ کر ملتان چلا آیا۔ دوسرے دن محمد حسن حکیم سے ملنے ان کے گھر گیا آواز دی۔ مانوس آواز سن کر وہ فوراً باہر آگئے مسکرا کر

بغل گیر ہوتے اب ان کے چہرے پر ایک طرح کا تقدس آچکا تھا۔ وہ ایک نیک باپ کے نیک فرزند معلوم ہو رہے تھے۔ ان کے فن میں بھی پختگی آچکی تھی انہوں نے اپنی لکھی ہوئی چند چیزیں دکھائیں۔ جن میں کتابچے، پمفلٹ اور پوسٹر شامل تھے۔ محمد حسن کلیم فن کتابت میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کر چکے تھے مذہب کی طرف زیادہ مائل تھے۔ اگرچہ عقائد کے اعتبار سے وہ بریلوی مسلک کے مؤید تھے تاہم بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث بھی ان کے فن کے گرویدہ تھے۔ اور وہ بڑے آرام سے اپنے اوطاق میں بیٹھ کر کام کرتے تھے۔ بکسر نفسی ان کی طبیعت کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ اپنے نیک سیرت والد بزرگوار حافظ محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ اور ان کے گرد بھی ارادت مندوں کا ایک حلقہ جمع ہو چکا تھا اسکے باوجود میرے اور ان کے درمیان کوئی تکلف حائل نہ ہوا۔ میں اگرچہ ہچکچاتا تو وہ خود پیش رفت کر لیتے۔ اپنے بچوں کی شادیوں پر انہوں نے ملتان کے پرانے خوشنویس دوستوں کے لئے بسید پر لطف دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ دعوت اڑانے کے بعد یاروں نے کلیم صاحب کو الفاظ کے جو "شادیانے" پیش کئے۔ کلیم صاحب ان سے بے حد لطف اندوز اور محظوظ ہوتے رہے "کلام اور جواب الکلام" کی کھلی آزادی تھی میرے علاوہ استاد گرامی جناب شیر محمد صاحب، منشی طفیل احمد صاحب نت دری جناب فدا حسین صاحب آرٹسٹ، حاجی منظور احمد مرحوم اور جناب نذر حسین صاحب نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ یہ دعوت ایک یادگار دعوت تھی۔

اور پھر وہ افسوسناک دن آیا جب ان کے جواں سال فرزند اکبر ناگہانی حالات میں فوت ہو گئے ہم سب کو اس کا بے حد صدمہ ہوا۔ کلیم صاحب کے لئے تو یہ صدمہ جانکاہ تھا۔ میں نے ان کو زندگی میں پہلی بار غمگین اور سنجیدہ رو پایا۔ ہم چند دوست مل کر تعزیت کے لئے ان کے ہاں گئے۔ وہ قبرستان جانے کے لئے تیار کھڑے تھے مگر ہمارے آجانے پر رک گئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد وہ پھر عازم قبرستان ہوئے ہم بھی سوگوار کلیم صاحب کے ہمراہ کچھ قدم چلتے رہے انہوں نے ہمیں رخصت کیا۔ ہم ان کے

اس واقعہ کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔ ایک دن صبح اخبار میں ان کے فوت ہوجانے کی خبر پڑھی۔ نماز جنازہ کا وقت دیا گیا تھا۔ دل دھک سے رہ گیا وقت دیکھا تو صرف بیس منٹ باقی تھے۔ فوراً حسن پروانہ کی راہ لی۔ اتفاق سے تانگہ ہاتھ آگیا۔ اور میں عین اس وقت پہنچا جب میرے یار کو کندھوں پر اٹھائے کلمۂ طیبہ کا ذکر کرتے لوگ جنازہ گاہ کے قریب پہنچ چکے تھے جنازہ گاہ میں میت رکھی گئی اور رونمائی ہونے لگی۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میرا دوست اب بھی مسکرا رہا تھا —— اپنی روایتی ادا کیساتھ —— میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ اور گہوارے میں جھک کر پیشانی چوم لی!

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

بعض اوقات اب بھی میرا یقین متزلزل ہوجاتا ہے کہ محمد حسن کلیم فوت ہوگئے ہیں میں جب بھی ان کو یاد کرتا ہوں تو ان کا مسکراتا ہوا چہرہ میرے سامنے آجاتا ہے! اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت عام کرے!

اس صدمے کا ذکر کرتے اور افسوس کے جذبات لئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

مُلتان کی فعّال شخصیّت

تحریر :- رانا ظفر اقبال (بی اے)

کون نہیں جانتا کہ خطّاط و خوشنویس محمد حسن کلیم علیہ الرحمۃ کا شمار اپنے زمانے کے بہت بڑے خوشنویسوں میں ہوتا ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ آپ نے ملتان کی صحافت اور اعلیٰ کتابت میں نئی روح پھونکی تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ نے خوشنویسی کے میدان میں اتنے اعلیٰ نادر ڈیزائن اور عمدہ تحریریں چھوڑی ہیں جو ناقابلِ فراموش ہیں خصوصاً خطِ نسخ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ نستعلیق میں بھی آپ نے قدیم و جدید انداز کا امتزاج پیدا کیا۔ ملتان میں ایک بار جب خطّاط الملک تاج الدین زریں رقم تشریف لائے، تو آپ کے فن کی داد دی اور احسن التحریر کے لقب سے نوازا اور لیٹر ہیڈ کا ایک سرنامہ اور طغریٰ لکھ کر آپ کو عطا کیا اور چند تحائف عنایت کیے۔ جو کہ آج بھی ابنِ کلیم حافظ محمد اقبال کے پاس محفوظ ہیں

کلیم رقم کی ولادت ملتان کے نواح میں جھوک وینس میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد کثیر حفّاظ کے استاد حضرت حاجی حافظ محمد عبداللہ خاں چشتی رح تھے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ مولانا مفتی محمد حسین بخش چشتی نظامیؒ تھے جو کہ ایک رشتہ سے آپ کے نانا بھی تھے اور آپ پر بڑے مہربان تھے۔ آپ کے خوشنویسی میں استاد آپ ہی کے پیر زادے اور ماموں تھے جن کا اسم گرامی حافظ بشیر احمد چشتی رح تھا جو دہلی طرزِ تحریر کے کہنہ مشق خطّاط تھے

آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق کے عظیم زیور سے مالا مال تھے۔ آپ کی زبان و گفتگو میں اس قدر مٹھاس اور شیرینی تھی کہ جس کسی کو ایک مرتبہ بھی بات کرنے کا شرف حاصل ہوتا تو وہ آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ اور آپ کے لئے اپنے دل میں عقیدت و محبت کے بیش بہا پھول لئے لوٹتا۔ آپ باتوں باتوں میں جدید دور کی بھٹکی ہوئی نئی نسل کے نوجوانوں کے دلوں میں اس قدر خوفِ خدا پیدا کر دیتے تھے کہ جب وہ جانے لگتے تو ان کی آنکھیں اپنے گناہوں پر نادم اور بھیگی ہوئی ہوتیں۔

آپ جس سے بھی ملتے اسے ہمیشہ نماز باجماعت پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور خوش خطی سکھانے کے لئے اپنی خدمات بلا معاوضہ پیش کرتے۔ آپ نے جب سے خوش خطی سکھانے کے لئے ایک ادارہ کلیم آرٹ ایجنسی کے نام سے قائم کیا تھا تو بے شمار لوگ اس فن کو سیکھنے آتے آپ دینی مدارس کے طلباء اور سکولوں کے طلباء کو زیادہ ترغیب دیتے کہ وہ خوشخطی سیکھیں۔

ان کے پُر انوار اور پُر جلال چہرے میں کچھ اس قدر اثر تھا کہ نماز کے وقت صرف میں ہی نہیں بلکہ جس کسی کی نظر بھی آپ کی طرف اٹھتی تو اس کے قدم بے اختیار مسجد کی طرف اٹھ جاتے تھے۔ میں نے کبھی کسی سوالی کو آپ کے در سے خالی ہاتھ جاتے واپس نہیں دیکھا۔ آپ ہمسائیوں

ے دکھ درد کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ ہر کسی سے اس قدر شفقت و الفت سے پیش آتے تھے کہ اجنبیت کی تمام دیواریں ایک دم گر جاتی تھیں۔ دوسروں کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھتے تھے۔ مجھے جب بھی کسی قسم کی کوئی پریشانی ہوا کرتی تھی تو میں بلا جھجک آپ کے پاس چلا جاتا تھا۔ وہ مجھے اس پریشانی سے چھٹکارے کا اتنا بہترین طریقہ بتلاتے تھے کہ جب میں واپس لوٹتا تو اس قدر مسرور ہوتا تھا کہ میرا دل بے اختیار جھومنے کو چاہتا تھا۔ آپ پرسکون ماحول اور امن و شانتی کے بہت دلدادہ تھے۔ کسی کو لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہمسایوں کی لڑائیوں کو صلح و محبت میں بدلنے کی قدرت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ محلے کے دو نوجوانوں کی کسی بات پر آپس میں ٹھن گئی۔ بات ہاتھا پائی تک پہنچ گئی دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ اہل محلہ کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ کسی کو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کی سکت نہ ہوئی۔ اتنے میں آپ کا گزر ادھر سے ہوا یہ منظر دیکھا تو آپ سے نہ رہا گیا۔ فوراً ان دونوں کے قریب پہنچ گئے آپ کی شخصیت کا ان پر اتنا اثر تھا کہ آپ کو دیکھتے ہی وہ دونوں خود بخود علیحدہ ہو گئے آپ نے ان کو سمجھانا شروع کیا تو آپ کی باتوں کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ دونوں فوراً اچھے دوستوں کی طرح گلے ملے اور ہنستے مسکراتے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

اس برائی سے لبریز گناہوں بھری معاشرہ میں آپ کا وجود ایسا ہی تھا جیسے کانٹوں کے درمیان ایک بہت خوبصورت سا پھول کھلا ہو۔ اور خوبصورت خوشبودار پھول کبھی زیادہ دیر کانٹوں بھری ڈالیوں پر بسیرا نہیں کر سکتے

آپ نے اپنے جواں عمر فرزند محمد مختار احسن کی وفات کے تقریباً دو ماہ بعد بڑھاپے کی حدود کو چھونے سے قبل ہی خاموشی سے اس فانی دنیا سے پردہ پوشی کر لی اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے اپنی وفات سے صرف تیرہ روز قبل یعنی ۱۵ر شعبان ۱۳۹۱ھ کو اپنی وفات کی طرف اشارہ یوں کر دیا تھا۔ کہ آج ۱۵ر شعبان ہے آج رات اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اگلے سال میں مرجانے والوں کی فہرست حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دی ہے۔ آئندہ سال کے ۱۵ر شعبان تک دی گئی اس فہرست کے مطابق ترتیب وار روحیں قبض کی جائیں گی۔ اور میری موت کا بھی وقت متعین ہو چکا ہے۔ سننے والوں نے دل کی تسلی کو کہا کہ اللہ رحم کرے آپ کی صحت ماشاء اللہ بہت اچھی ہے آپ متفکر کیوں ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ موت برحق ہے۔ نہ صحت پر موقوف ہے نہ بچپن، جوانی یا بڑھاپے پر۔ چلتے پھرتے بھی تو انسان گزر جاتا ہے۔

اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔ کہ اس پیشین گوئی کے ۱۳ دن بعد عشاء کی نماز با جماعت پڑھ کر اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ پر حاضری دیتے ہوئے گھر آئے اور چھوٹے بڑوں سے باتیں کرتے کرتے ہنسی خوشی ۱۱ بجے شب بستر استراحت پر دراز ہوئے تو پھر نہ جاگ سکے دوسرے روز ۲۴ر شعبان ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار بندگان خدا نے شرکت کی اور آبائی قبرستان حسن پروانہ میں سپرد خاک

کر دیا گیا۔

مجھے یہ بات کہنے میں تامل نہیں ہے کہ اگر آج ہم میں مخدوم کلیم رستم مرحوم موجود نہیں ہیں تو ان کا فن زندہ ہے۔ ان کی متبرک یادیں باقی ہیں اور ان کے صاحبزادے حافظ محمد اقبال کے قلم میں بھی ان کا عکس جھلکتا ہے۔

آپ کی وفات پر نہ صرف اہلِ ملتان بلکہ دور و نزدیک کے اور بھی ہزاروں لوگ خون کے آنسو روئے۔ میرا اپنا دل دھاڑیں مار مار کر رونے کو چاہتا تھا۔ اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مجھ سے میری کوئی قیمتی اور پیاری چیز چھن گئی ہو۔ سچ ہے اچھی اور نیک ہستیاں اس دنیا میں زیادہ عرصہ نہیں رہتیں

آپ کے یوم وفات کے سلسلے میں امسال خوشنویس یونین اور بزمِ ملتان فروغ خطاطی بھی ان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے یوم کلیم رستم مرحوم منا رہی ہیں اور ملتان و دیگر شہروں کے بے شمار علماء کرام اور ادیب حضرات کلیم رقم مرحوم کے بارے میں تحریری خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ ان تمام تحریروں کو مجموعہ کی شکل میں بزمِ ملتان فروغ خطاطی نے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ بھی ایک عمدہ طریقہ ہے عظیم اور فعال شخصیتوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا۔ اور ان کے فن کی افادیت کو زندہ رکھنے کا۔

آپ کے یوم وفات کے موقع پر میرے دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کیسے سُندر چہرے مجھ سے رُوٹھ گئے
ہائے نصیب میرے کیونکر پھُوٹ گئے

کون کسی کو منزل تک پہنچاتا ہے
کتنے ہمراہی راہوں میں چھُوٹ گئے

تنہائی میں جب بھی کوئی یاد آیا
ایسے لمحے میرے سکوں کو لُوٹ گئے

اب تو کوئی عکس نہیں آواز نہیں
جانے دل کے شیشے کیسے ٹُوٹ گئے

زیست نے جب بھی موت کی چادر اوڑھی جمیلؔ
سچائی تب غالب آئی، جھُوٹ گئے

(جمیل احسن)

احسن التحریر

"کلیم رقم"

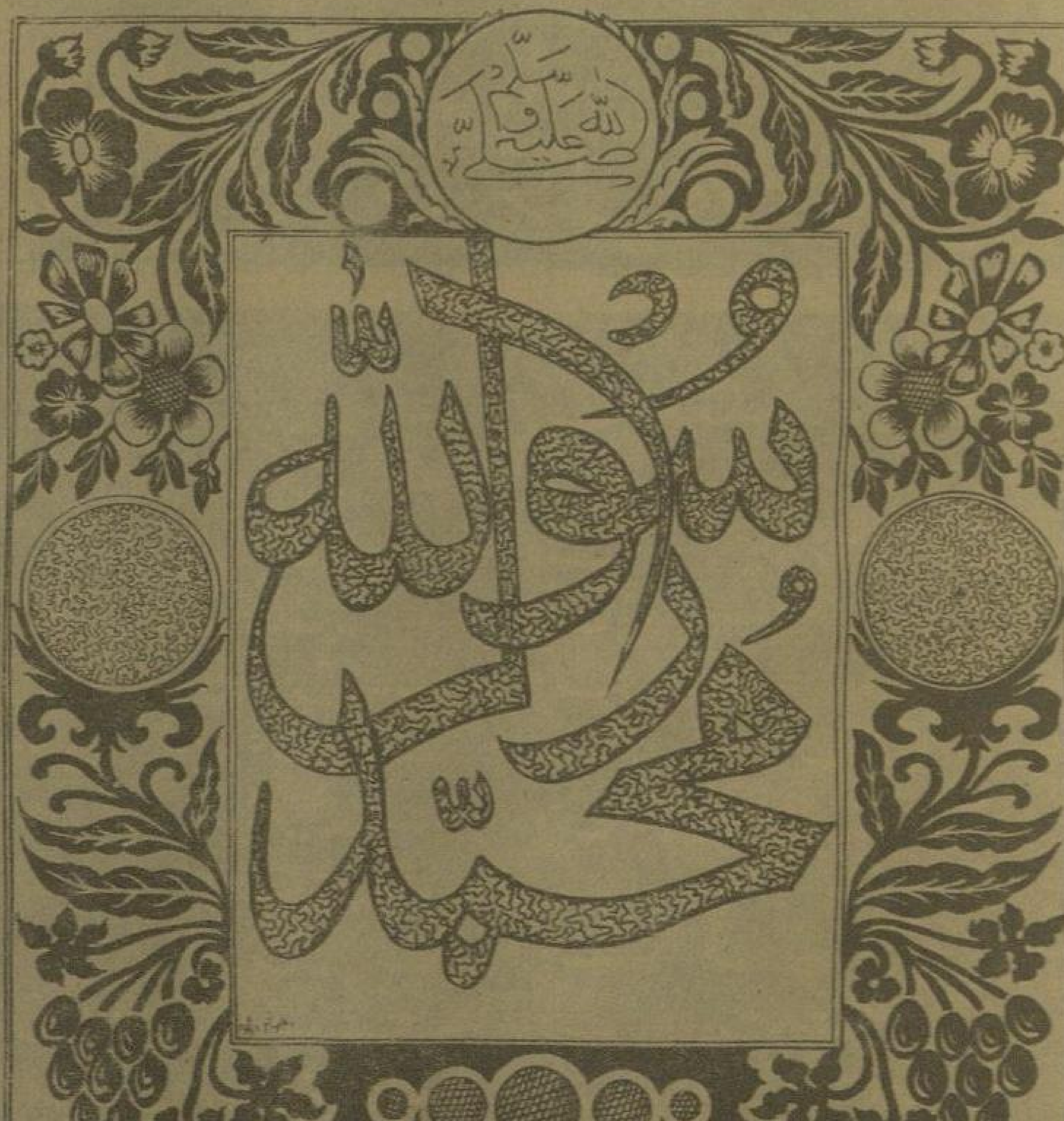
کے چند نادر فن پارے

"کلیم رقم" نہ صرف ہمہ اقسام کے رسم الخط کے ماہر تھے بلکہ وہ ڈیزائننگ میں بھی منفرد مقام رکھتے تھے۔

قطعہ وفات
از حضرت عزیز حاصلپوری

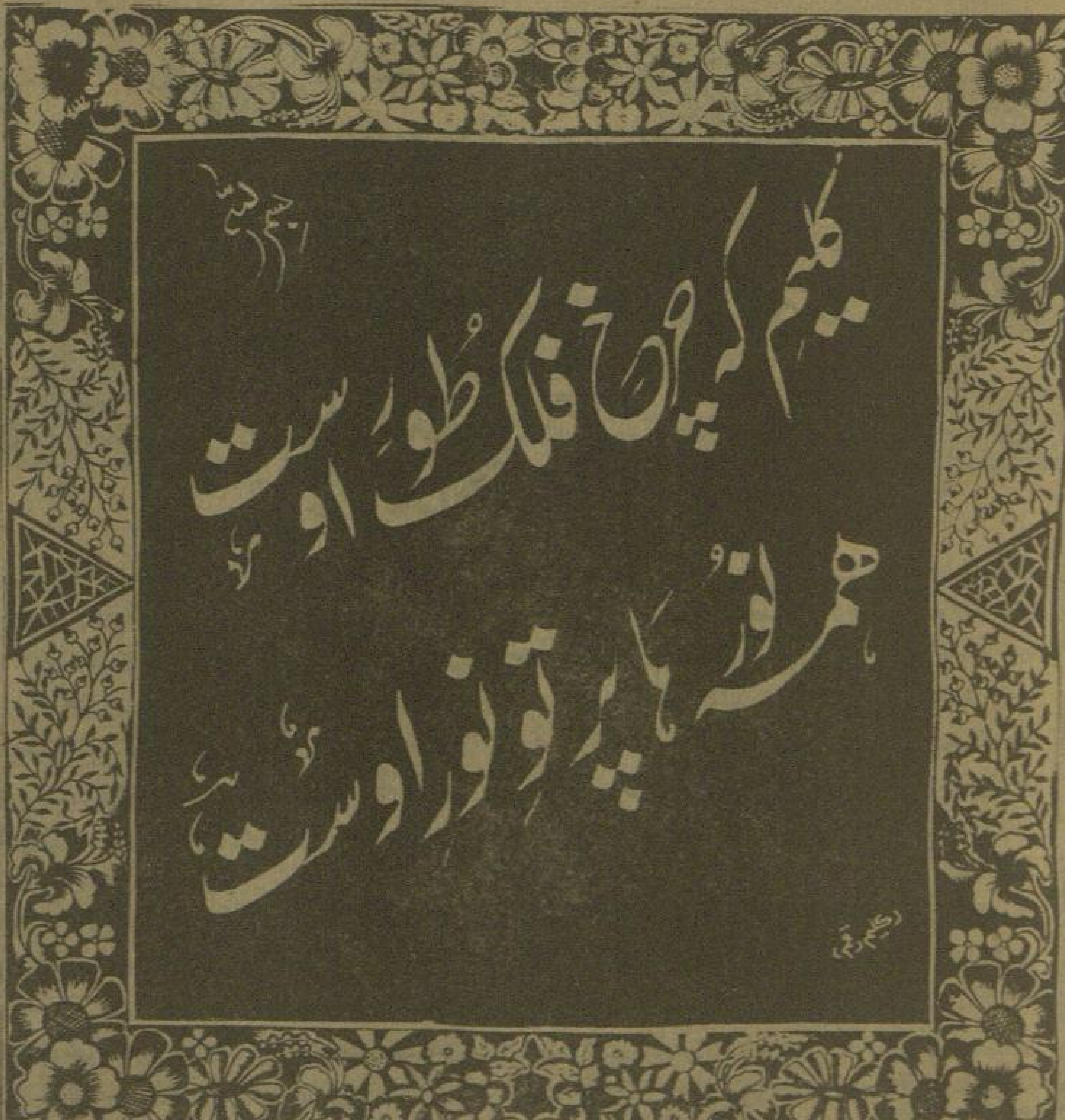
افسوس آج دے گئے داغ مفارقت ۔۔۔ تحریر کے رئیس محمد حسن کلیم
تاریخ مرگ کہہ دو لب درد سے عزیز ۔۔۔ خطاط و خوشنویس محمد حسن کلیم

۱۹۷۱ء



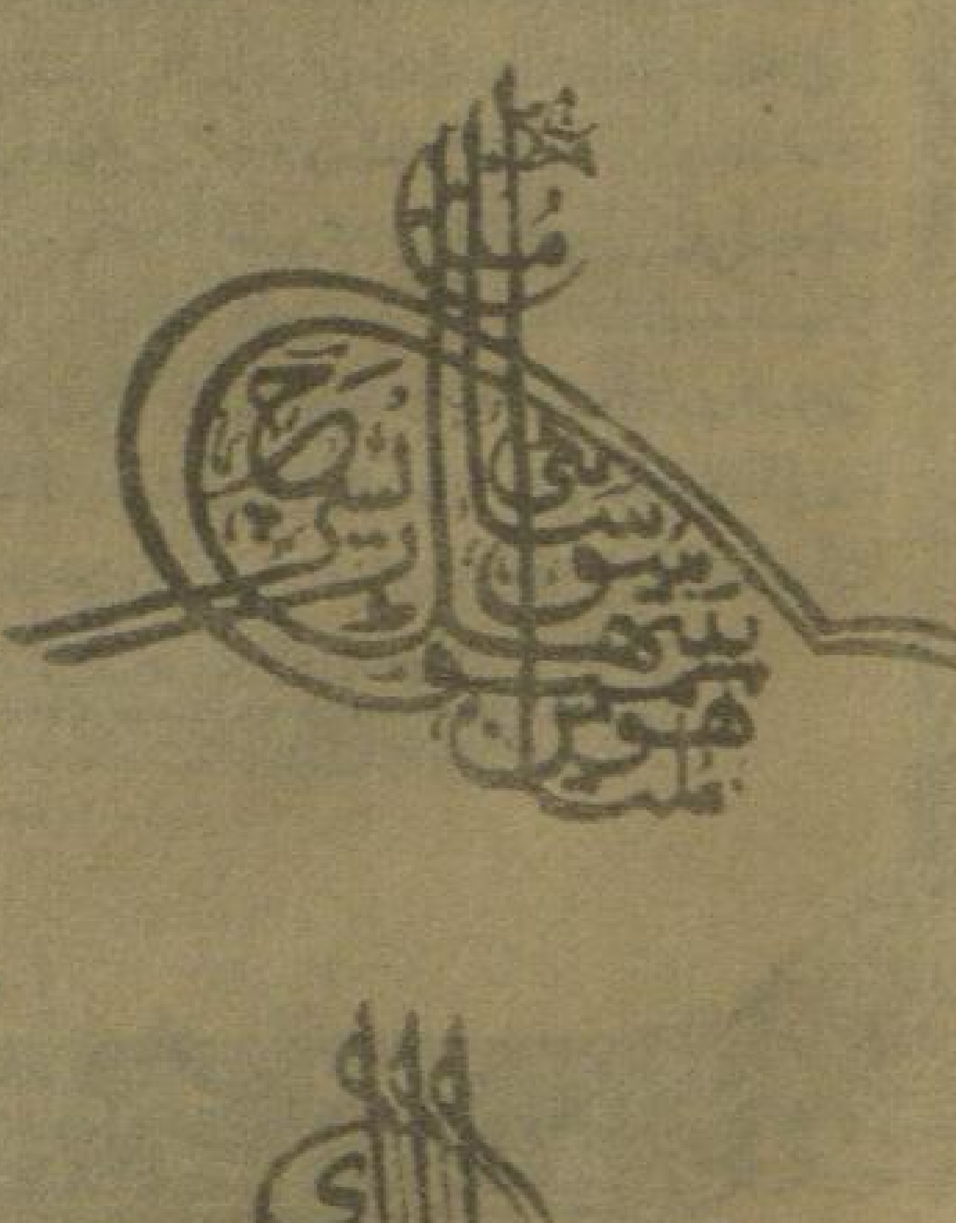
تلاشِ بے کار

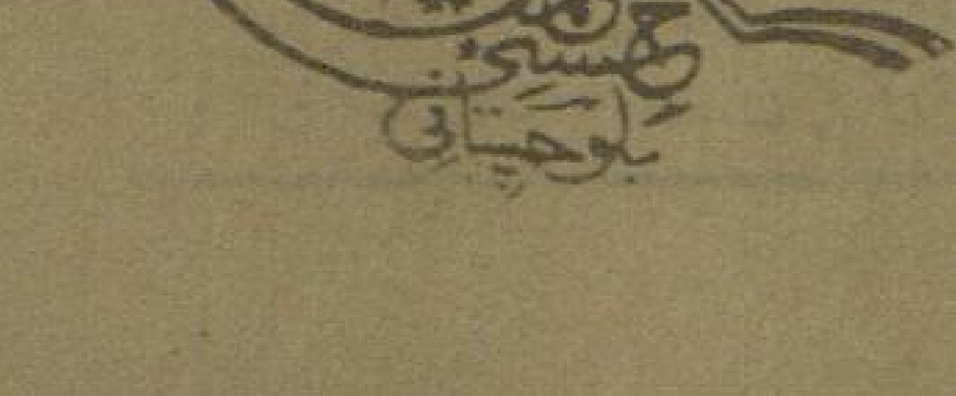
بلندی اور ترقی انکساری میں ہے ——— لوگ ——— تکبّر میں تلاش کرتے ہیں
انسانیت خوش اخلاقی میں ہے ——— لوگ ——— بد اخلاقی میں تلاش کرتے ہیں
خیر و برکت ایمانداری میں ہے ——— لوگ ——— دھوکہ فریب میں تلاش کرتے ہیں
تونگری قناعت میں ہے ——— لوگ ——— حرص میں تلاش کرتے ہیں
دعا کی قبولیت لقمۂ حلال میں ہے ——— لوگ ——— لقمۂ حرام میں تلاش کرتے ہیں
کامیابی ہمت اور شجاعت میں ہے ——— لوگ ——— بزدلی میں تلاش کرتے ہیں
دوستی محبت اور اخلاص میں ہے ——— لوگ ——— خود غرضی میں تلاش کرتے ہیں
شرافت شرم و حیا میں ہے ——— لوگ ——— بے حیائی میں تلاش کرتے ہیں
راحت و عیش آخرت میں ہے ——— لوگ ——— دنیا میں تلاش کرتے ہیں
خاتمہ بالخیر اور نجات صحیح عقیدہ اور نیک عمل میں ہے ——— لوگ ——— بد عقیدگی اور بد عملی میں تلاش کرتے ہیں
علم بھوک اور سفر میں ہے ——— لوگ ——— شکم پروری اور وطن میں تلاش کرتے ہیں

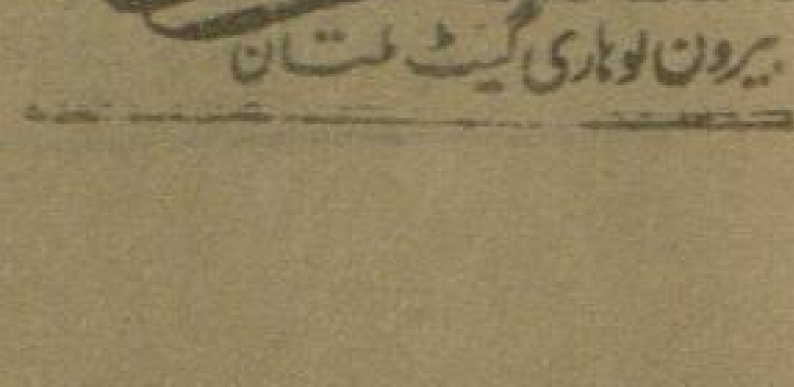




حضرت
کلیم رقمؔ
کے
لکھے ہوئے
چند لیٹر پیڈوں
کے
سرنامے







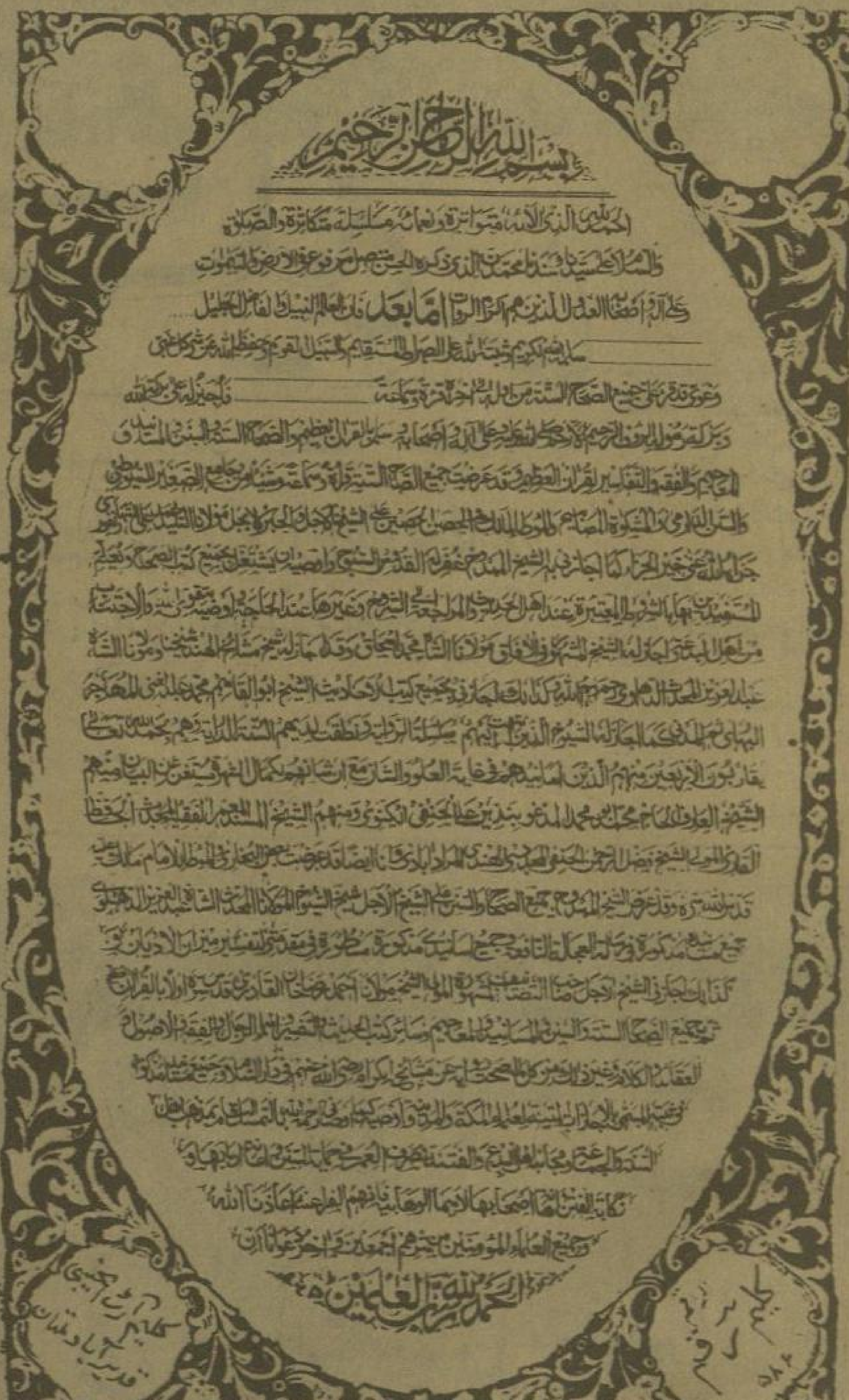
بسم الله الرحمن الرحيم

سند الحديث من المدرسة الاسلامية العربية انوار العلوم ملتان

ان افضل حديث نطق بلسان البراعة واصح منطوق تحدث به محدث البراعة حديث مسند الى الله عز وعلا وكلمة مرفوعة اليه تبارك وتعالى من محامده العليا وصفاته العظمى
توجهنا بها الى جنابه وقصدنا نحو بابه اعتصمنا بحوله وتمسكنا بحبله واسندنا اليه اعتمادنا عليه هو غاية كل مقصود ومبدأ كل موجود فهو الحامد والمحمود … والله فى الوجود عز جلاله
وجل اسمه لا نحصى ثناء عليه انت كما اثنيت على نفسك افض علينا من انوار قدسك وهب لنا من نفحات انسك يا من لا يخيب سائله ولا ينقطع بره ونائله احسن صلوة والصلوة والتحية من
سنن الدين وحث على طرق المهتدين سيد الاولين والآخرين حبيب اظهار ربوبية رب العلمين باعث خلقة الموجودات اصل اصول الكائنات سيدنا ومولانا محمد المصطفى الذى يقال له يوم القيامة قل تسمع
وسل تعط واشفع تشفع فاليوم يوم ما ثم القول قولك وعلى آله واصحابه واولياء امته وعلماء ملته فى هذه الطريقة لما ادوا دينه الذين من توسل بهم نال جميع مطالبه وجد كل مآربه اشهد ان لا اله الا الله
وحده لا شريك له الواحد المنان واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله المصطفى من عدنان صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه ما تعاقب الدهور والازمان اما بعد فيقول اضعف عباد الله المجيب المتمسك
بذيل النبى الحبيب المدعو باحمد سعيد الكاظمى الامروهى تجاوز الله عنه فى ذنبه الخفى والجلى مهتمم المدرسة الاسلامية العربية الشهيرة بانوار العلوم الكائنة ببلدة ملتان لما قرأ على
وعلى الاساتذة الاخ الاعز الصالح المولوى … الصحاح الستة الشهيرة المتداولة
بين المحدثين … اجيزه على سنة المحدثين فاجزته كما اجازنى سيدى وشيخى سيد المفسرين سند المحدثين الفاضل النبيل العالم الجليل السيد محمد خليل الكاظمى الامروهى رحمه الله العلى الولى وهو مجاز عن زبدة
العلماء الاعلام قدوة الفضلاء الكرام العلامة الالمعى مولانا المولوى محمد رياست علیخان الشاهجهانپوری رحمه الله القوى وهو مجاز عن رأس المحققين رئيس المحدثين مولانا محمد ارشاد حسین
الفاروقى الرامپورى قدس سره عن شيخه مولانا المولوى الشاه احمد سعيد النقشبندى قدس سره عن الشيخ الاجل مولانا الشاه محمد عبد العزيز الدهلوى قدس سره عن ابيه وشيخه استاذ الاساتذة فخر الجهابذة
مولانا المولوى الشاه محمد ولى الله الدهلوى قدس سره وسنده مشهور وايضا اجزته بالسلاسل العلية الچشتية الصابرية والقادرية والنقشبندية والسهروردية واورادها واشغالها
كما اجازنى سيد العارفين سند السالكين مولائى وملجائى الصوفى الشيخ مولانا السيد الشاه محمد خليل الكاظمى الامروهى الچشتى الصابرى افاض الله علينا من بركاته وامتعنا بطول حياته
وهو مجاز بجميع تلك السلاسل المتقدمة واورادها واشغالها عن شيخه فى الطريقة والدى والد مكرم ممدوح العارفين زبدة السالكين شيخ الشيوخ مولانا المولوى السيد الشاه محمد مختار احمد الكاظمى الامروهى
الچشتى الصابرى القادرى النقشبندى السهروردى سلسلته مضبوطة مربوطة متصلة فى جميع تلك السلاسل الى ائمتها الكبار ومنهم قدست اسرارهم الى سيد الابرار محمد النبى المختار صلى الله
تعالى عليه وعلى آله الاطهار واصحابه الاخيار وايضا اجزته بجميع ما صحت لى روايته عن قدوة المفسرين زبدة المحدثين شيخى مولائى الفاضل الاجل المولى الاكرم المفتى الاعظم
مولانا الشاه مصطفى رضا خان القادرى الرضوى النورى البريلوى دامت بركاته العالية وهو مجاز عن حضرة شيخه وابيه شيخ الاسلام والمسلمين مجدد المائة الحاضرة مؤيد الملة الطاهرة
حجة الله القاهرة الحبر العظيم الجليل الذى شهد له علماء البلد الحرام وبلدة النبى عليه الصلوة والسلام بانه سيد فرد وامام اعلحضرت الشاه محمد احمد رضا خان البريلوى اسكنه
الرحمن فى دار الجنان وامطر عليه شآبيب الرحمة والرضوان وبالسلاسل العلية العالية القادرية الرضوية والاذكار والاشغال والاعمال وايضا اجزته بجميع ما اجازنى دام فيضه كما اجازه
نور العارفين قدوة السالكين حضرة مولانا السيد الشاه ابو الحسين احمد نورى ميان صاحب المارهروى رضى الله عنه وايضا اجزته بالحزب الشريف كما اجازنى دام مجده العالى واجازه
التى حصلت من شيخه تلميذ والده الشريف رضى الله تعالى عنهما وعن سائر شيوخنا الكرام العظام مولانا العلامة كنز الكرامة السيد ابى الحسين المرزوقى المكى قدس سره الملكى اوصيه الله
تعالى بان يلازم حق … واصلح عمله وعمل بجاه حبيبه المصطفى المرتضى المجتبى صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه … كثيرا كثيرا
واوصيه بملازمة مذهب اهل السنة والجماعة ومجانبة اهل البدعة والغواية وملازمة التقوى وفقه الله تعالى اياه واياى لما يحب ويرضى آمين

امضاء العضو خاتم المدرسة

حضرت کلیم رقم رحمہ کے دستِ مبارک سے رقم کردہ خط نسخ میں ایک سند کا نمونہ
اس سند کے اردگرد بنی ہوئی بیل ڈیزائننگ کا مونہہ بولتا شاہکار ہے


بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي آلاءه متواترة ونعماءه مسلسلة متكاثرة والصلوة
والسلام على سيدنا محمد الذي ذكره الحسن مسلسل من فوق الارض الى السموات
وعلى آله واصحابه العدول الذين هم اجلة الرواة اما بعد فان العالم النبيل والفاضل الجليل
[illegible] على الصراط المستقيم والسبيل القويم حفظه الله [illegible]
[illegible] على جميع الصحاح الستة من اوله الى آخره [illegible]
[illegible] القرآن العظيم والصحاح الستة والسنن [illegible]
[illegible] وقد عرضت جميع الصحاح الستة [illegible] الجامع الصغير للسيوطي
[illegible] الحصن الحصين على الشيخ الاجل [illegible]
[illegible] كما اجازني به الشيخ المحدث [illegible] واوصيه ان يشتغل بجميع كتب الصحاح [illegible]
[illegible] الشروط المعتبرة عند اهل الحديث والمراجعة الى الشروح [illegible] عند الحاجة واوصيه بتقوى الله [illegible]
[illegible] مولانا الشاه محمد اسحاق [illegible]
عبد العزيز المحدث الدهلوي [illegible] الشيخ ابو القاسم محمد [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

الحمد لله رب العالمين

چشم در صنع الٰہی باز کن لب را ببند
بہتر از خواندن بود دیدن خط استاد را

لیتھو کتابت میں چھپنے والا ماضی کا معروف ہفت روزہ جو کلیم رقم خود کتابت کرتے تھے۔

ہزار چشمہ ترے سنگ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۷۳۶ ملتان

کلیم (پاکستان)

ہفت روزہ — قیمت ایک آنہ

جلد ۷ | ۲۹ جنوری ۱۹۵۸ء | شمارہ (۲۰)

مغربی پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی اصلاح و بہبود کی تدابیر

جیلوں کے افسروں کی کانفرنس کے اہم فیصلے

معلوم ہوا ہے کہ مغربی پاکستان کی تمام جیلوں کے افسروں کی ایک کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ جیلوں کو "قید خانے" کہا جائے۔ کانفرنس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ جہاں تک جسمانی سزا کا تعلق ہے اسے صرف عادی مجرموں کے قید خانوں تک محدود کر دینا چاہیے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور ان کا عرس

ہندوستان میں راجستھان سٹیٹ کے اجمیر شہر میں ہر سال یکم رجب سے ۶ رجب تک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ اس عرس میں نہ صرف ہندوستان کے کونے کونے سے لاکھوں زائرین شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان سے باہر کے مسلم ممالک مثلاً ترکی، افغانستان اور ایران وغیرہ سے بھی زائرین ہزاروں کی تعداد میں درگاہ شریف کی زیارت کے لئے چلے آتے ہیں۔ اس مقدس تقریب کے موقع پر ہر وقت زائرین اور اہل عقیدت کا ایک تانتا بندھا رہتا ہے۔ زائرین میں نہ صرف مسلمان بلکہ ہر مذہب و ملت کے لوگ آستانہ بوسی کرتے ہیں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر عقیدت کے پھول چڑھاتے ہیں۔

پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو خواجہ صاحب سے کتنی عقیدت ہے اس کا اظہار کرنا قلم کی طاقت سے باہر ہے والہانہ عقیدت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ان کے ساتھ روحانی نسبت بھی ہے۔ چنانچہ ہر سال اہل عقیدت بڑی تعداد میں یہاں ضرور آتے ہیں کہ مسلمان



ٹائیٹل کتاب

بٹر پیپر پر سکرین پر روانی کے ساتھ قلم رقم ۲/۶ کا لکھا ہوا اسم تو سم نمونہ

عہدِ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنہ ۱۱ تا ۱۳ھ

زمانہ کس طرح صدیقِ اکبر کے نہ گُن گائے، یہی اول رسولِ پاک ﷺ پر ایمان لے آئے
یہی ہمراہ تھے جب آپ نے یثرب کو ہجرت کی یہی تھا یار، غارِ ثور میں جس نے رفاقت کی
نبی ﷺ کے بعد بیٹھے آپ ہی تختِ خلافت پر، یہی تھے فی الحقیقت جانشینِ احمدِ سرور
سفر جب کر رسول اللہ نے آخر کا فرمایا عرب کی سرزمیں میں مانیئے اک زلزلہ آیا
قبائل ہو گئے سرکش تو اکثر نے بغاوت کی کئی مرتد ہوئے اور بعض نے ان کی قیادت کی
کئی جھوٹے نبی بن کر لگے لوگوں کو بہلانے مسلماں تھے تحیر میں کہ ہو گا کیا خدا جانے
مگر صدیقِ اکبر کچھ نہ جھجکے اور نہ گھبرائے درشتی اور سختی سے ہر اک کو راہ پر لائے
عرب میں یوں ہوا جب داخلی امن و اماں پیدا عراق و شام کی جانب چلا اسلام کا شیدا
مثنیٰ اور خالد نے حیرہ پر بول کر حملہ کیا ثابت مجاہد کا نہیں ایراں میں ہم پلہ
اُدھر یرموک کا میداں مسلمانوں کے ہاتھ آیا اِدھر صدیق کو اللہ نے جنت ۱۳ھ میں بلوایا

رسول اللہ کے دامن میں بنی آرامگاہ اُن کی
وہی جائے پناہ اے نورؔ ہے جائے پناہ اُن کی

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب فاروقِ اعظم فاتحِ اسلام خلیفۃ الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنہ ۱۳ تا ۲۳ھ

صلاح و مشورہ سے حضرتِ صدیقِ اکبر نے چنا فاروقِ اعظم کو کہ رحلت جب لگے کرنے
یہ مانا آپ نے بھی ملکِ ایراں کو لتاڑا تھا! یہ مانا رومیوں کو شام میں اکثر پچھاڑا تھا
تلاطم ہو چکا برپا تھا گویا اک سمندر میں مگر موجیں تڑپتی تھیں ابھی اندر ہی اندر میں
عراق اول لیا فاروق نے ایراں پہ پھر جھپٹا مدائن میں اسے ڈانٹا، تو جا جلولا میں ڈپٹا
نہاوند و جلولا پر شکستیں پے بہ پے دے کر ہرات و بلخ تک ایراں سارے کو دبا لے کر
سوئے مغرب توجہ کی تو سالم شام ہاتھ آیا سرِ بیت المقدس پرچمِ اسلام لہرایا
دمشق و حمص و انطاکیہ کے میدان کانپ اُٹھے بہادر روم کے لرزے بنی غسان کانپ اُٹھے
علم اسلام کا پھر سرزمینِ مصر میں گاڑا جو برقہ میں اسے چھیڑا، طرابلس میں اُسے پچھاڑا
جو شرق و غرب کو یوں سر کیا، فاروقِ اعظم نے عرب کا بول بالا کر دیا فاروقِ اعظم نے
تدبر سے ممالک میں کیا امن و اماں قائم رعایا کی بھی بہبودی رہی مدِ نظر دائم

شہید آخر ہوئے تیئس ۲۳ ہجری میں مصلے پر
جوارِ مصطفیٰ میں نورؔ ہیں مدفون نیک اختر

امیر المومنین حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم ۶۴۴ء ۶۵۶ء

عمر کے منتخب اصحاب نے موزوں ترین پا کر — بٹھایا حضرتِ عثمانؓ کو تختِ خلافت پر
خدا کی راہ میں جس نے لٹایا اپنا سرمایا — نبیؐ سے جس نے ذوالنورین کا عالی لقب پایا
کیا سیراب جس نے بیرِ رومہ سے مدینے کو — کیا تھا جس نے چوڑا مسجدِ نبوی کے سینے کو
تبوک ایسی مہموں پر خزانہ جس کا کام آیا — غنی ایسا کہ جا جا پر سخا کا ابر برسایا
نبی کا ایلچی اور بیعت الرضوان کا ہیرو — ملی کوہِ حرا پر خود شہادت کی خبر جس کو
بغاوت ہائے ایراں کو خرد کر کے کچل ڈالا — کیا شاہنشہِ روما کی طاقت کو تہ و بالا
لیا ارمینیا تا حدِ طبرستان جا دھمکا! — برِ طفلس پہ لہرایا پھریرا اپنے پرچم کا،
ہرات و کابل و غزنی پہ اُس کی چھا گئیں فوجیں — اُدھر جا ساحلِ قبرص سے ٹکرائیں ظفر موجیں
لگے پھر جامع القرآن کو اکثر خراج آنے — کئے دولت سے مالا مال اپنے اور بیگانے!
ضعیفی اور نرمی آخرش اُن کو نہ راس آئی — خود اُن کو اپنی فیاضی شہادت کی خبر لائی!
لگے جب دفن ہونے، لوگ وہ شاہوں کے شاہنشاہ فقط ستّرہ نفر تھے لاشۂ مظلوم کے ہمراہ

حضرت امیر المومنین سیدنا اسد اللہ الغالب علی ابن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۵۶ء ۶۶۱ء

شہادت حضرتِ عثمانؓ کی گویا قیامت تھی — فتن کا دور دورا تھا مصیبت پر مصیبت تھی!
بپا طوفان تھا کشتی کو حاجت تھی کنارے کی — خلافت کے عمائد کو ضرورت تھی سہارے کی
نگاہیں اُٹھ گئیں پھر حیدرِ کرار کی جانب — درِ شاہوار کی جانب شہِ ابرار کی جانب
سنبھالا آپ نے ہی ڈگمگاتی ناؤ والوں کو — کیا ناکام انہوں نے فتنہ پردازوں کی چالوں کو
وہ جس کے زور نے اژدر کو بھی زندہ نہ چھوڑا تھا — درِ خیبر کو توڑا تھا تو مرحب کو جھنجھوڑا تھا!
شبِ ہجرت جو سوئے تھے نبیؐ کے پاک بستر پر — صنم کعبے کے توڑے جب چڑھے دوشِ پیمبر پر
وہ ذاتِ پاک جو علمِ شریعت کی تھی دروازہ — کہ جن کی یاد ہے نہج البلاغت میں ابھی تازہ
رہے تھے قاضی القضاۃ جو شیخین اعظم کے — محافظ اب بنے اسلام کے فرخندہ پرچم کے
کبھی جنگِ جمل میں آپ نے دادِ شجاعت دی — کبھی صفین میں افواجِ کوفہ کی قیادت کی
خوارج کے سروں پر آپ کی تلوار جا چمکی! — مفاسد کو مٹانے کے لئے یلغارِ پیہم کی
ملی مہلت نہ ان کو گر ذرا سا اور دم لیتے — تو شام و مصر کو بھی ایک ہفتے میں پرو لیتے
بہنگامِ سحر اک دن درونِ مسجدِ کوفہ! — چھپا بیٹھا تھا قاتل ابن ملجم ناگہ
نمازِ پاک کو پڑھنے لگے جب نور کے ساقی!
کیا ظالم نے وار ایسا نہ رکھی کچھ کسر باقی تھا!



از قلم:- محترم محمد اسماعیل صاحب نورؔ بی۔ اے
ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر بکھیروالہ

نذرِ عقیدت

عرضہ کنم بہ جان و دل اینک نسیم را
از ما بہ پیام جناب کلیمؔ را
اے تو کہ از جہان فنا کردۂ گریز
ہم کردۂ پسند بہشتِ نعیم را
دانی؟ کہ در فراق تو گریاں ہزار چشم
شنوی؟ ہزار آہ و فغانِ یتیم را
از رفتنت بہ دوستاں تاریک شد جہاں
نقصان ہا رسیدہ فنونِ عظیم را
دانم کہ از نگاہ ہمہ گشتۂ نہاں
بخشیدۂ حیاتِ نقوشِ قدیم را
تا حشر زندہ باد نگارش کہ دادۂ
در تحفہ۔ ہم بہ عالم و نورِ ندیم را

محمد اسماعیل نورؔ
بکھیروالہ
14-8-76

قطعۂ تاریخِ وفات

از علّامہ میر افق کاظمی امروہوی

بر وفات محمد مختار احسن ایم اے بن مخدوم محمد حسن خان کلیمؔ

معلّم خوش رقم، گلکار، شاعر — چہ بد فرخندہ پے مختار احسن

افقؔ تاریخ مرگِ ناگہانش — برآمد ہائے ہے مختار احسن

۱۳۹۱ ھ

★

حضرت کلیمؔ رقم کے بڑے صاحبزادے مختار احسن جو کہ عین جوانی کے عالم میں تکلیف گردہ سے وفات پا گئے۔ ... شاعر، صحافی، آرٹسٹ و خوشنویس تھے ان کے قلم سے ... نگار

غنچے! تری زندگی پہ دل ہلتا ہے!
بس ایک تبسّم کے لئے کھلتا ہے؟





غنچے نے کہا، "اِس گلشن میں بابا!
یہ ایک تبسّم بھی کسے ملتا ہے؟"

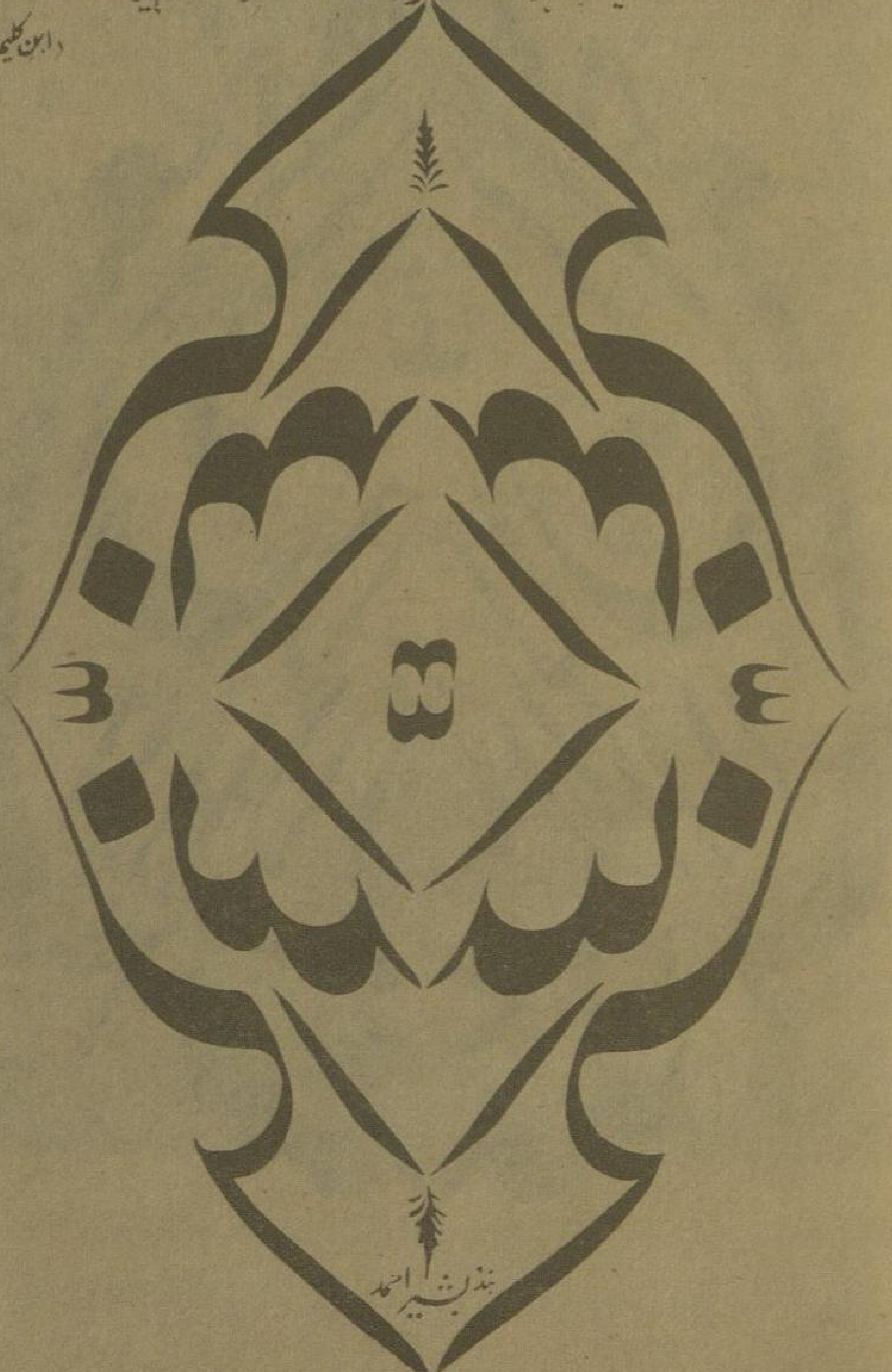
What! were ye born to be
An hour or half's delight,
And so to bid good night?
'T was pity nature brought you forth
Merely to show your worth
And lose you quite.



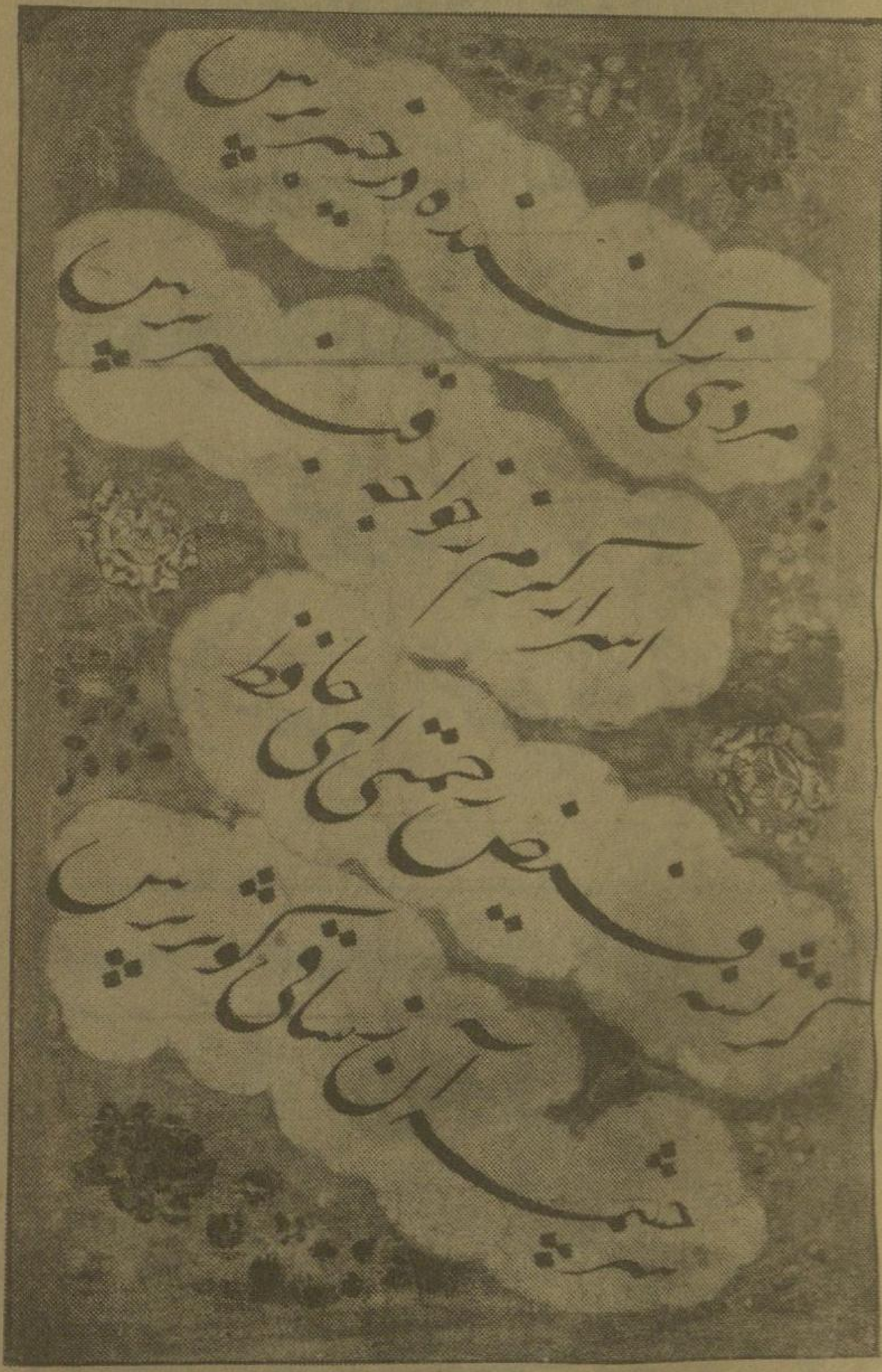
حضرت خواجہ حافظ بشیر احمد صاحبؒ العراقی چشتی نظامی

آپ خاندانِ عراقی کے چشم و چراغ حضرت خواجہ محمد حسین بخش صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اصغر اور معروف خطاط تھے ۔ آپ حضرت کلیم رقمؒ کے ماموں اور اُستاد تھے ۔ آپ کی خطاطی کے نسخ و نستعلیق میں چند شاہکار صاحبزادہ حبیب احمد صاحب سے دستیاب ہوئے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہیں

(ابن کلیم)




بنده بشیر



حضرت حافظ بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے رقم کردہ اس قطعہ کی گراؤنڈ میں
رنگدار کاشی کے انتہائی نفیس بیل بوٹے بنائے گئے ہیں جو کہ آرٹ کا بہترین نمونہ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و
العاقبۃ للمتقین والصلوۃ
والسلام علی سیدنا محمد و
الہ واصحابہ اجمعین امابعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

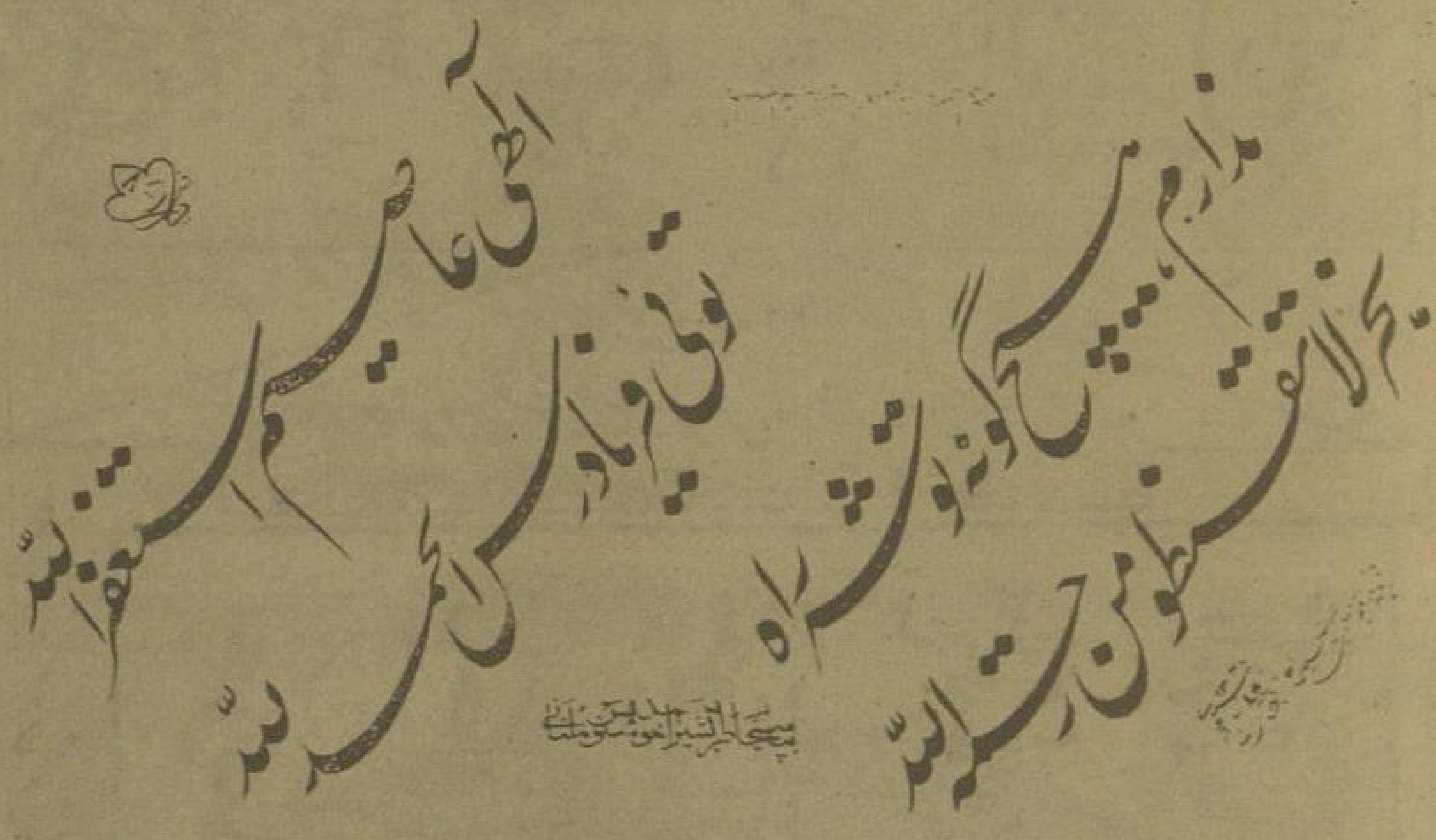
ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا

(بشیر احمد)

ویرزقہ من حیث لایحتسب

کلیم رقم کے استاذ مکرم حضرت حافظ بشیر احمد کے لکھے ہوئے خط نسخ میں دو نمونے

"علی گیان سیاح" ایک ہندو خوشنویس تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے بزرگانِ دین سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے ۱۹۴۶ء میں ہندوستان کے یہ خطاط ملتان آئے اور حضرت خواجہ محمد حسین بخش صاحبؒ چشتی نظامی العراقی کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضری دی اسی دوران خواجہ صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت حافظ بشیر احمد صاحبؒ کی خدمت میں چند قطعات لکھ کر پیش کئے ۔



جگ میں جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم
اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی زَیَّنَ النَّبِیِّینَ
بِنُورِ حَبِیبِهِ المُصطَفٰی صلعم وَ
مَنَّ عَلَی المُومِنِینَ بِنَبِیِّهِ المُجتَبٰی
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِهِ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَیرِ الوَرٰی المُبَشِّرِ

حضرت کلیم رقم کے پیر و مرشد
حضرت خواجہ محمد حسین بخش صاحبؒ کے قلمی نگارشات میں سے ایک ورق
آپ حافظ بشیر احمدؒ کے والد اور کلیم رقمؒ کے نانا تھے۔

اَللّٰهُمَّ یَا اَللّٰهُ یَا رَحمٰنُ یَا رَحِیمُ یَا حَیُّ
یَا قَیُّومُ یَا کَافِی یَا شَافِی یَا مُعِینُ
بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ
یَا حَافِظُ یَا نَاصِرُ اِحفَظنَا مِن
نُحُوسَاتِ الزُّحَلِ وَالمِرِّیخِ وَالمُشتَرِی

حضرت خواجہ حسین بخشؒ کے برادر حضرت مولانا الٰہی بخش چشتی نظامی العراقی کا تحریر شدہ نمونہ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَدَدْ كُرْنَا
رَسُوْلُ مُعَطَّرُ الرُّوْحِ بَآرُوْ
جَوَادُ اللّٰهِ الْمُسْتَغَاثُ اِلٰى حَضْرَتِ
اللّٰهِ تَعَالٰى اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت مولانا الٰہی بخش رح کے والدِ مکرم حضرت مولانا حافظ نبی بخش صاحب چشتی نظامی العراقی رح کے دستِ مبارک سے رقم کردہ درود مستغاث سے ایک ورق خطِ نسخ کا ایک بہترین شاہکار

بزرگان کے علمی ادبی نوادرات عموماً خطِ نسخ میں ملتے ہیں کیونکہ وِرد وظائف کی صورت میں عربی لکھی جاتی ہے

زیادہ محنت

ڈھیروں پھل



اللہ تعالیٰ انسان کو اسی قدر عطا کرتا ہے جس قدر کہ وہ محنت کرے'

ملتان کے ایک بزرگ خطاط جناب محمد سلیم چشتی کا رقم کردہ ایک خطاطی کا بہترین شاہکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عقل و خرد کو آج تک علم نہیں صفات کا (۱) دہر میں کھوج پا سکے کیا کوئی تیری ذات کا

ہر نظر ہوا ظہور جب تجھے حسنِ ذات کا مظہرِ کل بنا دیا تو نے مجھے صفات کا

میری نظر میں کیف ہے حسنِ تجلیات کا میری زباں میں ذوق ہے بادۂ واردات کا

وہ گلِ سبز سبد ہوں میں گلشنِ کائنات کا جس میں ہے تیری بوئے ذات رنگ ہے تیری صفات کا

شوق ہے اے نگاہِ دل تجھ کو جو حسنِ ذات کا

پردہ اٹھا کے دیکھ لے قیدِ تعینات کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

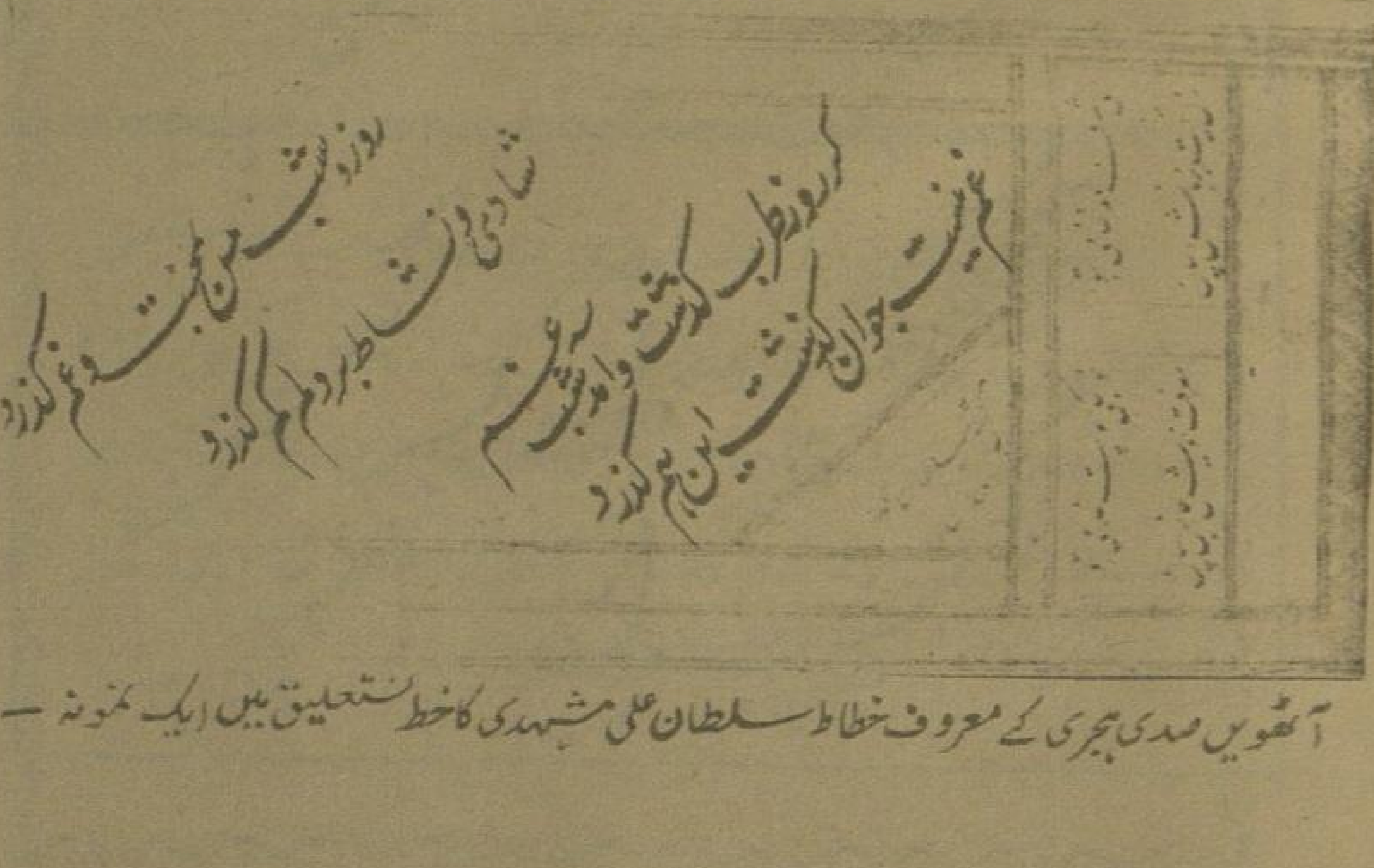
دعاء استخارہ مرویہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ
وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ
وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ؕ
اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ
وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ "
ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ
شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ
عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ
ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ "

حضرت علامہ میر اُفق کاظمی امروہوی کے پین سے لکھے ہوئے لکیر دار کاغذ پر نستعلیق و نسخ میں دو نمونے



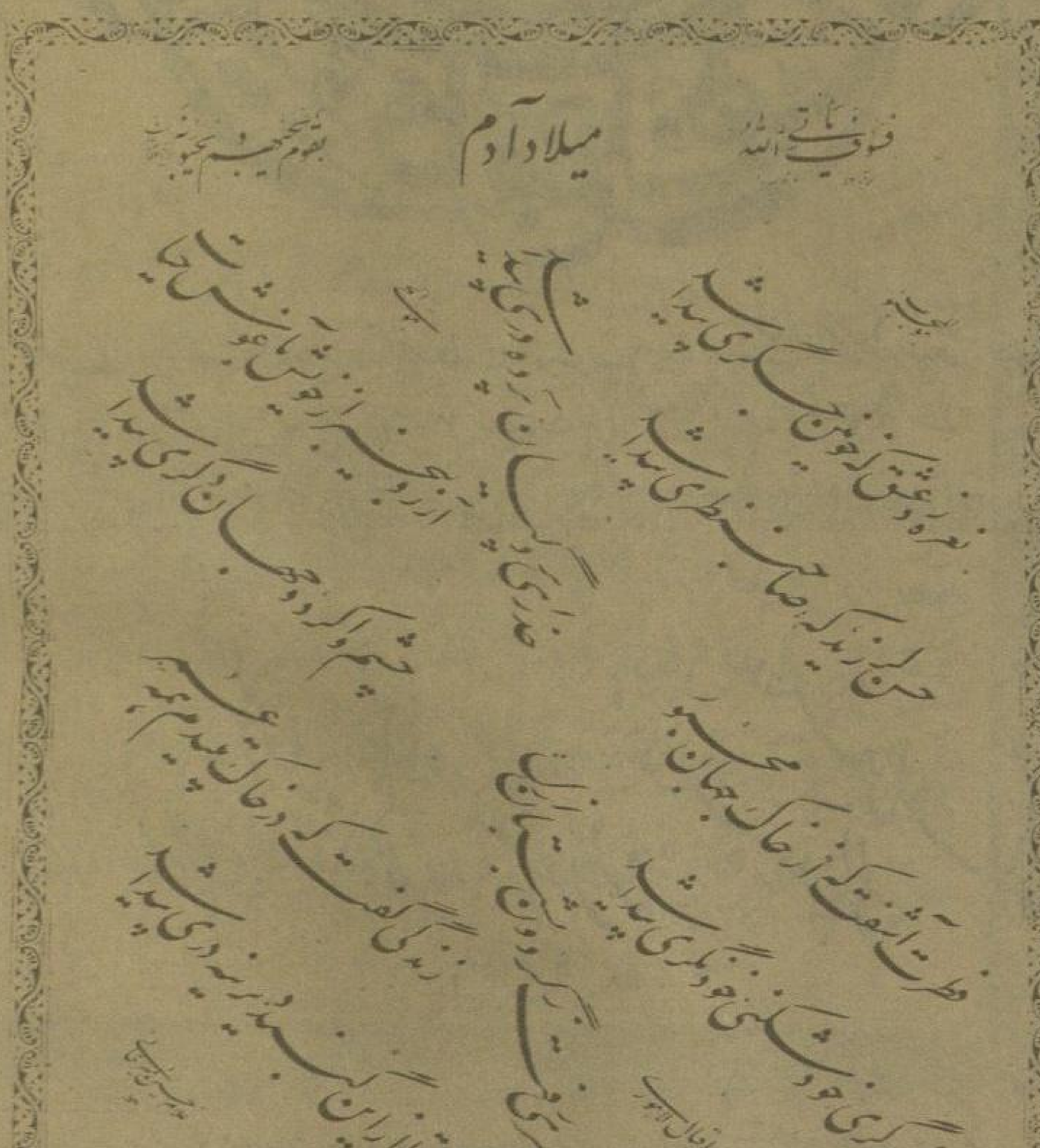
خطِ نسخ کے معروف استاد اور کتاب "قطعات العربیہ" کے مصنف جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب کا ایک نمونہ
یہ خطاطی کا نمونہ "قطعات العربیہ" ہی سے نقل کیا گیا ہے جو کہ سنہ ۱۹۲۴ء میں طبع ہوئی —

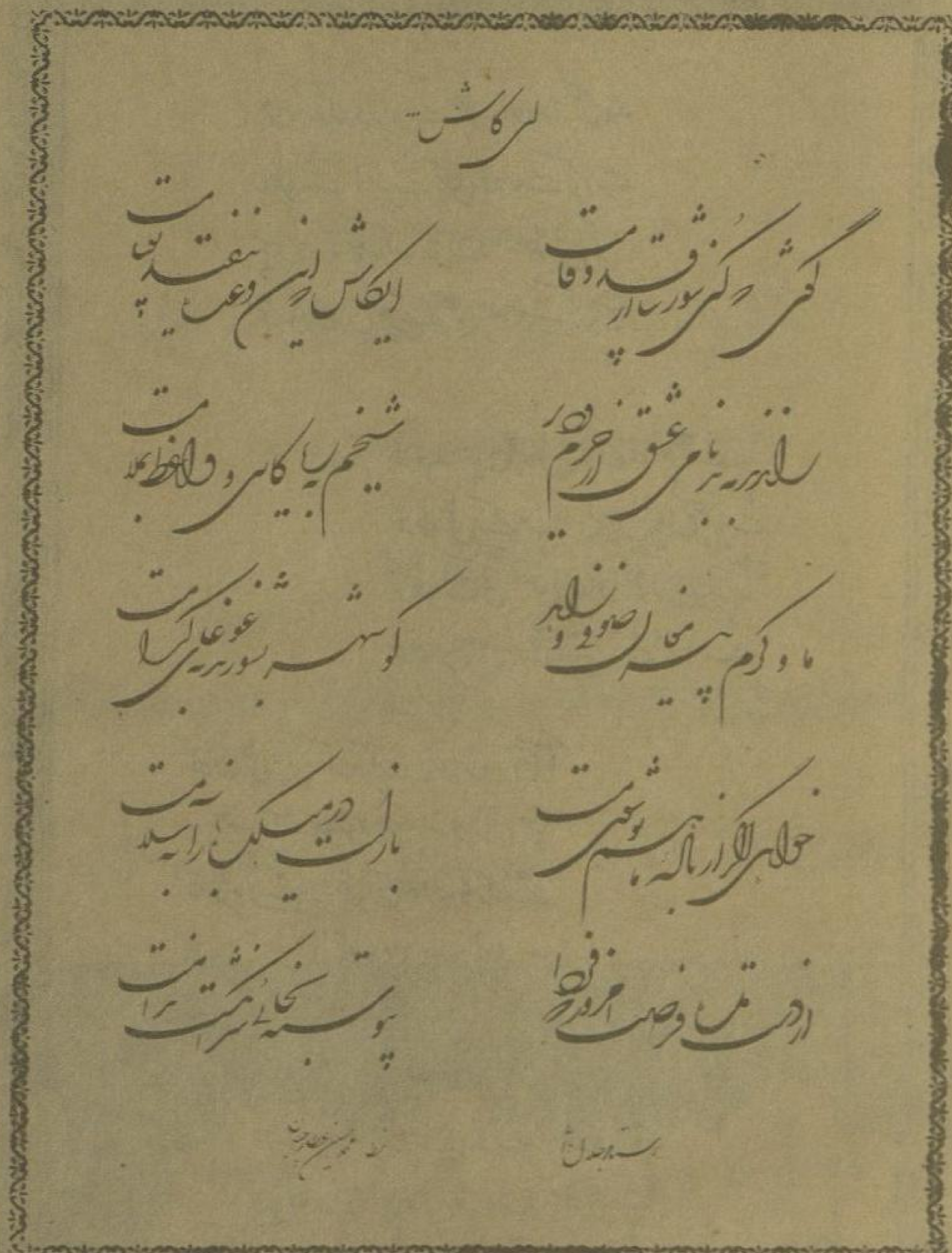


آٹھویں صدی ہجری کے معروف خطاط سلطان علی مشہدی کا خط نستعلیق میں ایک نمونہ —

جدید ایرانی خطاطی کے نوادرات

جدید ایران میں فن خطاطی کے ہنرمندوں نے شب و روز جاں سوزی اور عرق ریزی کے بعد اس فن کو بہت حسن اور نفاست بخشی ہے - برصغیر پاک و ہند کے خطِ نستعلیق کے معروف اساتذہ کے آباؤ اجداد کا تعلق ایران سے ہی تھا - یہی وجہ ہے کہ ایرانی خطاطی اور پاک و ہند کی خطاطی کا اندازِ تحریر یکساں ہے فن خطاطی کے شائقین کیلئے یہاں دو نمونے شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں - کلامِ اقبالؒ کو ایرانی خوشنویس غلام حسین امیرخانی نے خطِ نستعلیق کی نوک پلک سے سنوارا ہے





ایران کی جدید خطاطی میں خط شکستہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خط نستعلیق ہی کو مزید نوک پلک اور رعنائی سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس طرز تحریر کو اپنایا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا شاہکار معروف ایرانی خطاط محمد حسین عطار کا رقم کردہ ہے یہ نمونے "خانہ فرہنگ ایران ملتان" سے حاصل کئے گئے ہیں جو شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہیں

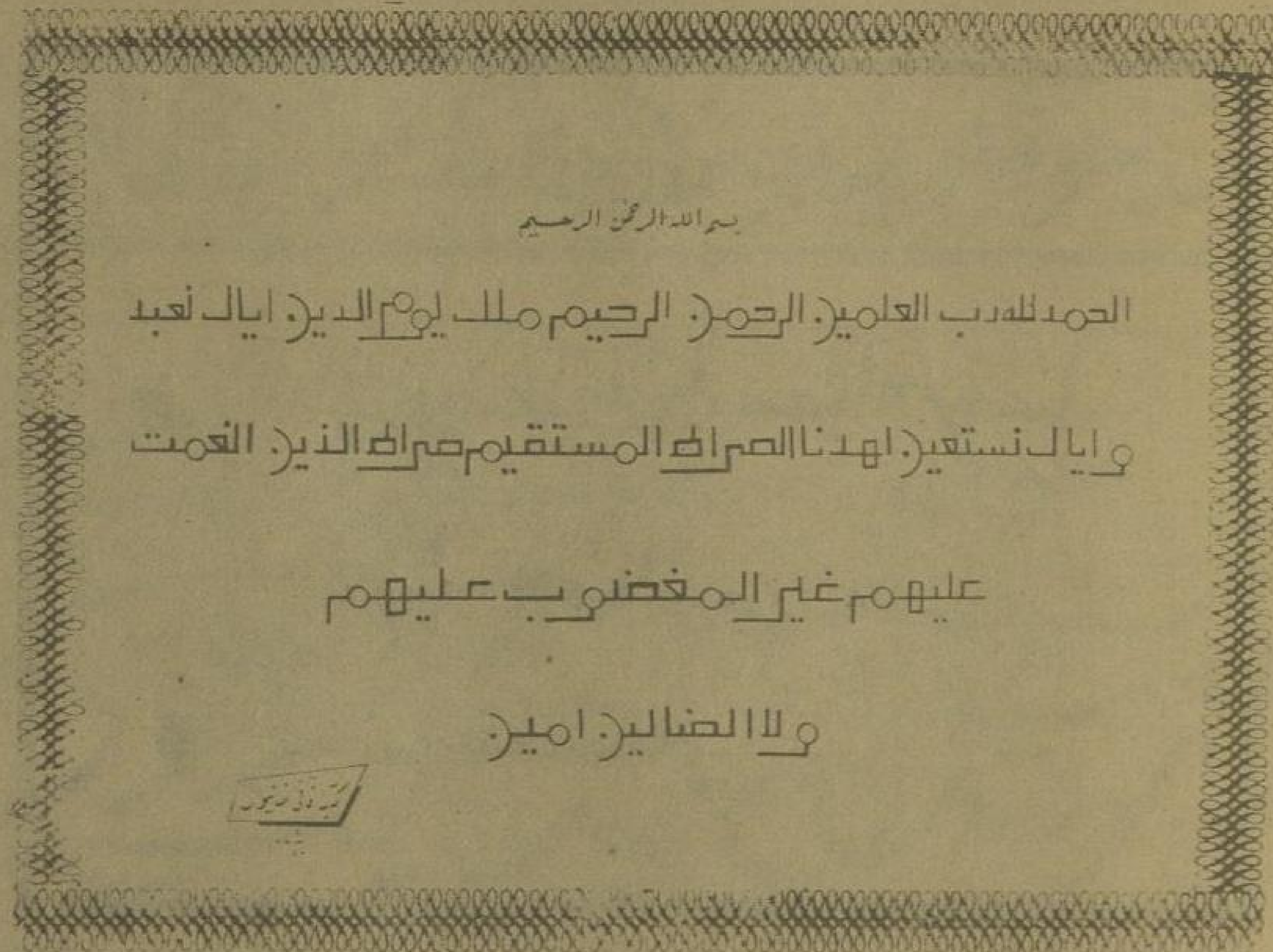
بِن مُقلہ وزیر نے بھی خدمت کی ہے
یاقوتِ امیر نے بھی خدمت کی ہے
پھر پردۂ لولاک میں، خطاطی کی
تھوڑی سی فقیر نے بھی خدمت کی ہے

ابجد میں جمالِ نو کا عالم آئے
خطاطی کے میدان میں یوں ہم آئے
زُلفوں کی گھنی چھاؤں میں لکھنے کے سبب
حرفوں میں نئے پیچ نئے خم آئے

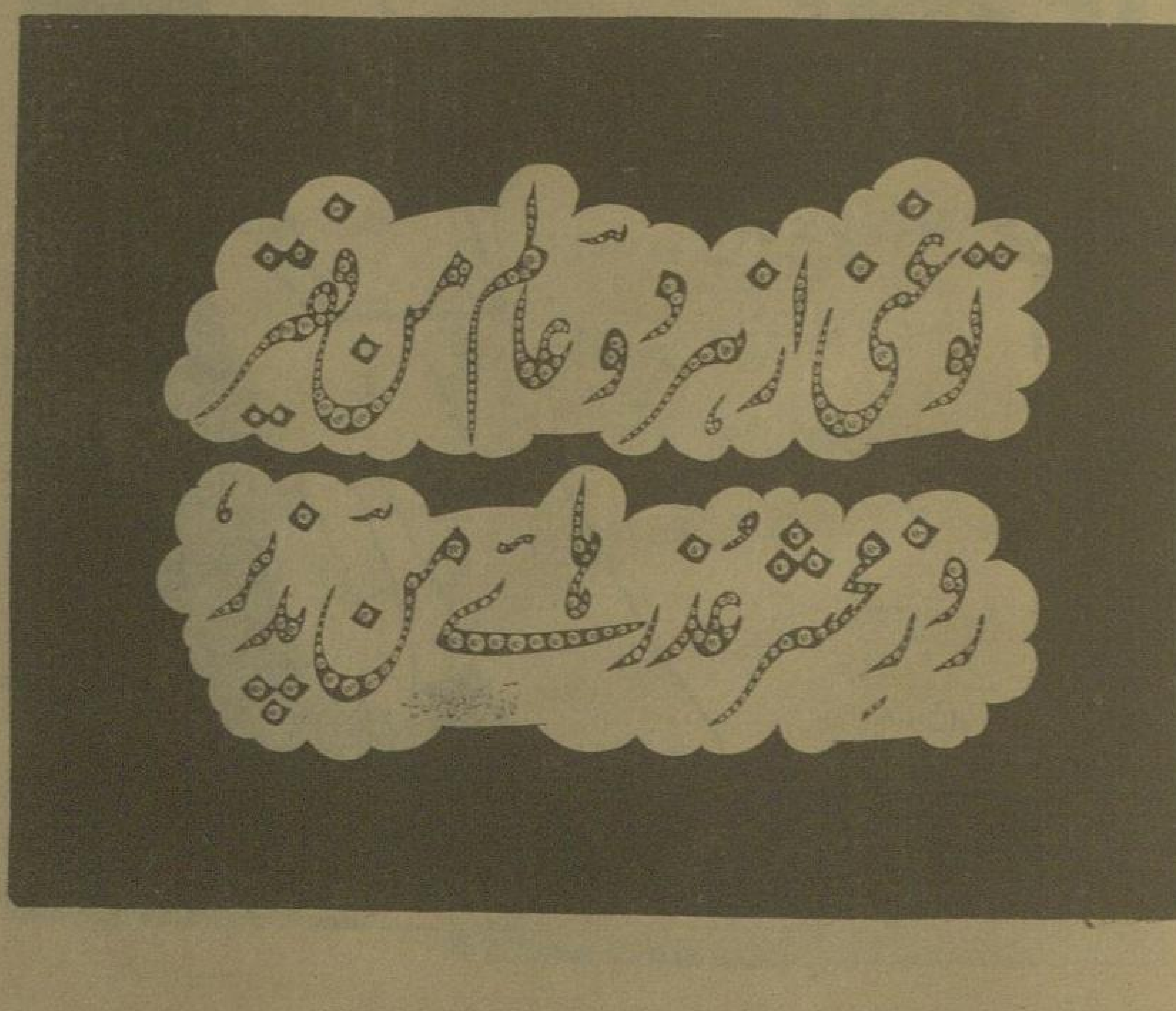
خطاطی میں اک کیف و سرور آتا ہے
وہ حسن بھی لوحوں پہ ضرور آتا ہے
مکھڑوں کے چراغوں کا تصور کر کے
لکھتا ہوں تو تحریر میں نور آتا ہے

ہم حسن پرستوں کی شریعت ساقی
اس میں رہے یہی طرزِ عبادت ساقی
ہم نے خد و خالِ مہ وشاں میں کی ہے
آیاتِ جمال کی تلاوت ساقی!

ملک کے معروف فنکار صادقین کی خطاطی کا ایک نمونہ،
وہ قلم کے قط کی بجائے برش کی نوک سے لکھتے ہیں



خانیوال کے خطاط جناب محمد صدیق فانی کا انداز تحریر

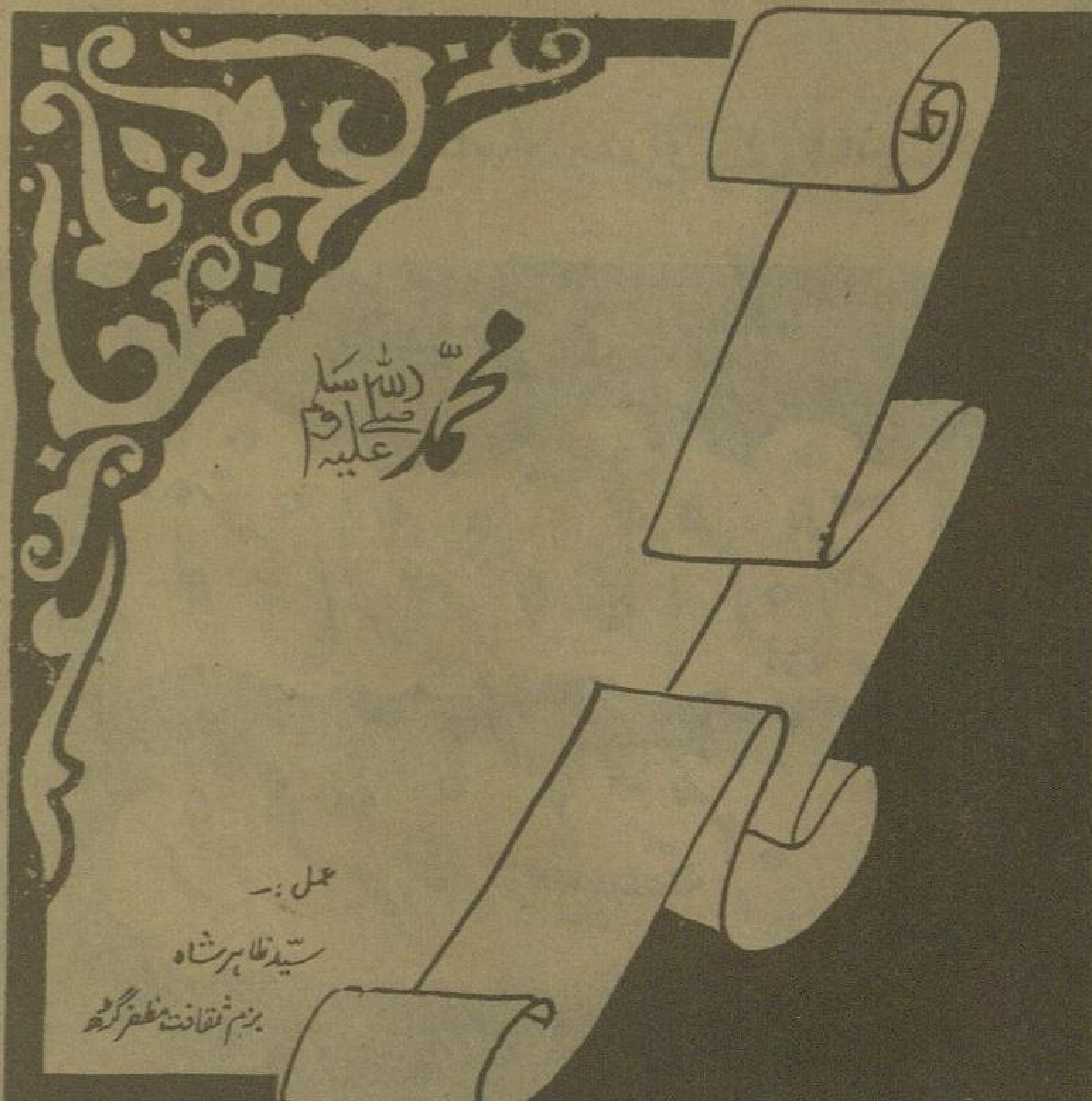


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا

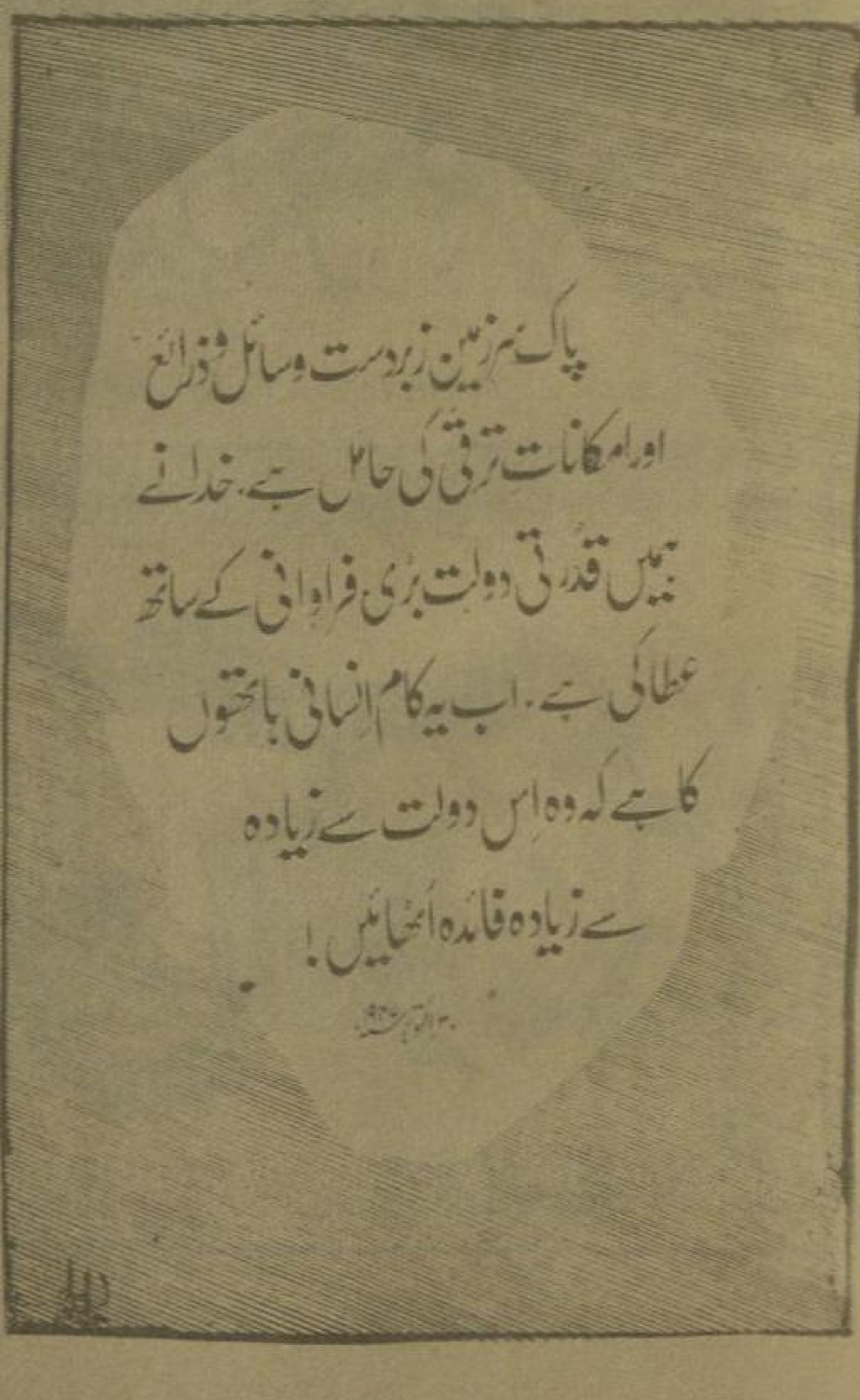
لنکونن من الخٰسرین القرآن

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین



چند خوشنویسانِ ملتان کے نمونہ ہائے خطاطی



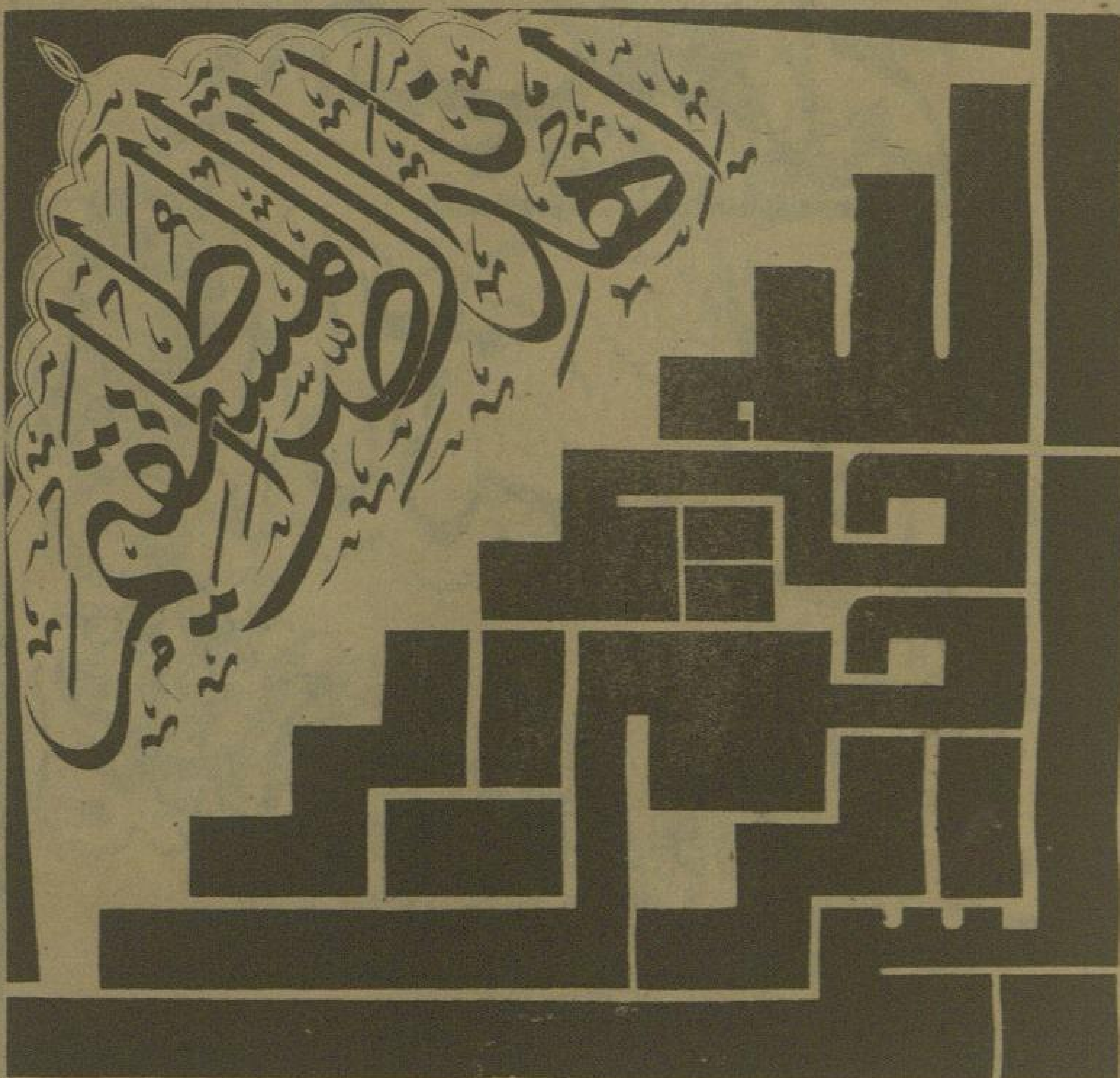


جناب صالح محمد جمالی
ملتان کے معروف
خوشنویس صحافی
اور مقبول ادبی شخصیت
ہونے کے ساتھ ساتھ
کلیم رقم رح کے بہترین
دوست اور انکے فن
کے مداح تھے۔ یہ
فرمانِ قائد اعظم رح خط
نستعلیق میں جمالی مرحوم
کا تحریر کردہ ہے۔


بسم الله الرحمن الرحيم
وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة
خليل


كل شيء هالك إلا وجهه له الحكم وإليه ترجعون


بسم الله الرحمن الرحيم
هو الرحمن الرحيم



کتبہ حافظ حبیب الرحمن ملتان



کتبہ حافظ حبیب الرحمن ملتان

شبِ معراج

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز

سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات

کتبہ: سیف الرحمٰن ملتان

رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں

کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات



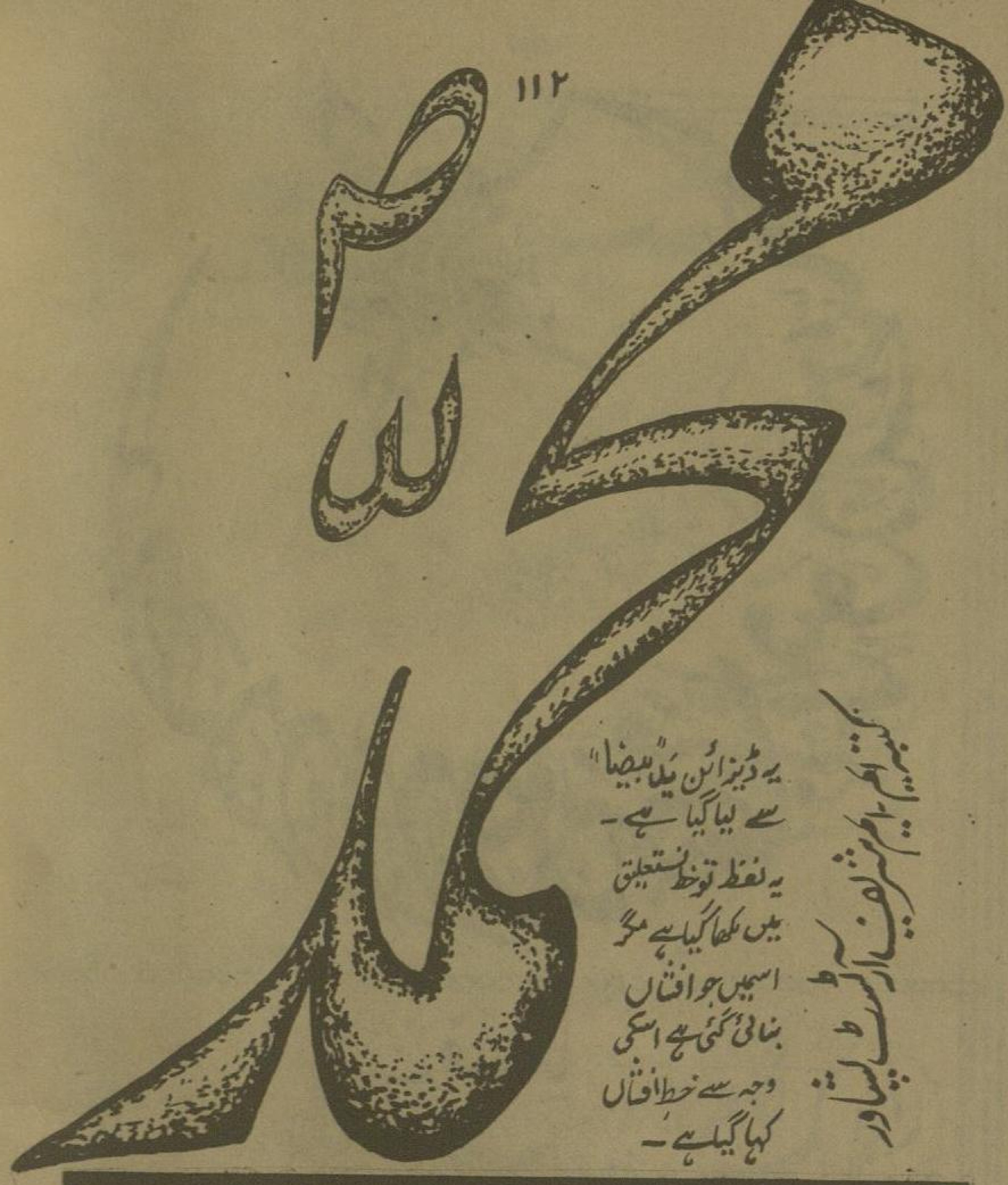


نے فرمایا :-

پاکستان کے معنی صرف مسلمانوں ہی کے لئے آزادی نہیں۔ ہم مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے لئے آزادی چاہتے ہیں، ہندوستان کے لئے آزادی حاصل کئے بغیر پاکستان قائم نہیں ہو سکتا۔

کتبہ:- سیف الرحمن خان منگیرا

فارمن کرسچین کالج لاہور میں تقریر - ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء

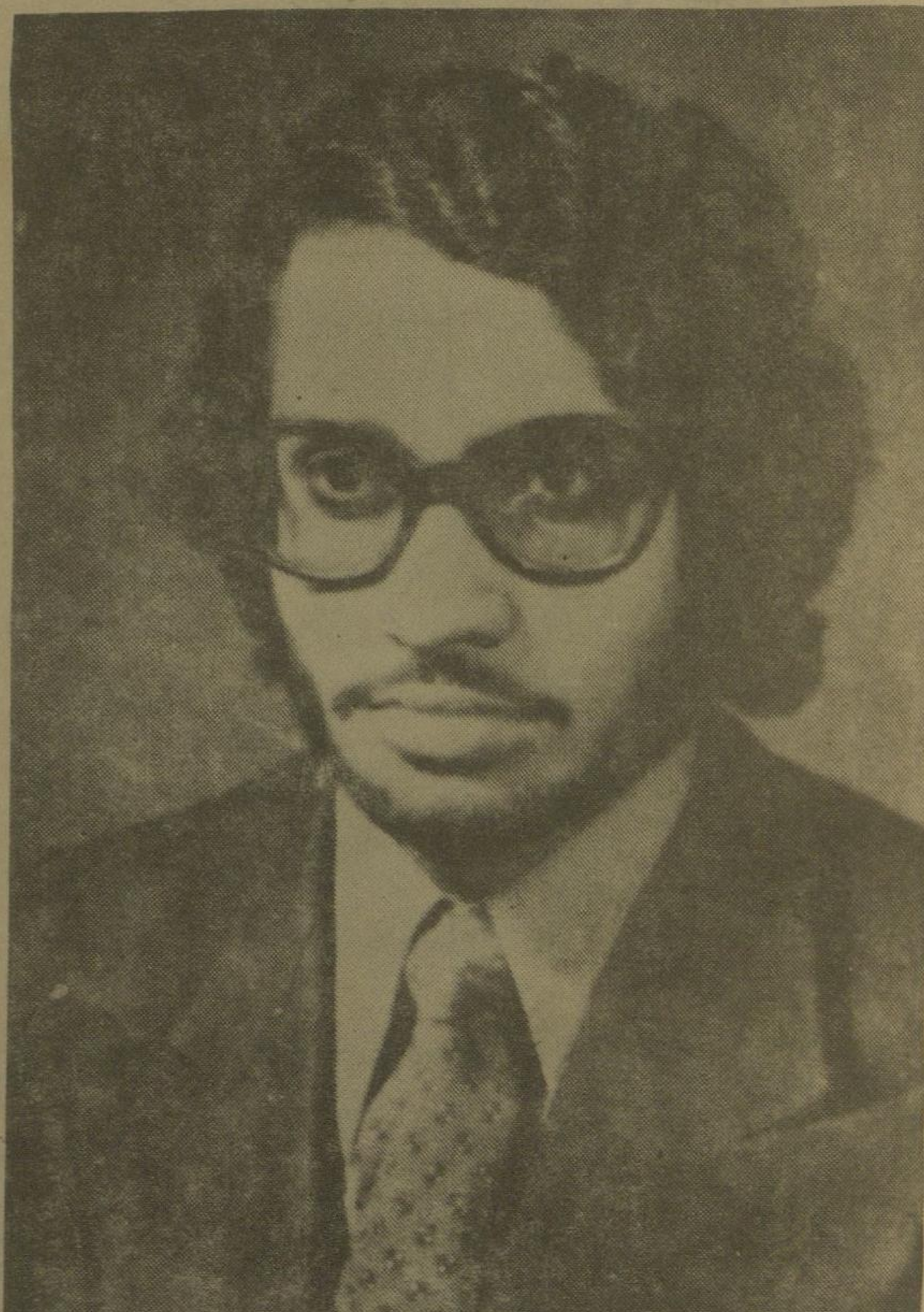


یہ ڈیزائن "ید بیضا"
سے لیا گیا ہے۔
یہ لفظ تو خط نستعلیق
میں لکھا گیا ہے مگر
اسمیں جو افشاں
بنائی گئی ہے اسکی
وجہ سے خط افشاں
کہا گیا ہے۔

کتبہ ایم ایم شریف آرٹسٹ پشاور

فرمانِ قائدِ اعظم

میرا عقیدہ ہے کہ ہماری نجات ان زریں اصولوں کی پیروی ہی میں ہے جو ہمارے مقنن اعظم پیغمبر اسلام نے پیش کیے ہیں آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد ان تصورات اور اصولوں پر رکھیں جو صحیح معنوں میں اسلامی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی بتایا ہے کہ امور مملکت کے متعلق ہمارے فیصلے باہمی بحث و مشورے سے کیے جائیں



خطاطی ـــــ ابنِ کلیم

ملتان کے منفرد صاحبِ طرز نگارش،

ابنِ کلیم

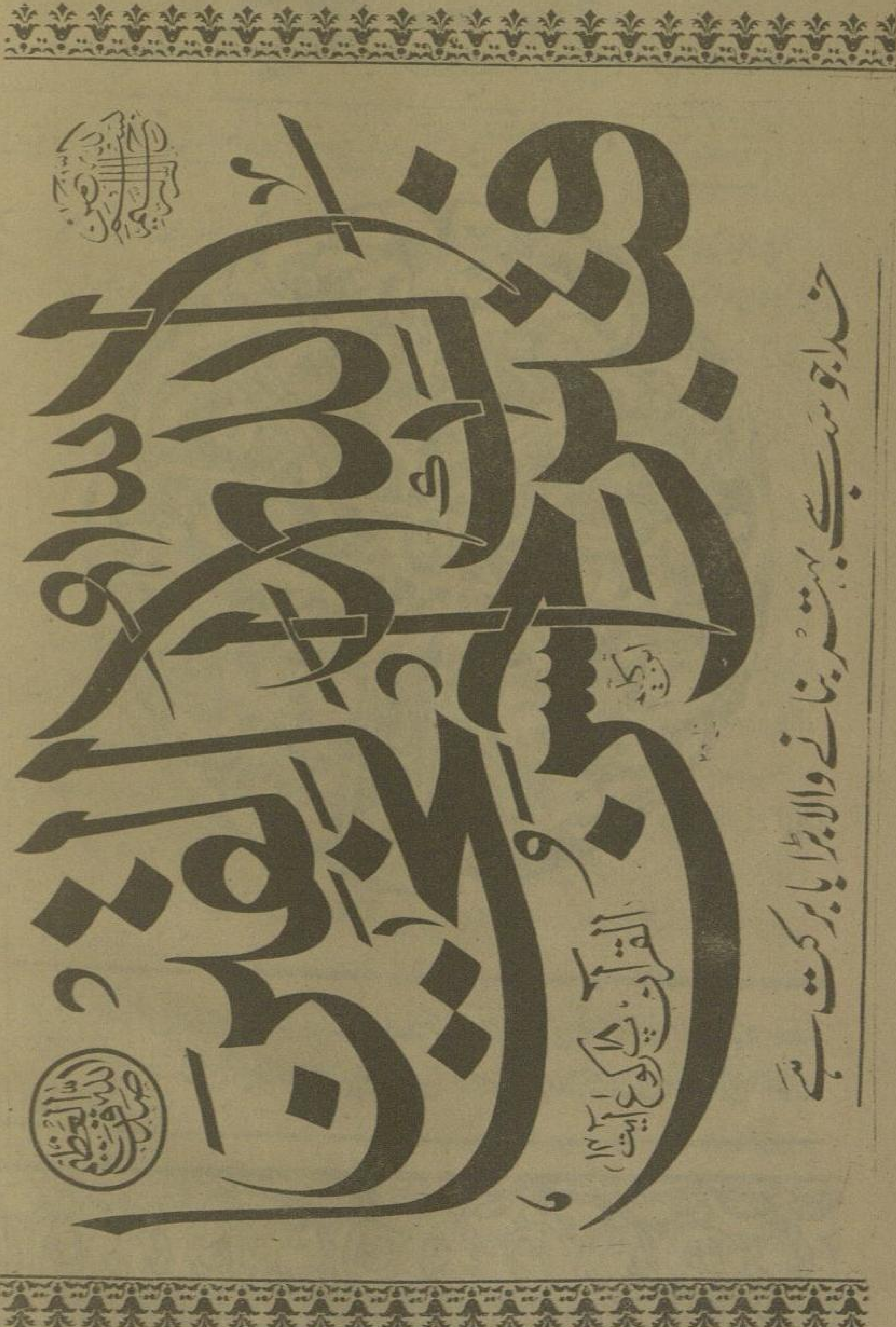
تحریر:- محمد سعید شیخ معتمد دبستان فروغ خطاطی ملتان،

فنِ خطاطی کے معزز پیشہ سے متعلق پاکستان کے اساتذۂ فن اور کاملانِ طرز نگارش کی شب و روز عرق ریزی کے ثمر کی بدولت کتابت و خوشنویسی کا فن اپنی دلپذیری خوبصورتی اور دلربائی کے جدید ترین دَور میں داخل ہو چکا ہے آج اس فن کی ہر طرزِ تحریر میں انسانی احساسِ جمال کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے یہ امر ہمارے لئے مزید باعثِ خوش بختی ہے کہ اس میدان میں ماہرینِ فن نئے نئے تجربات بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے اساتذہ بھی موجود ہیں جو خطِ ثلث و ریحان کے علاوہ دیگر خطوط میں بھی طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ مذکورہ ماہرِ فن اصحاب میں کچھ ایسے صاحبِ نظر و قلم بھی ہیں جو دو خطوط کے امتزاج سے نئی سمتوں میں دیدہ زیب اور گلرنگ طرزہائے تحریر ایجاد کرنے میں کامیابی حاصل کر چکے ہیں ان میں ملتان میں فنِ خطاطی کے نیرِ تاباں حضرت محمد حسن خاں کلیم رقم احسن التحریر کے صاحبزادے حافظ محمد اقبال احسن نظامی المعروف ابنِ کلیم بھی وہ منفرد صاحبِ طرز ہیں جنہوں نے خطِ نسخ اور نستعلیق کے حسین و جمیل امتزاج اور پیوند سے ایک نہایت ہی دیدہ زیب خط ایجاد کیا ہے ملتان آرٹس کونسل کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر معروف دانشور جناب اسلم انصاری اور خانہ فرہنگ ایران ملتان کے ڈائریکٹر جناب ابراہیم جامی نے جب اس نئی طرز تحریر کو دیکھا تو بے ساختہ موجد کے دستِ فن شناس کو داد دی جناب اسلم انصاری نے اس نئے اندازِ تحریر کو "خطِ رعنا" کا نام دیا ہے اور اس دلپذیر نام "خطِ رعنا" کو موجد نے بخوشی قبول کر لیا ہے۔ اس خط کی ایجاد سے جناب ابنِ کلیم ملتان کے خطاط حضرات میں نمایاں مقام حاصل کر چکے ہیں فن میں پختگی کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ابنِ کلیم ابھی زیادہ عمر رسیدہ نہیں ہیں مگر "خطِ رعنا کو دیکھ کر یہ احساس برملا ہوتا ہے کہ ان کے طرزِ تحریر میں اس فن کی تمام تر جدید رعنائیاں اور خوبصورتیاں موجود ہیں۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب انسان دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اپنے گرد و پیش سے ضرور متاثر ہوتا ہے اس لئے یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ کسی بھی فنکارانہ ماحول میں کھلنے والی آنکھ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ابنِ کلیم نے چونکہ ایک علم دوست اور فن کی ریاضت کرنے والے خانوادہ میں پرورش پائی اس لئے ان کا متاثر ہونا بالکل قدرتی امر ہے خطاطی کا فن انہیں ورثہ میں ملا ہے ان کے والد احسن التحریر کلیم رقم فنِ خطاطی کی ریاضت کرتے تھے اسی نلطے سے ابنِ کلیم نے خوشنویسی کو اپنایا اور اپنے عظیم خوشنویس والدِ محترم کے نقشِ قدم ان کے لئے مشعلِ راہ تھے۔ لہذا اس فن میں کمال حاصل کرنا ان کے لئے چنداں مشکل نہیں۔ ابنِ کلیم ملتان میں کلیم آرٹ پریس کے پروپرائٹر ہیں، پریس رپورٹر ہونے کے ساتھ وہ ملتان کی ہر ادبی و علمی محفل میں دانشوروں کی صف میں نظر آتے ہیں۔ راقم کو یہ فخر حاصل ہے کہ فنِ خطاطی کے جواہر پارے جو کہ ابنِ کلیم کی نگاہِ دور رس نے تراشے اور قلم کی نوک نے صفحۂ قرطاس پر رقم کئے آئندہ صفحات میں پیش کر رہا ہوں۔

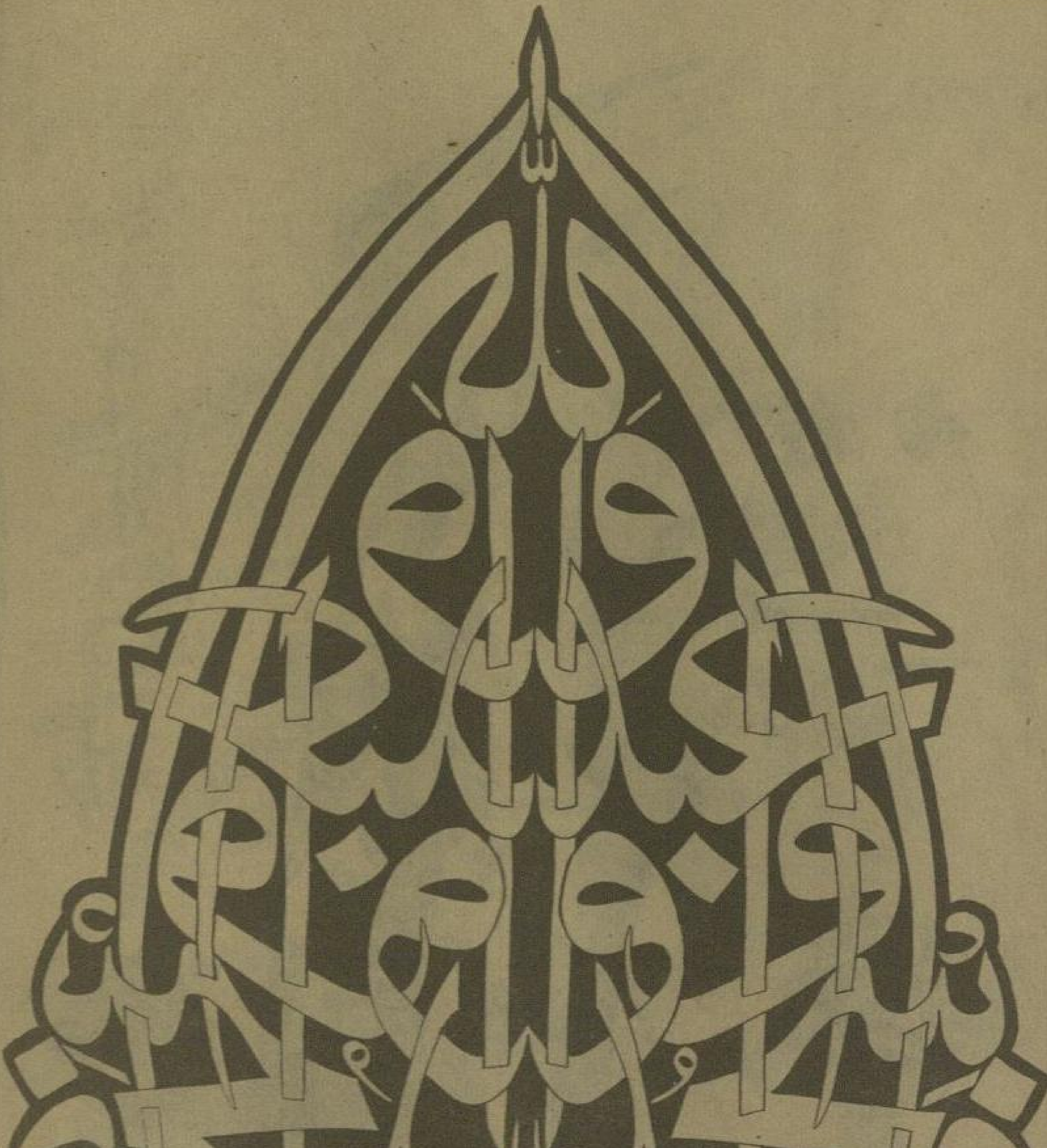


ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا سرپرست اور دوست ہے،
مجھے مسلمان کی حالت میں وفات دینا اور نیکوں کے زمرہ میں شامل کرنا۔ آمین۔



خط نسخ و نستعلیق


ذوالجلال
وما كنا عن الخلق غافلين
اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں۔
(القرآن پ۱۸ رکوع ۱ آیت ۱۷)
ابن کلیم
خط نسخ و نستعلیق



پس خدا کے واسطے سجدہ کرو اور اُسی کی عبادت کرو۔ (القرآن پ۲۷ سورۃ نجم)

بخط ثلث و نستعلیق

ابن کلیم ۱۹۷۶

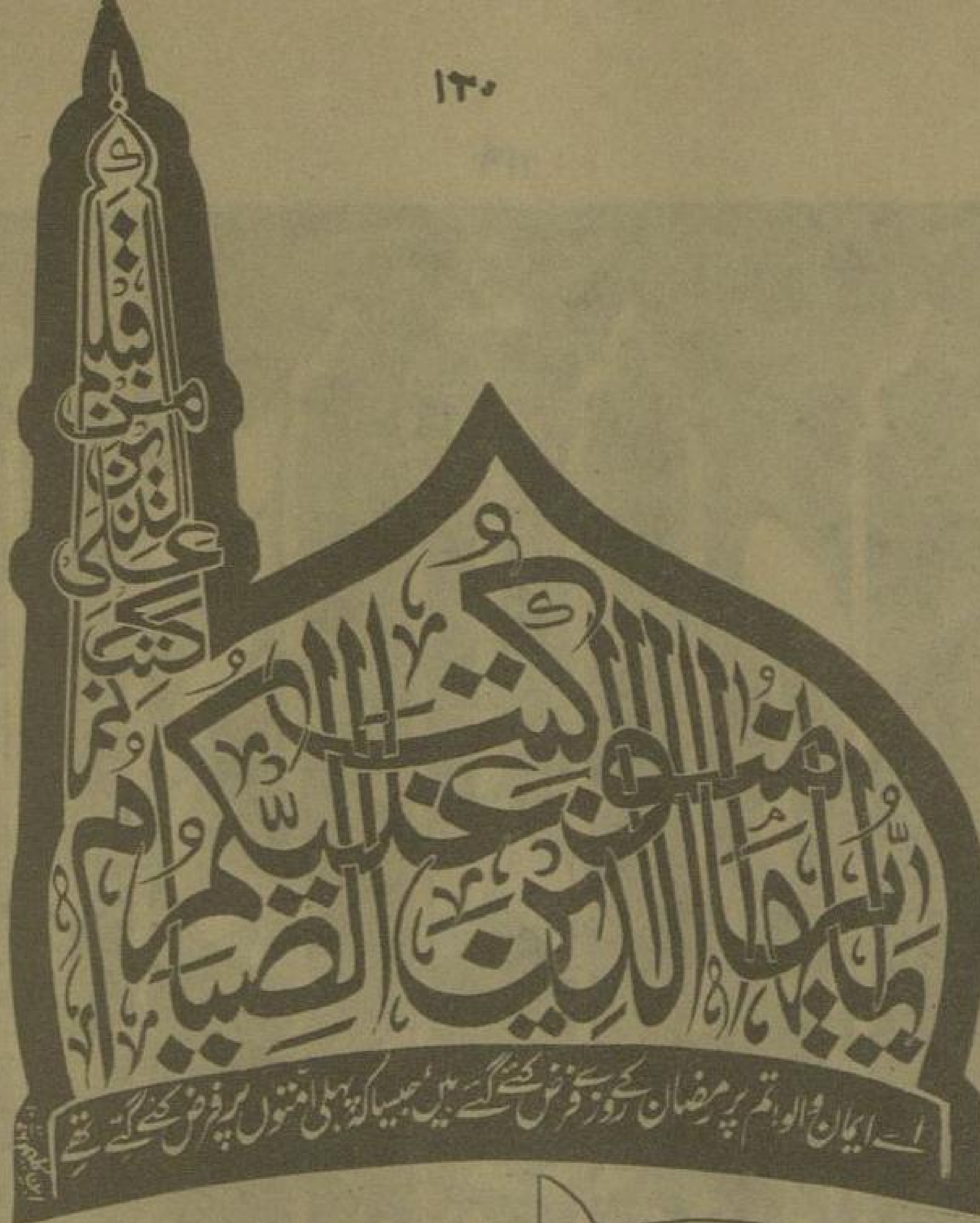
ومن جاهد فانما يجاهد لنفسه ان الله لغني عن العالمين

القرآن

ابن کلیم

اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے محنت کرتا ہے

(اور) خدا تو سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ القرآن





بخط ثلث
نستعلیق
رعنا

فکر ما در کار ما آزار ما
کارساز ما بفکر کار ما

بخط نستعلیق شیوهٔ او



قلیلاً ما تذکرون

القرآن رکوع ○ سورۃ النمل آیت ۶۲

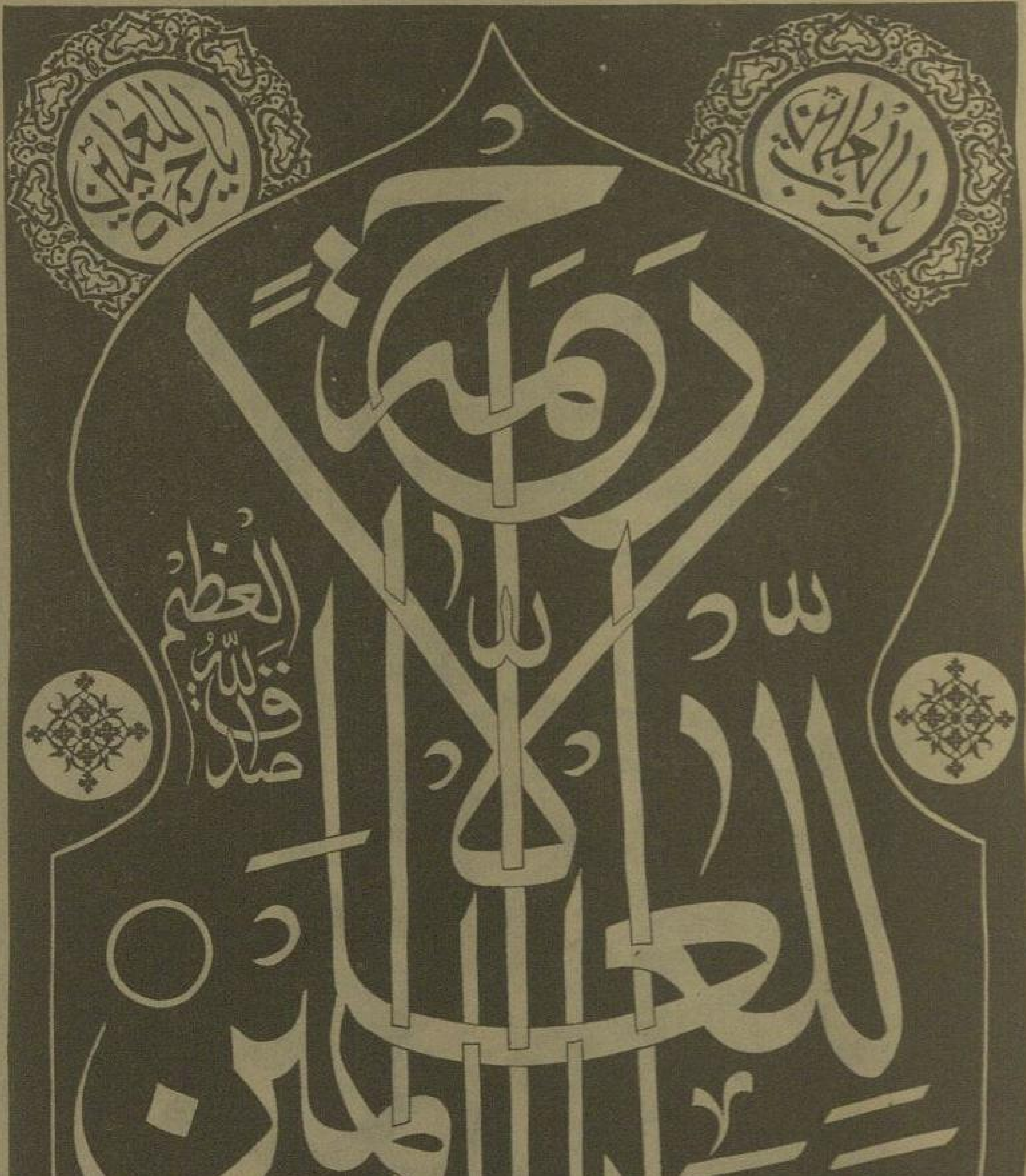
أمن یجیب المضطر إذا دعاه ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الأرض أإله مع الله

تحریر ابن کلیم

(وہ) کون ہے جو لاچاروں کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارتے ہیں۔ اور پھر وہ ان کی تکلیف دُور کر دیتا ہے۔
اور تمہیں زمین کی خلافت عطا کر دیتا ہے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جسکی عبادت کیجائے؟ (ہرگز نہیں)
مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔



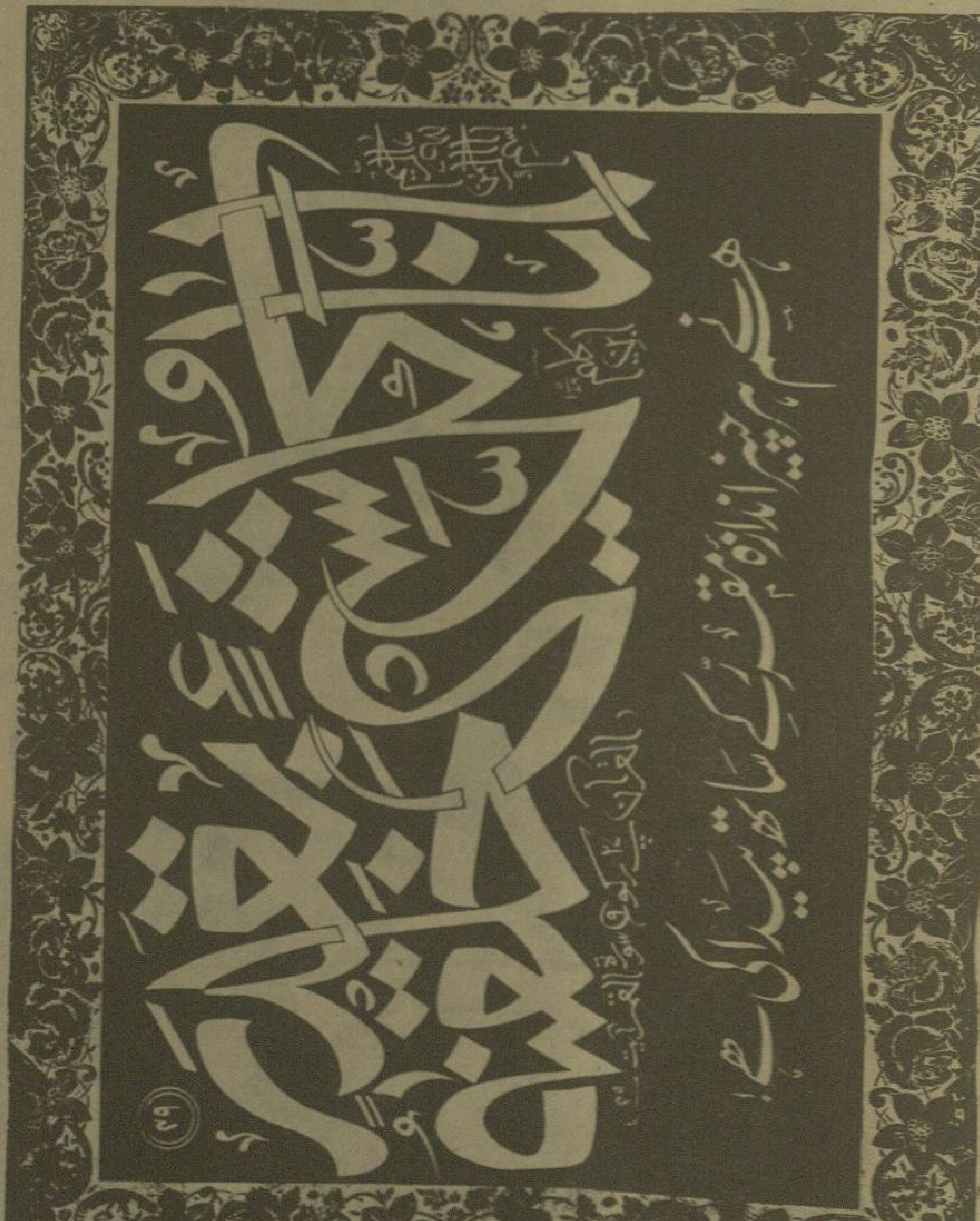
بخط رعنا و ثلث



ہم نے آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

خط رعنا، ثلث و نستعلیق





بخط رعناء و نستعلیق



ابن کلیم کا رقم کردہ ایک اشتہار جس کی اکثر جلی لکھائیاں خطِ رعنا میں کی گئی ہیں ۔




لي خمسة أطفي بها حر الوباء الحاطمة
المصطفى والمرتضى وابناهما والفاطمة


اول ما خلق الله القلم
حدیث شریف
(خطِ رعنا)
ابن کلیم
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے (تخلیقاتِ اشیا کے آغاز میں) قلم پیدا کیا۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○



اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رازق ہے

ابن کلیم ملتانی


سبحان ربی الاعلیٰ
ابن کلیم

معمارِ قوم حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان



فرمانِ قائد

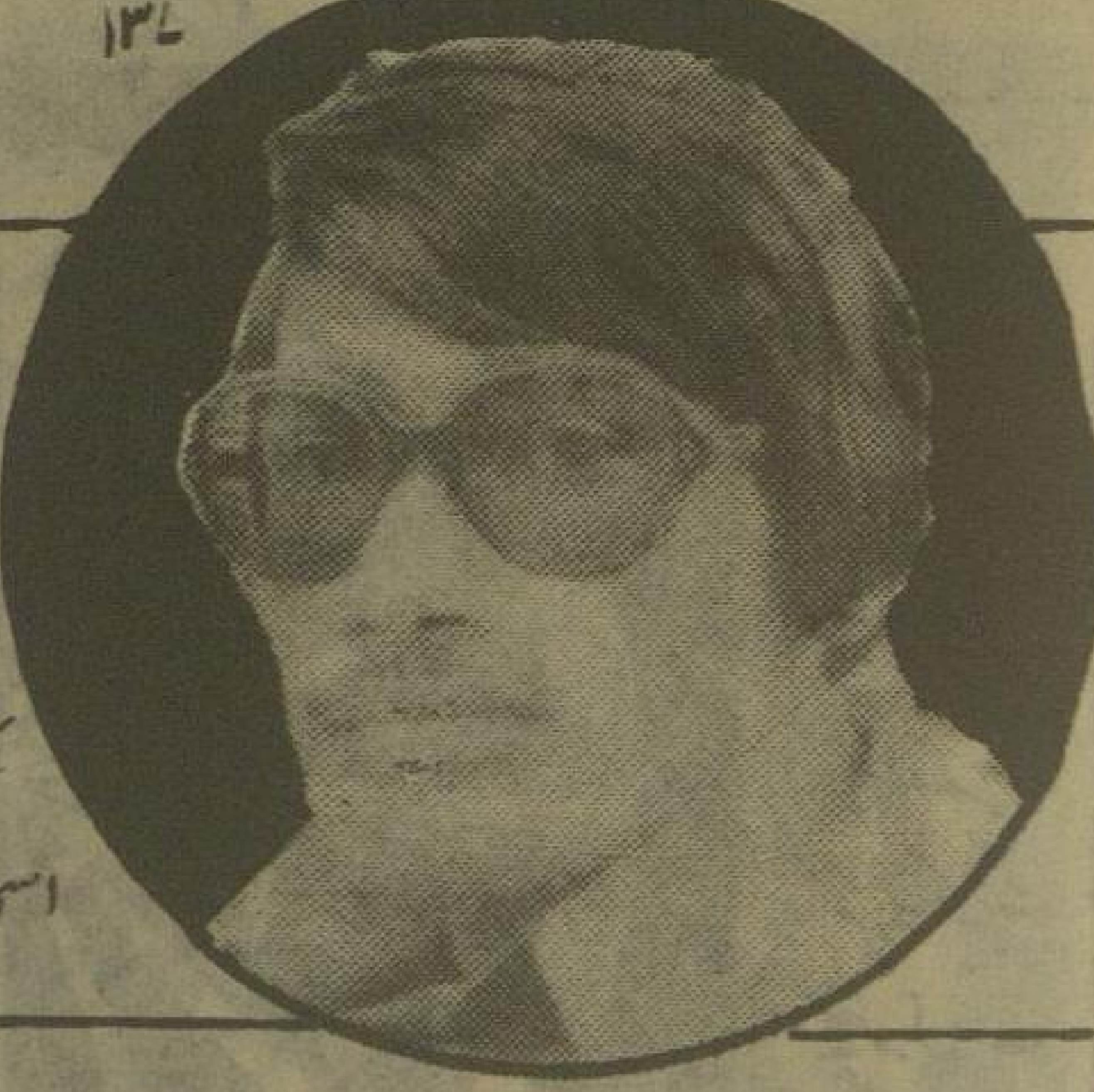
میں ذات پات اور
عقیدے سے بالاتر ہو کر
پاکستان کے تمام
باشندوں کی فلاح اور ترقی
کیلئے محنت و مشقت کی جائے

(قائدِ اعظم، ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء)

جلیل احسن ملتان
1 - 10 - 74

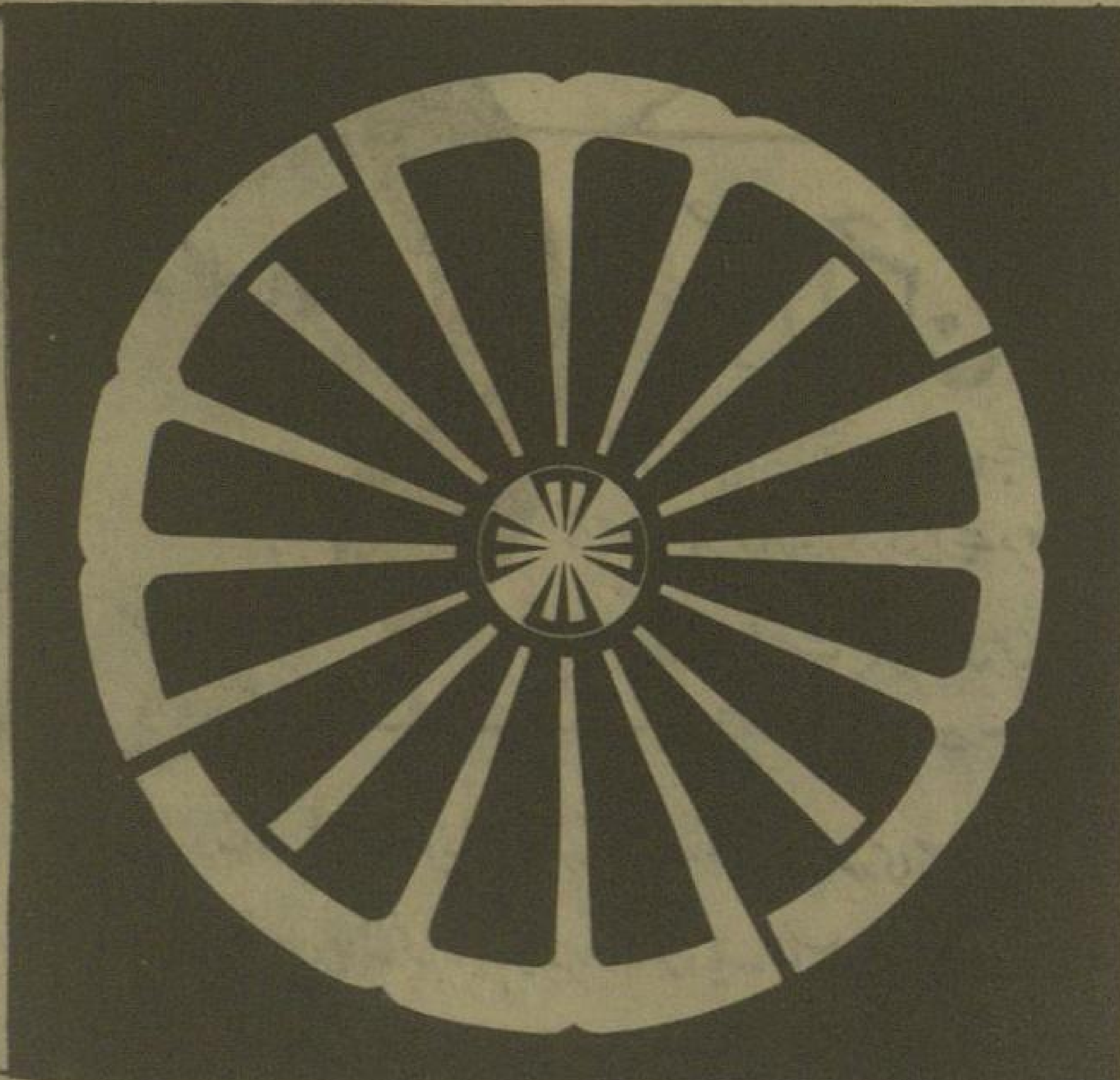
مصوّر و خطّاط

محمد جلیل احسن خان

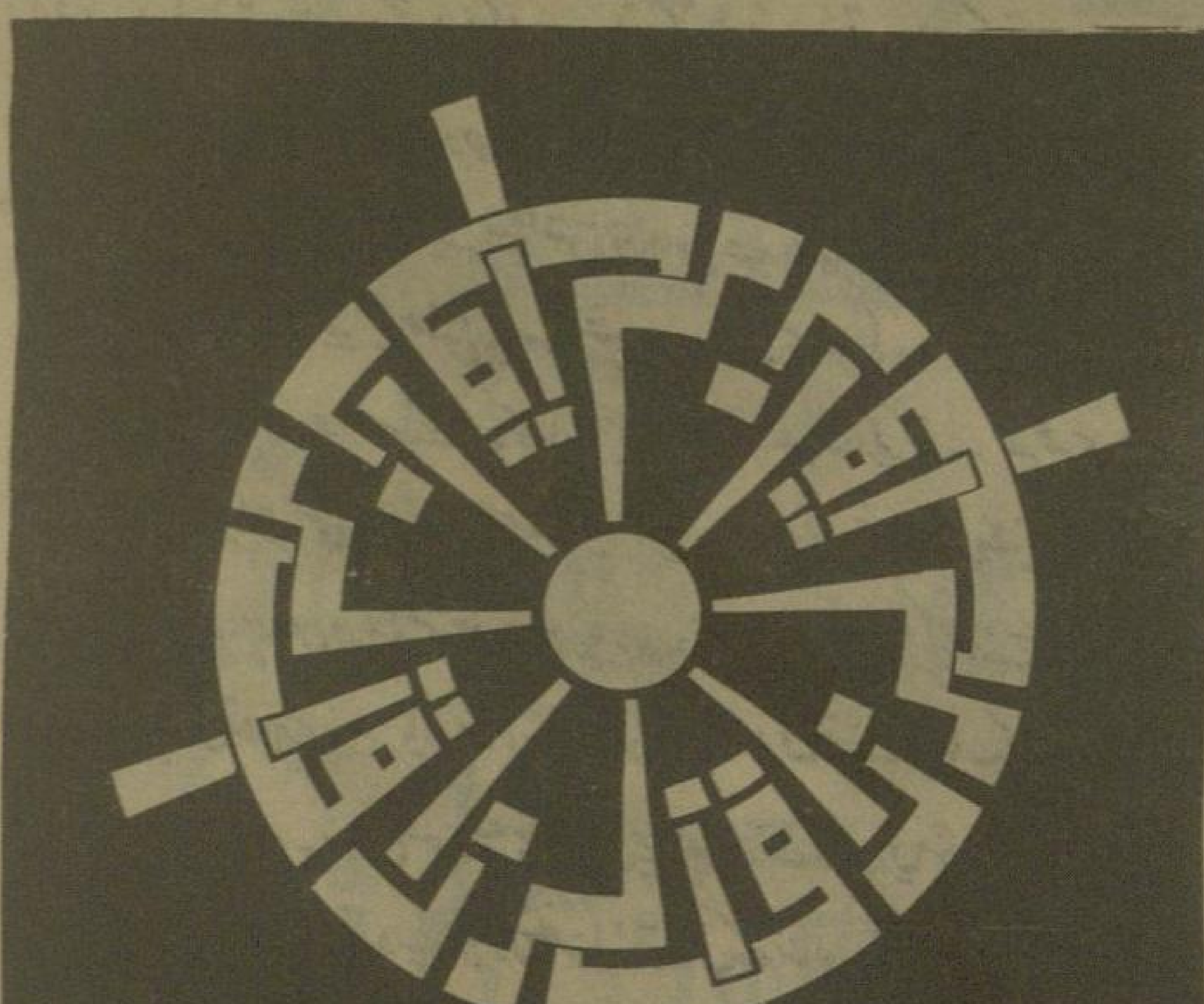


جنہیں قلم پر بڑی قدرت حاصل ہے وہ فنِ خطاطی کے حسین خطوں کو دلآویز ڈیزائننگ سے مرصع کرتے ہیں اسی کمالِ فن کے باعث انہیں خطاطی میں منفرد انداز کا حامل کہا جا سکتا ہے

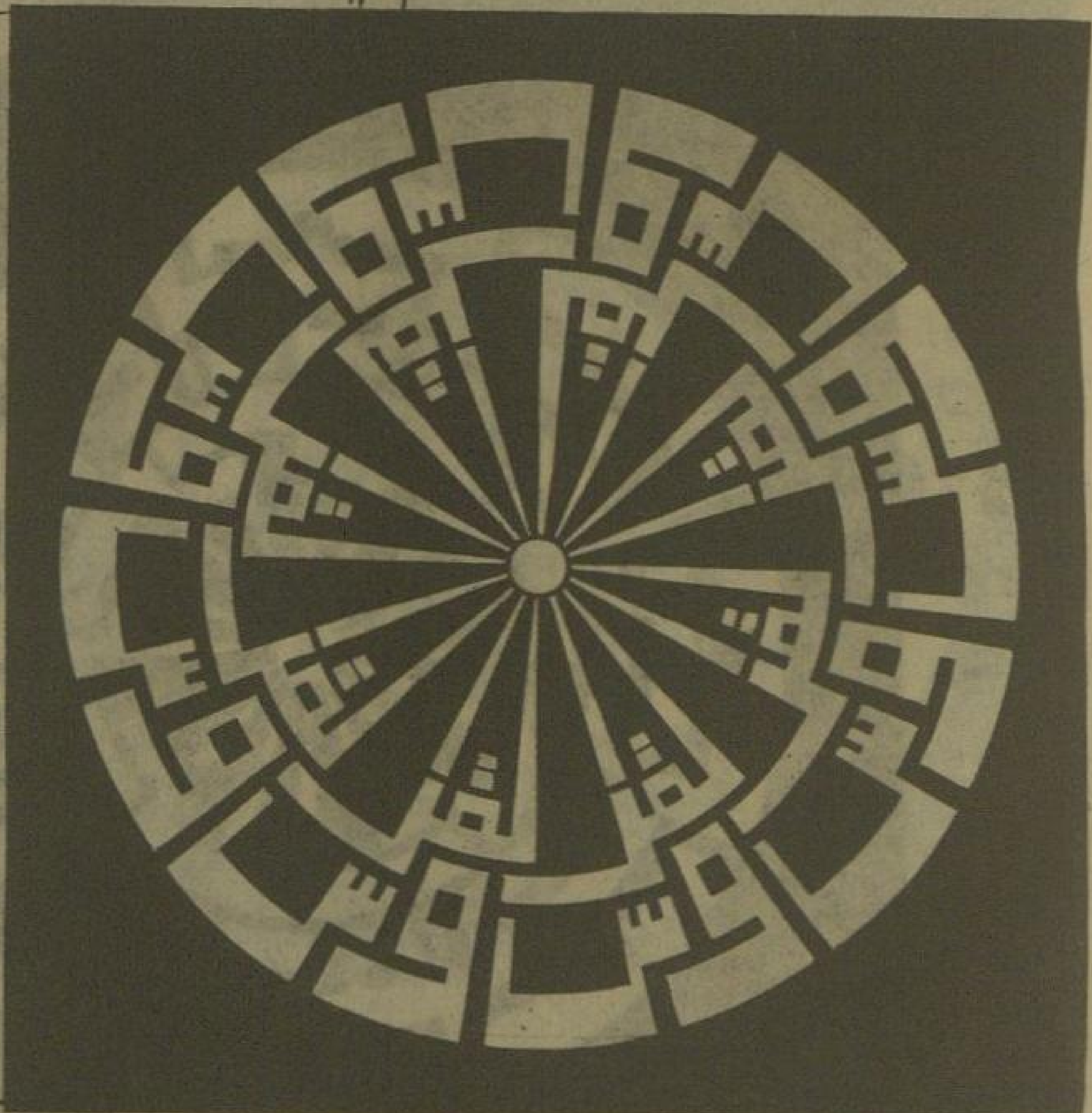
تاریخ کے اوراق کی وساطت سے آج دنیا کا ہر فرد آگاہ ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں خطِ نستعلیق کے موجد میر علی تبریزی تھے اور کون نہیں جانتا کہ بلجیم کی سرحد کے نزدیک فرانسیسی قصبے کے ایک مفلس و قلاش گھرانے میں جنم لینے والا وان گوگ ونسے چودھویں صدی عیسوی میں کوئلے کی کانوں میں مزدوری کرتا تھا مگر دنیا کے عظیم ترین مصوّر کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ خطاطی اور مصوری جیسے فنون کو ابدیت دینے کیلئے ان لوگوں نے کسی قربانی سے گریز نہ کیا۔ ونسے کی بنائی ہوئی تصویروں کی قیمت آج دنیا میں کروڑ ڈالر تک پہنچ چکی ہے مگر اس کے باوجود ان تصویروں کی چاہت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ ونسے کو ایک امیر گھرانے کی خوبصورت حسینہ سے عشق تھا اس سے ملاقات کی خواہش میں ونسے اپنا ایک ہاتھ جلا بیٹھا اسی ہاتھ سے ونسے نے عشق کی سوزشِ دروں کو برش کی مدد سے کینوس پر منتقل کر دیا اس کے عشق کی یہی تپش ونسے کے فن کو لازوال شہرت سے ہمکنار کر گئی۔ کم عمری میں اچھے فنکار کی حیثیت سے شہرت حاصل کرنا بھی کسی کسی کا خاصہ ہے۔ جلیل احسن جو کہ ملتان میں فنِ خطاطی کے نیّرِ تاباں احسن التحریر کلیم رقم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور کم عمری میں ہی عمدہ خطاط، ڈیزائنر اور مصوّر کی حیثیت سے ابھرتے ہوئے فنکار ہیں ان کی بنائی ہوئی تصویریں، پینٹنگز، جرمنی، سویڈن اور ڈنمارک وغیرہ تک احباب کی وساطت سے جا چکی ہیں۔ انہیں قلم پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ شومئی قسمت سے جلیل احسن چلنے پھرنے سے قاصر ہیں مگر اس معذوری کو وہ اپنے فنی شہپاروں کی تکمیل میں کبھی حائل نہیں ہونے دیتے انہوں نے خدائے قدوس کے ننانوے اسمائے گرامی خطِ کوفی میں نہایت دلربا انداز میں تحریر کیا ہے جن میں سے چند ایک آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں جنہیں دیکھ کر صاحبِ نظر جلیل احسن کی فنی مہارت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اگر اس معذور فنکار کو کوئی پائیدار سرپرستی میسر آ جائے تو وہ اپنا یہ عمل بغیر کسی روک ٹوک کے جاری رکھ سکتا ہے۔ (تحریر:- جناب صوفی محمد شریف آنسر فی آف میلسی)



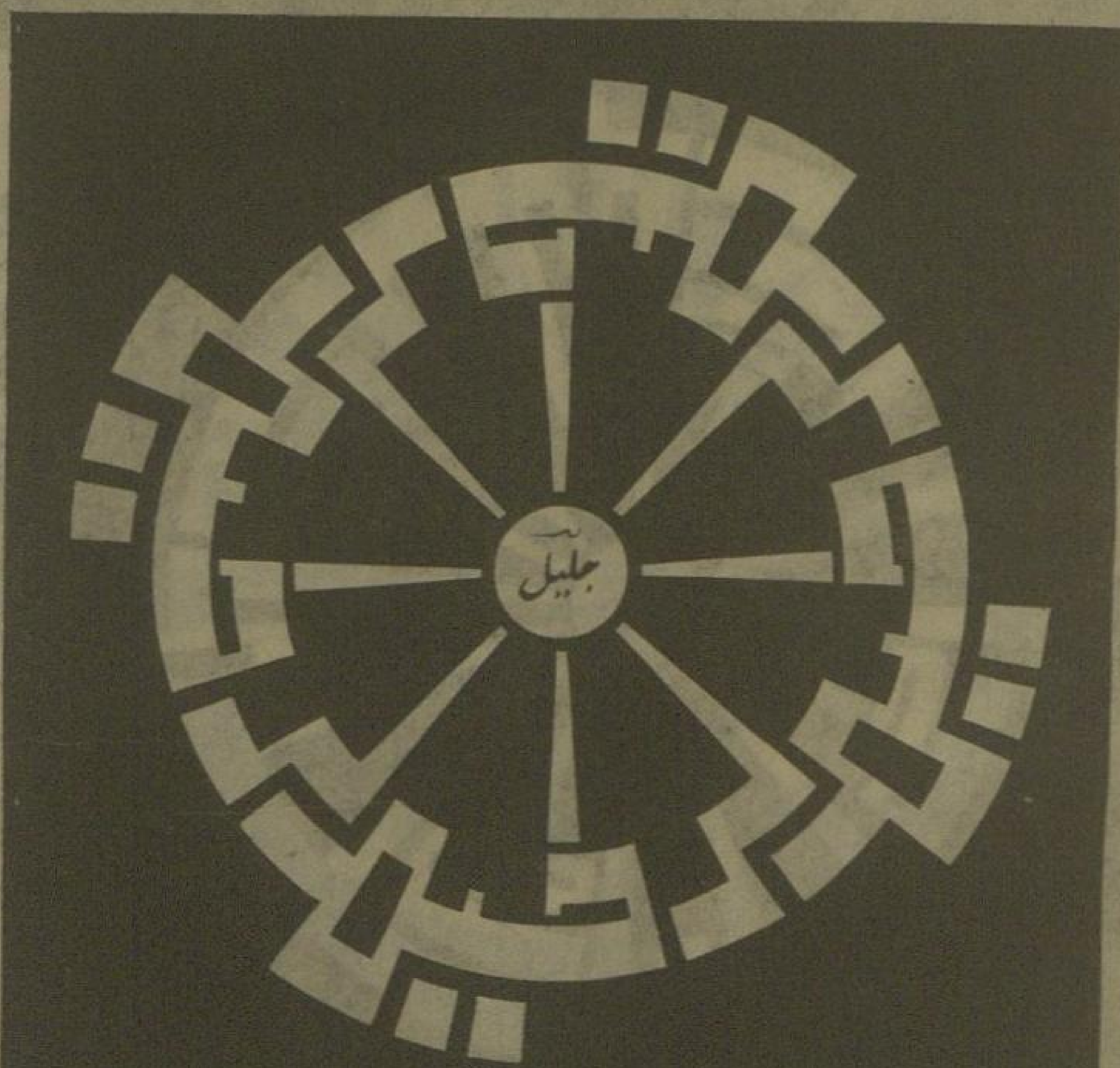
نہایت ہی
دلکش
انداز میں
چار مرتبہ
"اللہ"
تحریر کر کے
پھول سا
بنایا گیا
ہے



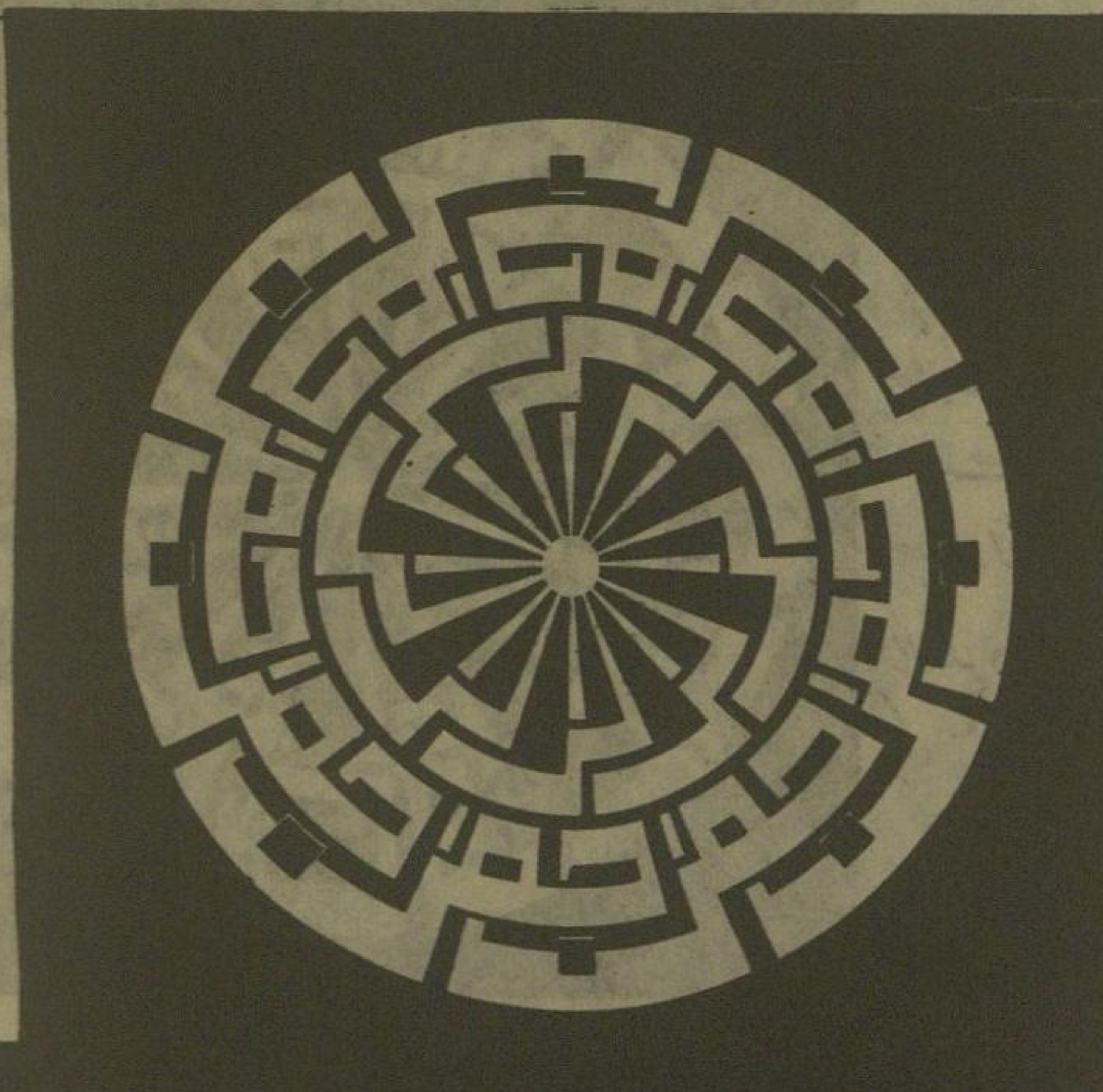
چار مرتبہ "الرزاق" تحریر کیا گیا ہے ۔



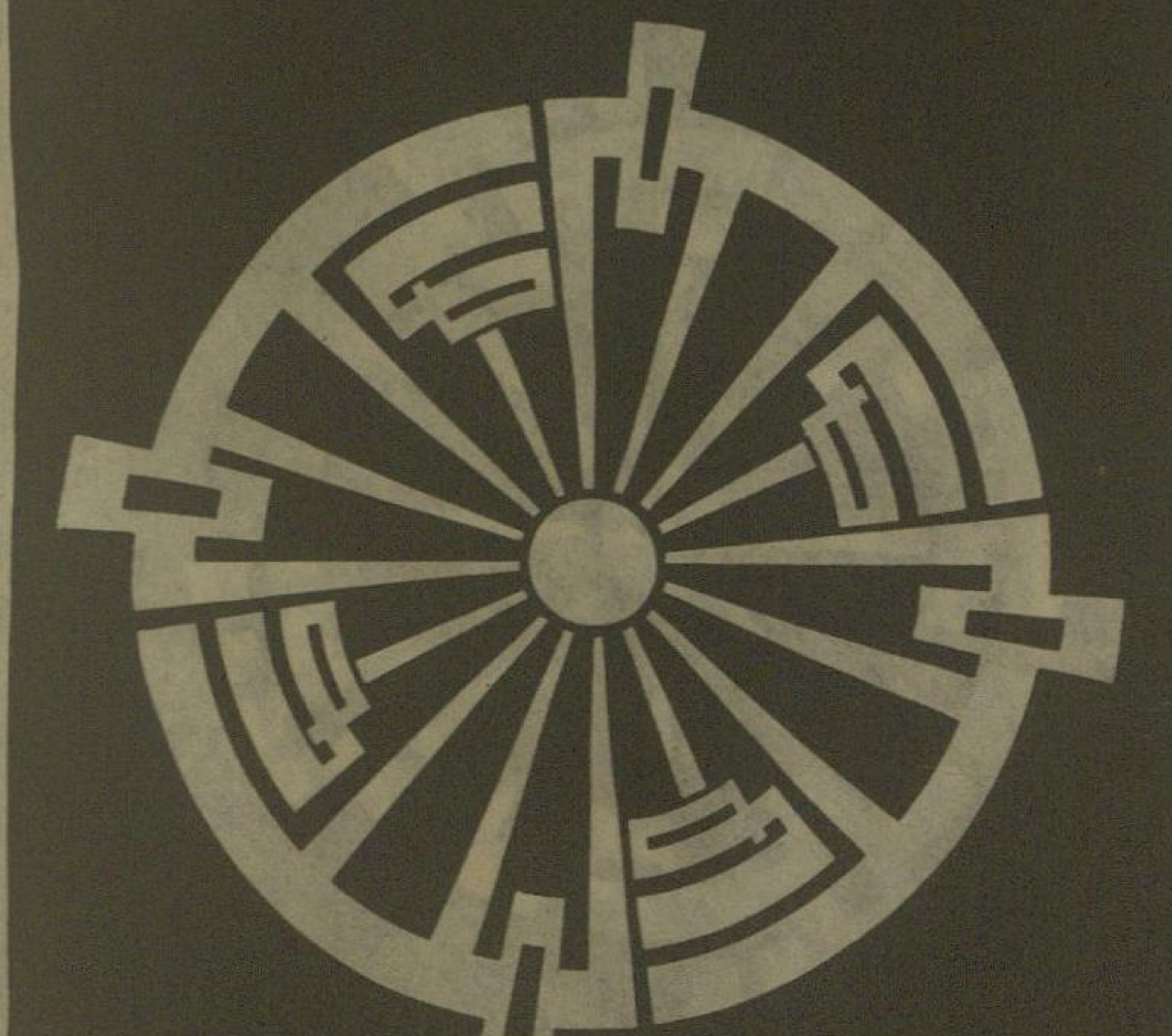
آٹھ مرتبہ "القدوس" نہایت چابکدستی سے خطِ کوفی میں لکھکر دائرہ کی شکل بنائی گئی ہے۔



چار مرتبہ "الرحیم" تحریر کیا گیا ہے۔

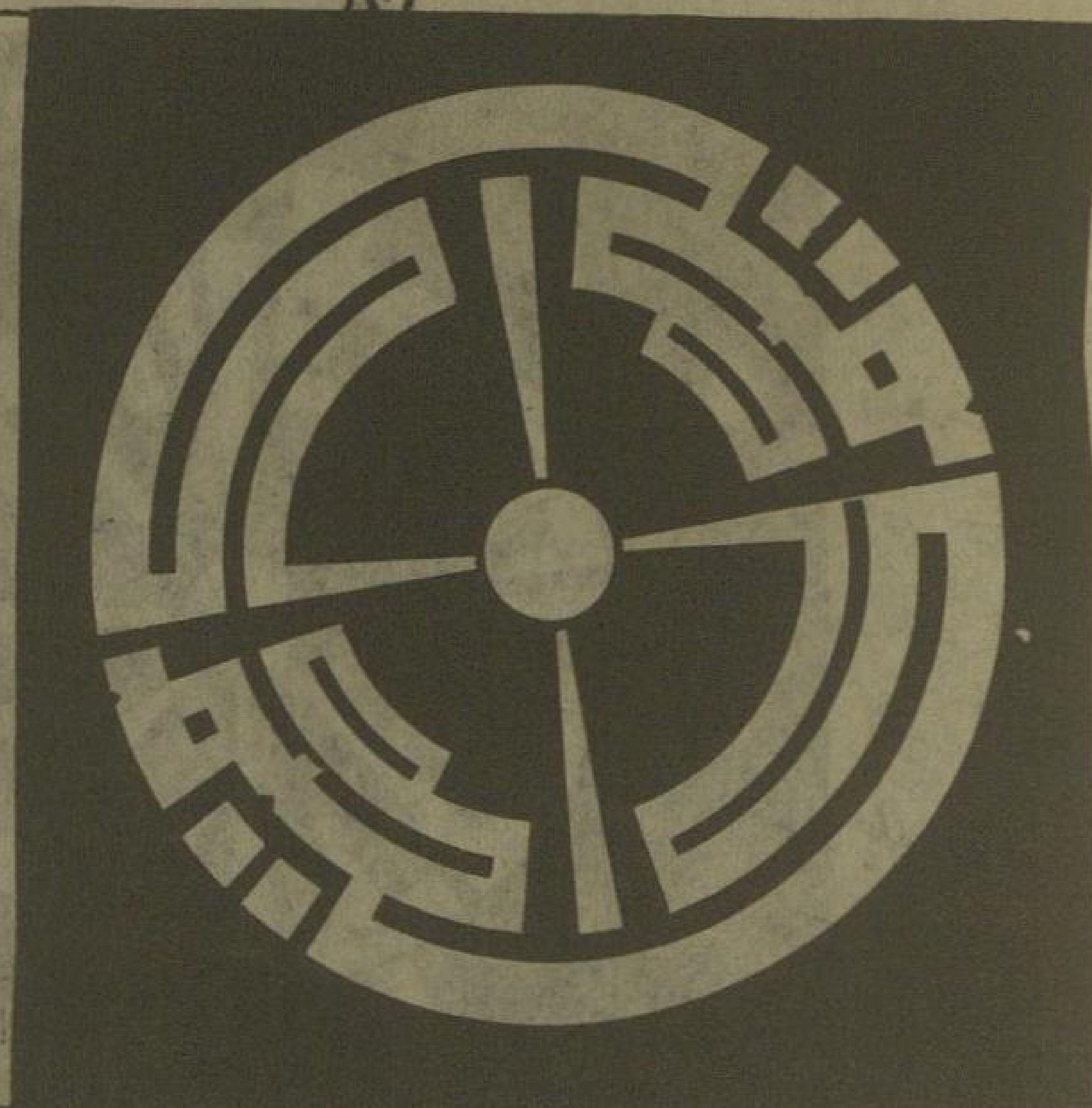


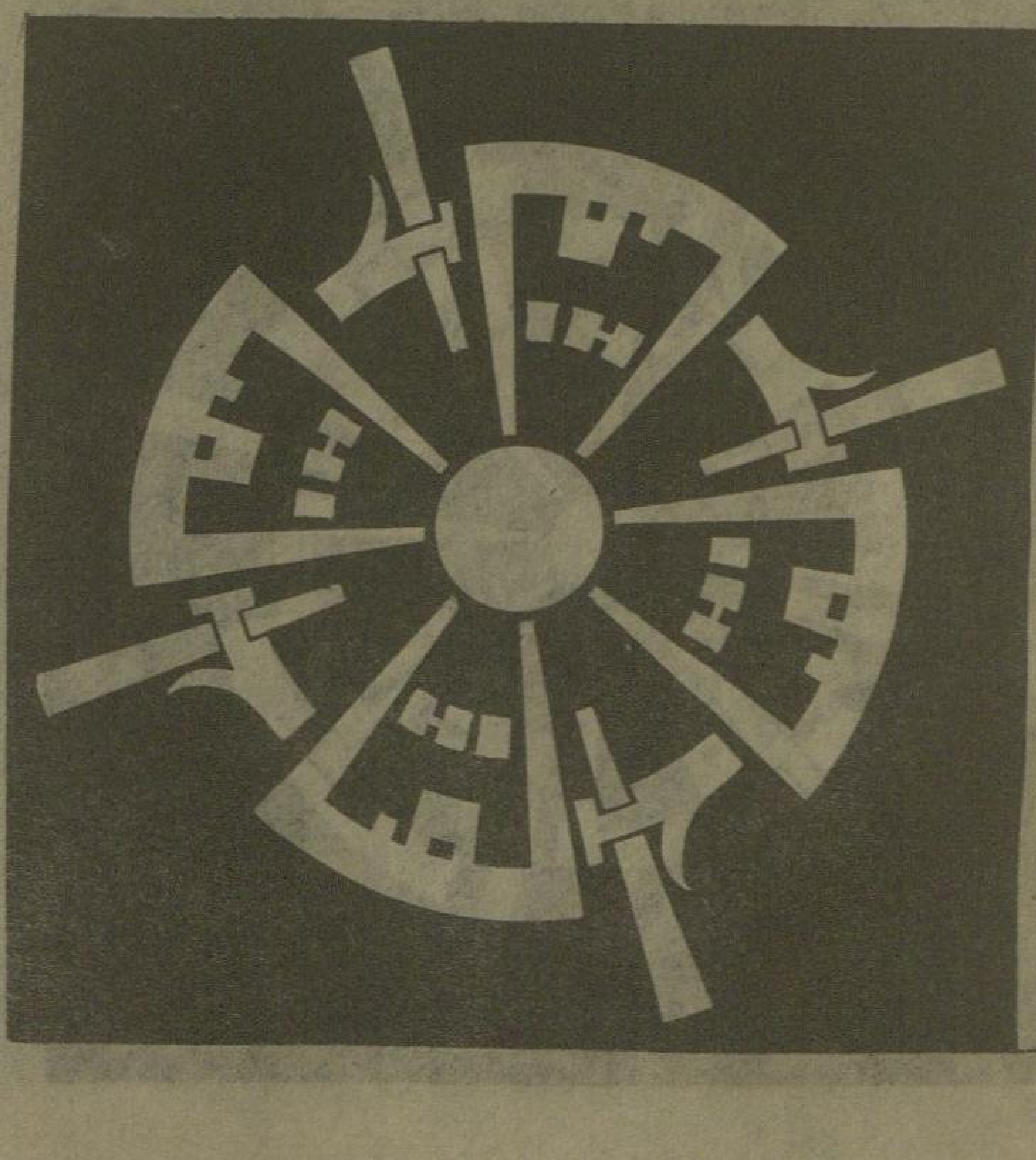
"الرحمٰن" کا لفظ آٹھ مرتبہ دلکش انداز میں لکھا گیا ہے



چار مرتبہ لفظ "الملک" تحریر کیا گیا ہے ۔

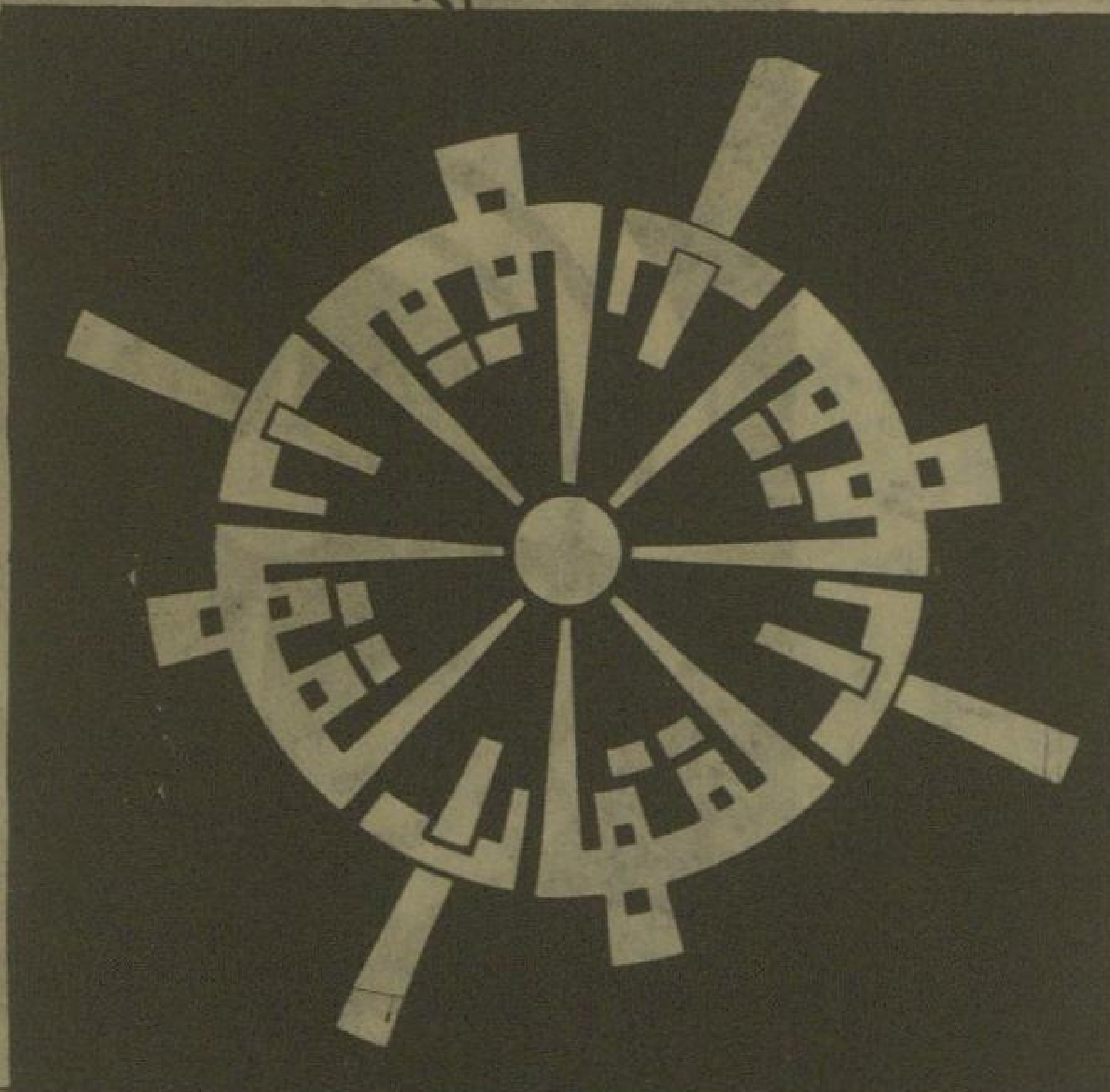
نہایت عمدگی
کے ساتھ
"الحکیم"
دو مرتبہ
تحریر
کیا
گیا
ہے

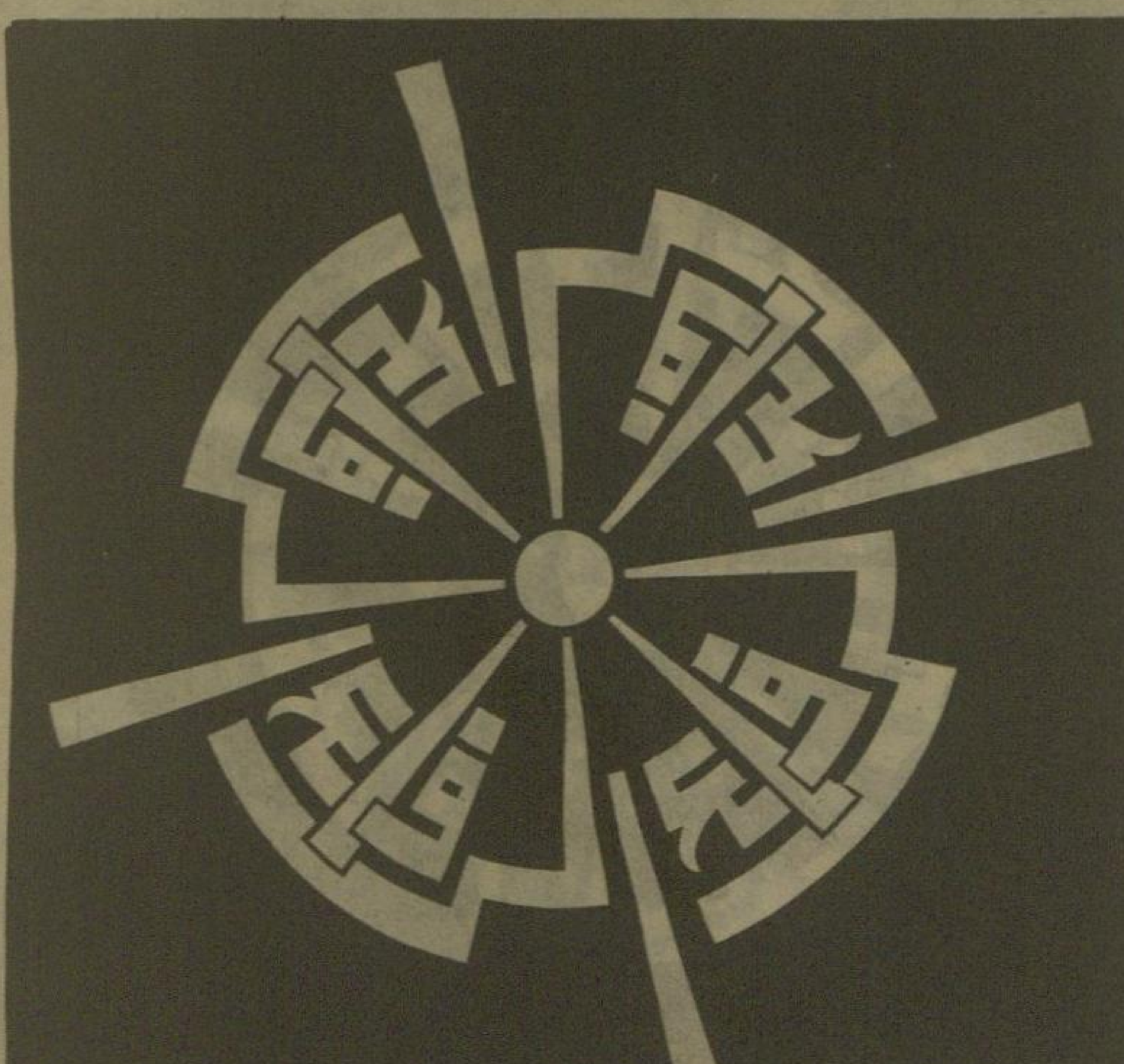




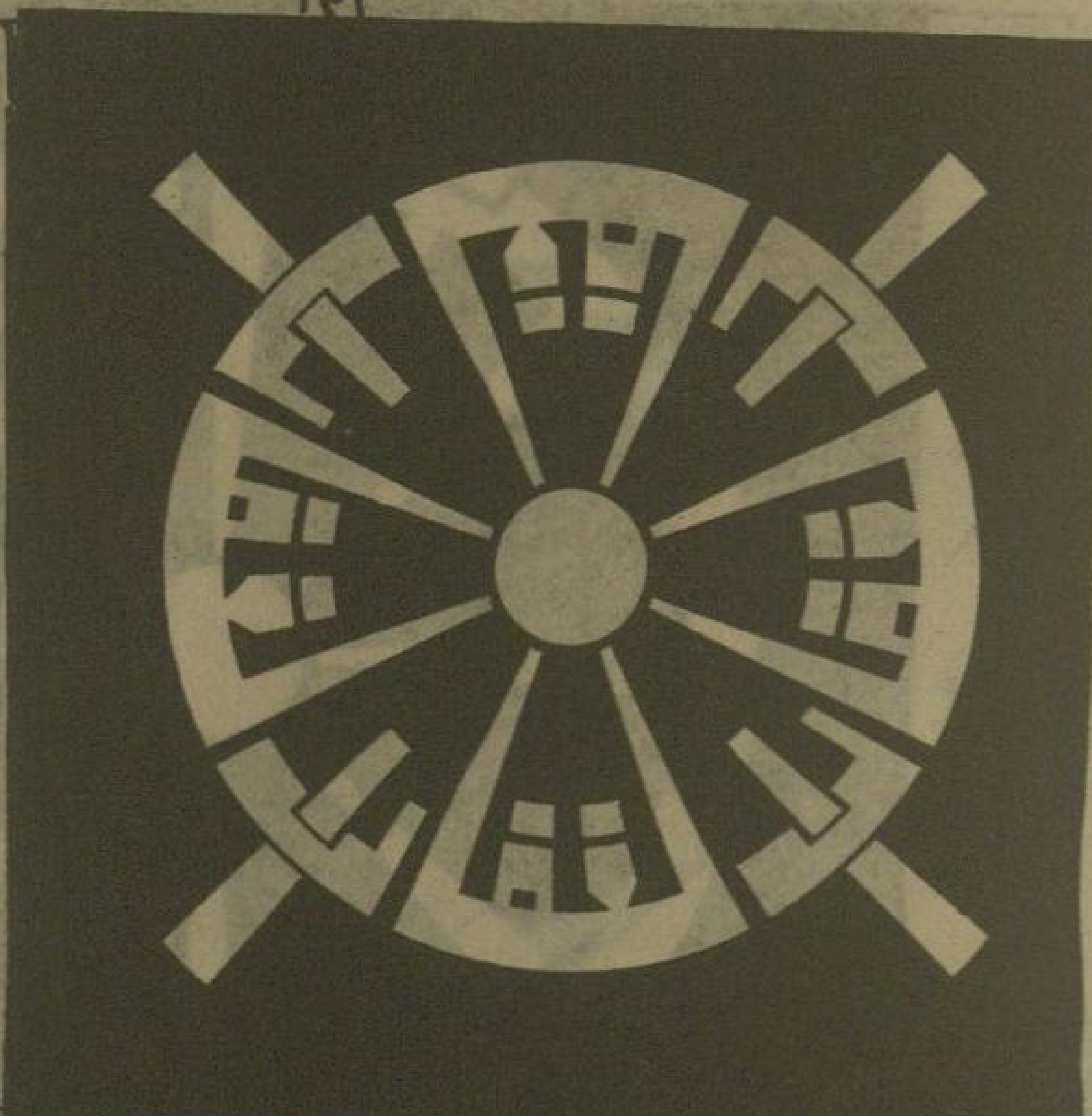
چار مرتبہ "الفتاح" جدید انداز میں لکھا گیا ہے

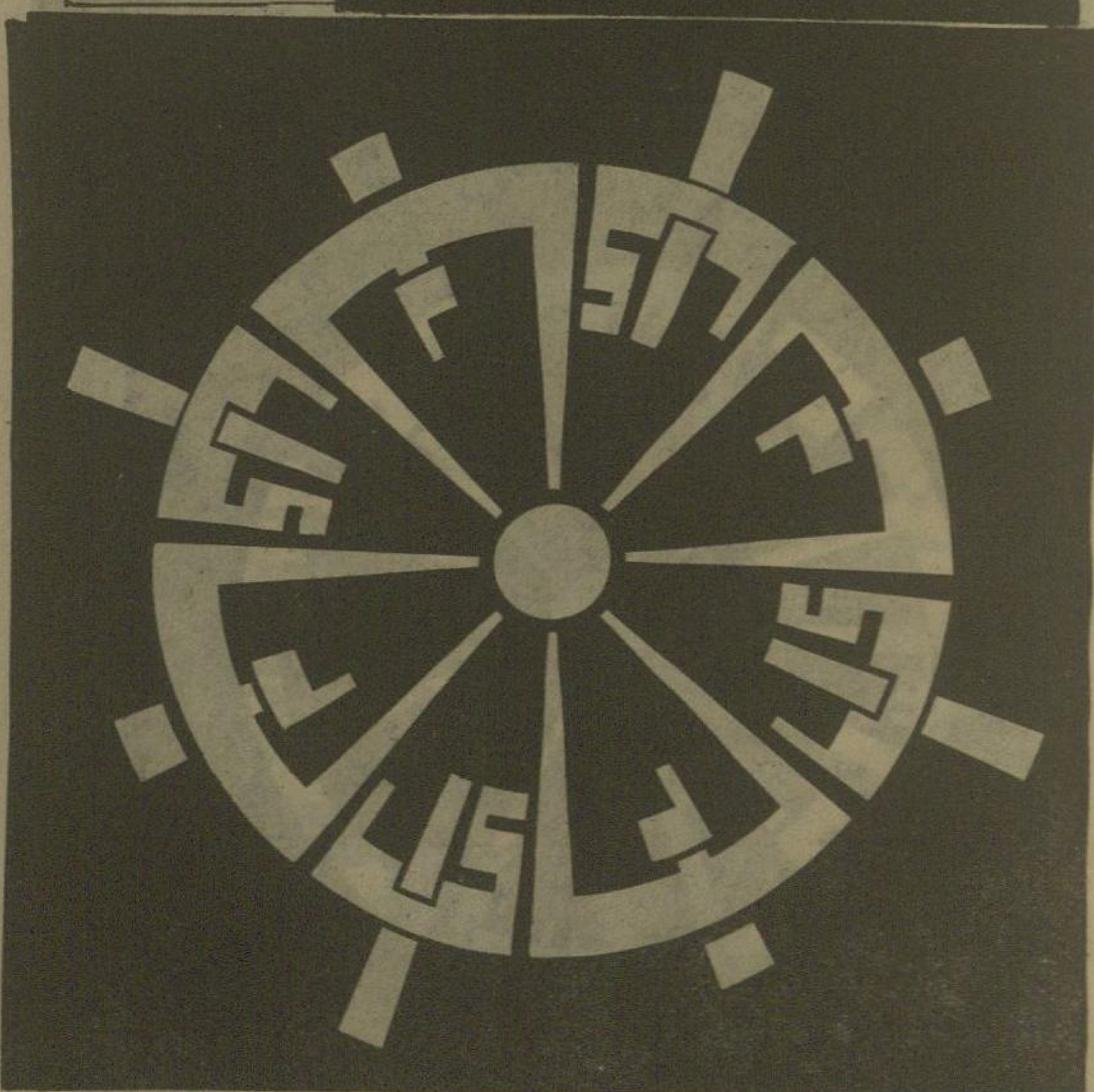
اوپر والے
ڈیزائن میں
"القہار"
اور نیچے
والے میں
"الرافع"
چار چار مرتبہ
مختلف انداز
میں لکھا گیا
ہے

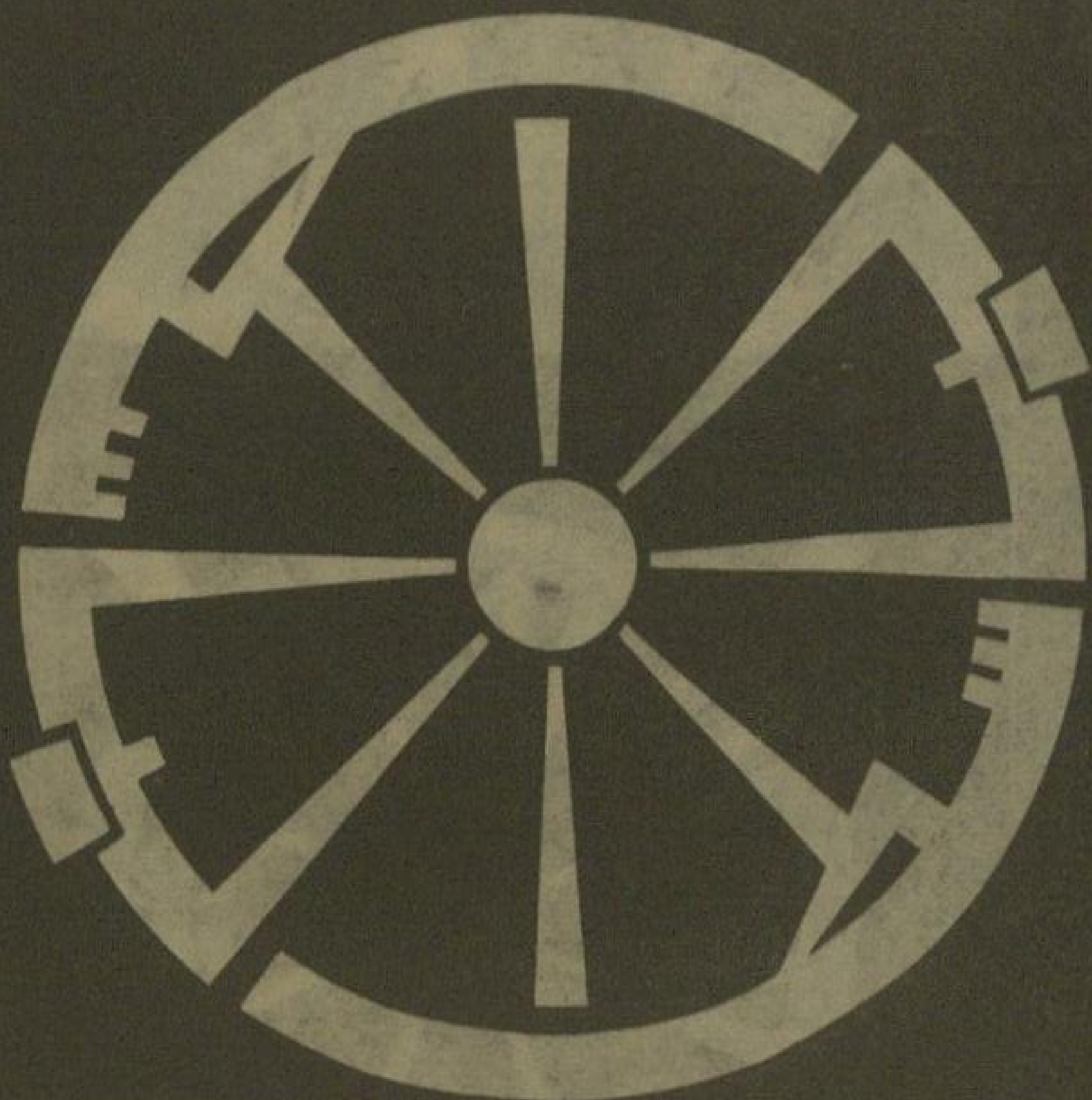




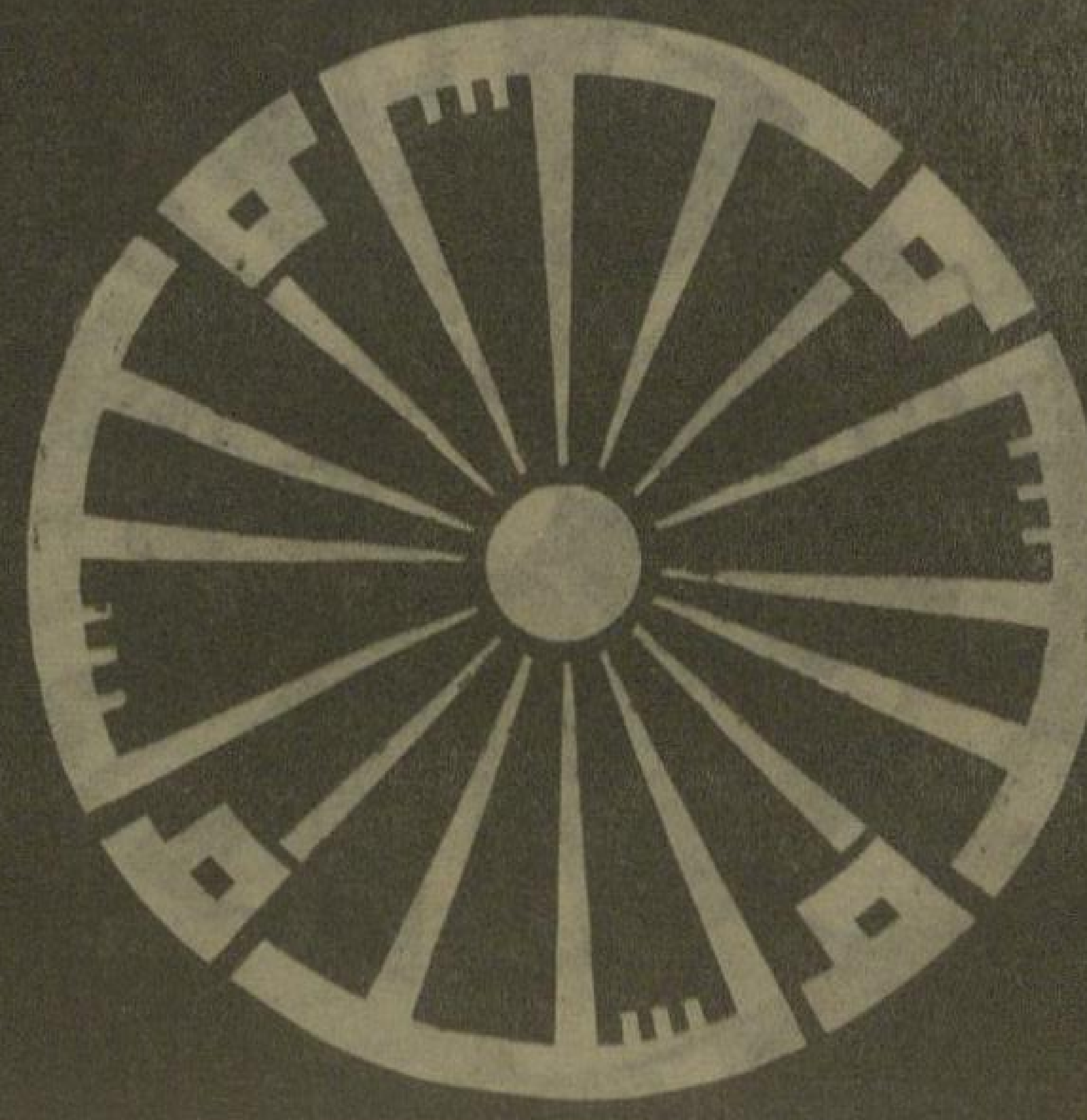
اوپر والے ڈیزائن
میں "الغفار"
اور نیچے والے
بڑے ڈیزائن
میں "البارئ"
نہایت حسین انداز
میں چار چار مرتبہ
تحریر کیا گیا
ہے



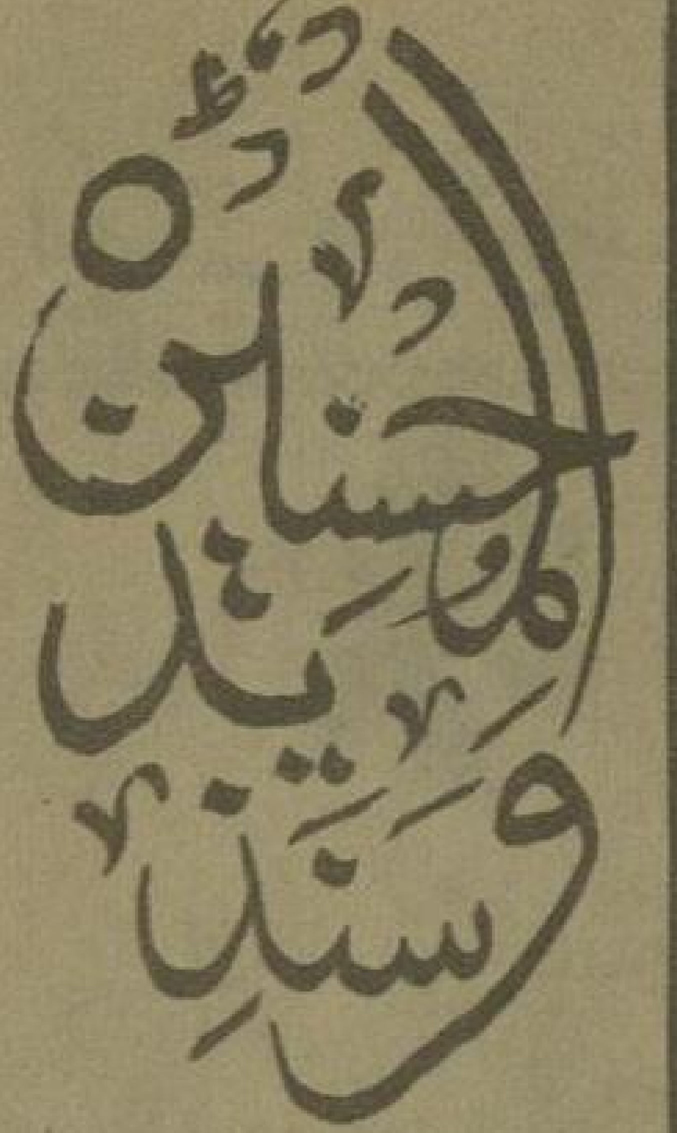




دو مرتبہ "الباسط" تحریر کیا گیا ہے۔



چار مرتبہ "السلام" تحریر ہے



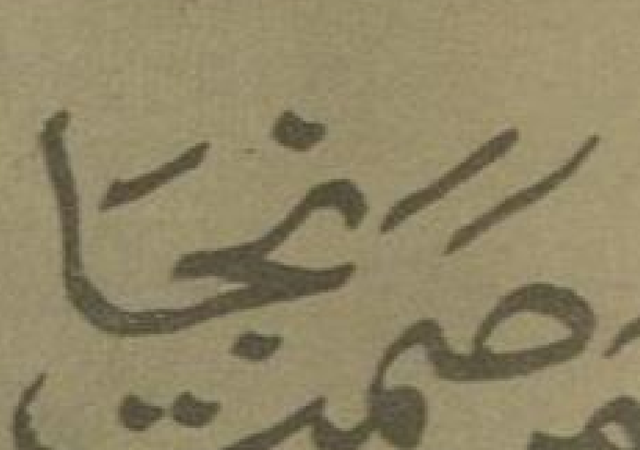


ترجمہ
(اور احسان کرنے والوں کو جلد مزید عطا فرمائیں گے)

محسنین کو آخرت میں سب سے بڑی نعمت عطا ہوگی اور وہ
اللہ تعالیٰ کی محبت ہے (اور محبت کا صلہ دیدارِ خداوندی ہوگا۔)



جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا



ایک خط ایک تاثر

پیارے اباجی کے نام

اباجی! آپ کہاں ہیں — میرے دکھتے زخموں سے ہریالی پھوٹ نکلی ہے — میں کتنے ارمان سینے میں دبائے بیٹھا ہوں — آپ کے خاموش لب مجھے کب اچھا بننے کی ترغیب دیں گے — آپ کا پھولوں میں چھپا ہوا چہرہ کیوں خاموش ہے — آپ نے کیوں آنکھیں موند لی ہیں — میری طرف دیکھئے نا — وہ سپنے جو میں نے دیکھے تھے ٹوٹ گئے ہیں۔ آپ نے میرے علاج کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی — آپ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر ہر اس جگہ لے گئے تھے جہاں میری اپاہج زندگی میں صحت میسر آ سکتی تھی — آپ اتنا جلدی کیوں روٹھ گئے ہیں — اب کتنے موسم آپ کو دیکھے بغیر گزر گئے — سوچوں کی طنابیں کہاں تک کھینچوں — آپ کی شگفتہ مزاج طبیعت بھلا کس میں ملے گی —!

وہ کیسی بھیانک رات تھی جب آپ نے بھرے گھر سے منہ موڑ لیا تھا۔ دیکھو نا — آپ نہیں تو بھائی جان مختار کا گھر بھی اجڑ گیا ہے۔ ان کے بچے بھی سوکھے پتوں کی طرح بکھر گئے ہیں — جب تنا ہی نہ رہا تو ڈال پر پتے کہاں رہیں گے — آپ رحمت کے فرشتے تھے — آپ کے دم قدم سے گھر میں رونقیں تھیں، خوشخطی سیکھنے والوں سے بیٹھک بھری رہتی تھی — وہ شاگرد آپ کی نشستگاہ کو خالی دیکھ کر رو دیتے ہیں

آپ کیا گئے کہ دریاؤں کے رخ مڑ گئے — اب پتھر جیسی کھردری زندگی ہے — نہ وہ آپ کی محبت کا تناور درخت ہے نہ اُس کا سایہ ہے، نہ خنک ہوا۔

حالات تیزی سے بدل گئے ہیں — آنکھوں میں آپ کی شبیہہ تیر رہی ہے — وہ مقدس چہرہ کتنے دلوں پر نقش ہے — نیکی اور اچھائیوں کی وہ تصویر دلوں میں آویزاں

ہے ـــــ کاش! آپ موجود ہوتے تو اپنی آنکھوں سے بدلتے حالات کا منظر دیکھتے، آپنے کتنے کام ادھورے چھوڑے ہیں اور کتنے مکمل ہو گئے ہیں ـــ آپکا لگایا ہوا پودا "دبستان فروغ خطاطی" اب تناور درخت بن چکا ہے ـــ آپنے اس جماعت کے زیرِ انتظام جو خوشخطی کا سنٹر قائم کیا تھا وہ "کلیم دبستانِ خطاطی" کے نام سے ترقی پذیر ہے ـــ بھائی جان اقبال آپکے اس مشن کو پورا کرنے میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں ـــ مگر آپ نہیں ہیں ـــ

زندگی کتنی مُور کھ ہے ـــ اچھے لوگوں کے لئے گھٹ جاتی ہے ـــ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ آپ کی گود کے سکون و راحت سے محروم ہوں ـــ زندگی کی بے ثباتی پر سوچ رہا ہوں آپ کی خوشبو گھر کے آنگن سے آتی ہے ـــ آپکے نقشِ قدم اب بھی ہماری دہلیز پر پیوست ہیں آپنے کتنا معتبر وقت گزارا ہے ـــ آپ پانچوں وقت کے نمازی تھے ـ آپکو اپنے مرشد سے کسقدر محبّت تھی ـــ وہ دن مجھے آج بھی کل کی طرح یاد ہے جب آپ اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ خواجہ محمد حسین بخش رح کے مزار پر زیارت کیلئے پہنچے تھے تو خانقاہ کے دروازے اندر سے بند تھے ـــ ہم ابھی دوسری سمت کو لوٹتے ہی تھے کہ اچانک خود بخود اندر سے کنڈی کھل گئی تھی حالانکہ ظاہراً اندر کوئی موجود نہ تھا ـــ جس طرح آپ کو اپنے پیرِ کامل سے محبت تھی اسی طرح ان کو بھی آپ سے بے پناہ شفقت تھی ـــ آپ میرے لئے کتنے فکر مند تھے؛ دعائیں کراتے تھے کہ مجھے قوّتِ رفتار مل سکے ـــ میں آپ کی شدید کمی محسوس کر رہا ہوں ـــ مگر آپ کی یادیں مجھے حوصلہ دے رہی ہیں ـــ

اچھے اباجی! آپ کی جادو بھری شخصیت کن جنّتوں میں کھو گئی ہے؟ ـــ آپکے مرقد پہ رحمت کی بارش ہو رہی ہے ـــ اندھیری رات میں بھی آپ کی قبر پہ جگنو روشنی بکھیرتے ہیں ـــ آپ کی پیاری پیاری باتیں بہت یاد آتی ہیں ـــ کتنے اچھے تھے وہ دن جب آپ ہمارے ساتھ مل کر رہتے تھے ـــ دیکھئے نا ـــ اب ہم اکیلے رہتے ہیں ـــ آپ نے جو مشقّت کی زندگی اپنائی تھی ـــ جو حلال کمائی سے ہماری تعلیم و تربیت کی تھی وہ ہم کیسے بھول سکتے ہیں؟

میں جب بھی آپ کا قلمدان دیکھتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے ایک قلم دوسری قلم کے گلے لگ کر رو رہی ہے —— نہ جانے ان قلموں کی آس کب پوری ہوگی — ؟

لیکن —— لیکن ! آپ تو وہاں ہیں جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آتا۔ مگر ہمارے تڑپتے دِلوں اور بیقرار آنکھوں کو کیسے قرار آئے گا —— ؟ ہم آپ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کیسے فراموش کر سکتے ہیں —— پھولوں سے زیادہ قیمتی نذرانہ ہو تو ہم آپ کے چرنوں میں رکھ دیں —— ہمارے دل دُکھی ہیں —— آپ کی یادیں ہمیں جینے کا حوصلہ بخشتی ہیں —

میں چاندی کی طشتری میں چراغ جلا کر آپ کے پاس آؤں گا —— آپ کے قدموں میں پھولوں کے ہار ڈالوں گا اور دل کا حال سناؤں گا۔

آپ کا بیٹا !

محمد جلیل احسن



نوجوان معذور فنکار جلیل احسن جنہوں خطاطی کی نمائش میں بھی حصّہ لیا مصوّری کے رنگین شاہکار بنانے میں مصروف ہیں۔

دبستانِ فروغِ خطاطی ملتان

تعارف: فنِ خطاطی (خوشنویسی، کتابت) فنونِ لطیفہ کی اہم ترین اور لطیف صنف ہے۔ اِس فن کا سب سے بڑا ہتھیار قلم ہے۔ قلم جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اشیاء کی تخلیق کے وقت سب سے پہلے بنایا۔ یہ قلم اگر بادشاہِ وقت کے ہاتھ میں ہو تو تاریخ کے دھاروں کا رُخ موڑ دیتا ہے۔ مصنف کے ہاتھ میں ہو تو تصانیف کے جوہر کھلتے ہیں۔ کسی صحافی کے ہاتھ میں ہو تو سماجی قدروں میں صحت مند رجحان لانے کا باعث بنتا ہے۔ کسی اُستاد کے ہاتھ میں ہو تو قوم کے نونہالوں کو روشن مستقبل کی ضمانت دیتا ہے۔ کسی طالبِ علم کے ہاتھ میں ہو تو اِسے علم جیسی بے مثال دولت کا نور ملتا ہے۔ اور اگر کسی خوشنویس کے ہاتھ میں ہو تو مادی و اخلاقی قدروں انسانی تہذیب و تمدن، تاریخی و ثقافتی روایات اور داستانوں کو صفحۂ قرطاس پر رقم کر کے محفوظ و مامون کرنے میں مددگار بنتا ہے۔

ہر دَور اور ہر زمانہ میں انسان اپنے ماضی کے محفوظ ورثوں سے راہنمائی حاصل کر کے مستقبل کی تعمیر کرتا رہا ہے۔ اور مستقبل کی تعمیر و ترقی میں ہمیشہ قلم ہی نے انسانی ذہن کو اظہار کی قوت و طاقت بخشی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کی رہنمائی کے لئے مٹی کی تختیوں پر اقوالِ زریں رقم کر کے آگ میں پکایا اور محفوظ کر دیا۔ اس وقت بھی حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے علوم سے راہنمائی حاصل کر کے قلم ہی کو ذریعہ اظہار بنایا تھا۔ اِس طرح قلم سے خوشخط لکھ کر محفوظ کرنے کا یہ سلسلہ آج کے جدید دَور تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔ جدید سائنسی دَور میں یوں تو طباعت اشاعت کی بے شمار مشینیں ایجاد ہوئی ہیں۔ مگر یہ سب مشینیں خطاط (خوشنویس کے قلم و فن کے بغیر ناکارہ ہیں کوئی کتنا ہی قیمتی مسودہ کیوں نہ ہو جب تک کاتب کے قلم سے تحریر نہ ہو طباعت سے مزین نہیں ہو سکتا۔

دیگر فنون لطیفہ کے ساتھ ساتھ فنِ خطاطی کے فروغ و تحفظ کے لئے ملتان میں "دبستان فروغِ خطاطی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جو فنِ خطاطی کو فروغ اور عصرِ رفتہ کے اِس عظیم الشان ورثہ کا تحفظ کرے گا۔ جسے ہمارے اسلاف نے مستقبل میں ہماری راہنمائی کے لئے چھوڑا ہے۔ "دبستان فروغِ خطاطی" اِن نادر زمانہ قلمی نسخوں کے تحفظ و اشاعت میں مدد فراہم کرے گا جو تاحال طباعت جدیدہ کے مراحل تک نہیں پہنچ سکے۔ یہ قلمی مسودات و نسخہ جات کے تحفظ کے لئے "خزینہ نوادرات قلمی" قائم کیا جا چکا ہے۔ جو فنِ خطاطی کے تخلیقی ورثوں کا تحفظ کرے گا۔ دبستانِ فروغِ خطاطی، فنِ خوشنویسی سے متعلق افراد کے حقوق کے تحفظ کے لئے

اقدامات کرے گا۔ اس فن سے وابستہ افراد کو سرکاری سرپرستی کے تحت موجودہ و آئندہ میسر آنے والی دیگر محنت کشوں کو فراہم کی گئی مراعات و نوازشات دلانے کے لئے سرگرمی سے کام کرے گا۔ نوجوان و معذور افراد کو خوشنویسی کے فن سے آراستہ کر کے ملک و قوم کے معزز و موثر شہری بننے میں تعاون کرے گا۔ "کلیم دلبتانِ خطاطی" کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے جو طلباء کو برائے نام اخراجات کے عوض فنِ خوشنویسی سکھلائے گا۔ مستحق طلباء کو رہائش و وظائف کی سہولتیں فراہم کرنے کے انتظامات کرے گا۔ فنِ خطاطی کے فروغ کے لئے اعلیٰ سطح پر خطاطی کی نمائشیں منعقد کرنے کا اہتمام کرے گا۔ مختلف مکاتبِ فکر کے اہلِ قلم حضرات کی سرپرستی و تعاون سے مقامی و بیرونی طور پر فنِ خوشنویسی اور کتابت پر مذاکروں اور مباحثوں کا انتظام کرے گا۔ تاکہ اس فن کو اور اس سے متعلق فنکاروں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو سکے۔

لائحہ عمل: "دلبتانِ فروغِ خطاطی" کے تحت مندرجہ ذیل چار شعبے عمل میں لائے گئے ہیں جو ملک و ملت کے مفاد اور خطاط حضرات کی بہبود کے لئے تعمیری کردار ادا کریں گے۔

شعبہ نمبر ۱: "خزینہ نوادراتِ قلمی" اس شعبہ کے تحت فنِ خطاطی کے تخلیقی ورثوں مثلاً قلمی نسخہ جات تاریخی عمارات پر رقم شدہ عبارات و قطعات، کہنہ مشق اساتذہ کے تحریر کردہ کتبات و دیگر ثقافتی تاریخی اہمیت کے حامل مسودات و آثار کا تحفظ کیا جائے گا۔ علوم و فنون پر معروف مصنفین کے غیر مطبوعہ مسودہ جات کی طباعت کا اہتمام کیا جائے گا۔

شعبہ نمبر ۲: "مرکزِ تعلیم و تربیت" اس شعبہ کے تحت "کلیم دبستانِ خطاطی" کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے۔ جس میں تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم ہر عمر کے افراد کو فنِ خطاطی کے رموز سے آگاہ اور زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جاتا ہے معذور اور بے سہارا افراد کو فنی تربیت کے ساتھ ساتھ نصابی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور مستحق طلباء کی اخلاقی و مالی اعانت بھی کی جاتی ہے۔ طلباء کو نہ صرف تعلیم بلکہ ہنر مندی سے روشناس کر کے سماجی خدمت کا اہم فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔

شعبہ نمبر ۳: "حلقہ بہبودِ خوشنویساں" اس شعبہ کے تحت خطاط و خوش نویس حضرات کی بہبود کے لئے تعمیری اقدامات کئے جائیں گے۔ اس پیشہ سے متعلق فنکاروں کو معاشرہ میں اعلیٰ وارفع حیثیت دلانے کے اقدامات کئے جائیں گے۔ اخباری صنعت سے منسلک و دیگر خوشنویسوں کو سرکاری مراعات و بوڑھاپا پنشن دلانے کے لئے جد و جہد اور خوشنویس حضرات کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے مشترکہ طور پر ہر طرح کے ذرائع ابلاغ عامہ کے ذریعے اس فن کی ترویج و ترقی کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں گے۔ فن اور فن کار کی تعارفی تقریبات کا انعقاد کرنے کے اقدامات کئے جائیں گے۔

شعبہ نمبر ۴: شعبہ نشر و اشاعت کے ذریعے خطاطی کے فروغ کے لئے اعلیٰ سطح پر خطاطی کی نمائشیں منعقد کرانے کے انتظامات۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے خطاط و خوشنویس حضرات کی بہبود اور فنِ خطاطی کے تحفظ کے لئے مجوزہ اقدامات کو اعلیٰ سطح تک رسائی دلانے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ بزرگ خطاط حضرات کے غیر مطبوعہ شاہکاروں کی اشاعت کا بندوبست کیا جائے گا۔

تاکہ عوام و خواص اور بالخصوص موجودہ خطاط حضرات ان شہ پاروں سے رہنمائی و استفادہ کر سکیں۔ فنِ خطاطی کو ملک کے نصابی تعلیم میں شامل کرانے کے اقدامات کئے جائیں گے۔ تاکہ اس پیشہ سے منسلک بے شمار بے روزگار افراد سکولوں و کالجوں میں ٹیچرز کی حیثیت سے کام کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں۔

ورکنگ کمیٹی دبستان فروغِ خطاطی ملتان

الحاج منشی طفیل احمد قادری ——— صدر

محمد صدیق خاں قادری ——— نائب صدر

ابنِ کلیم حافظ محمد اقبال احسن نظامی ——— ناظمِ اعلیٰ

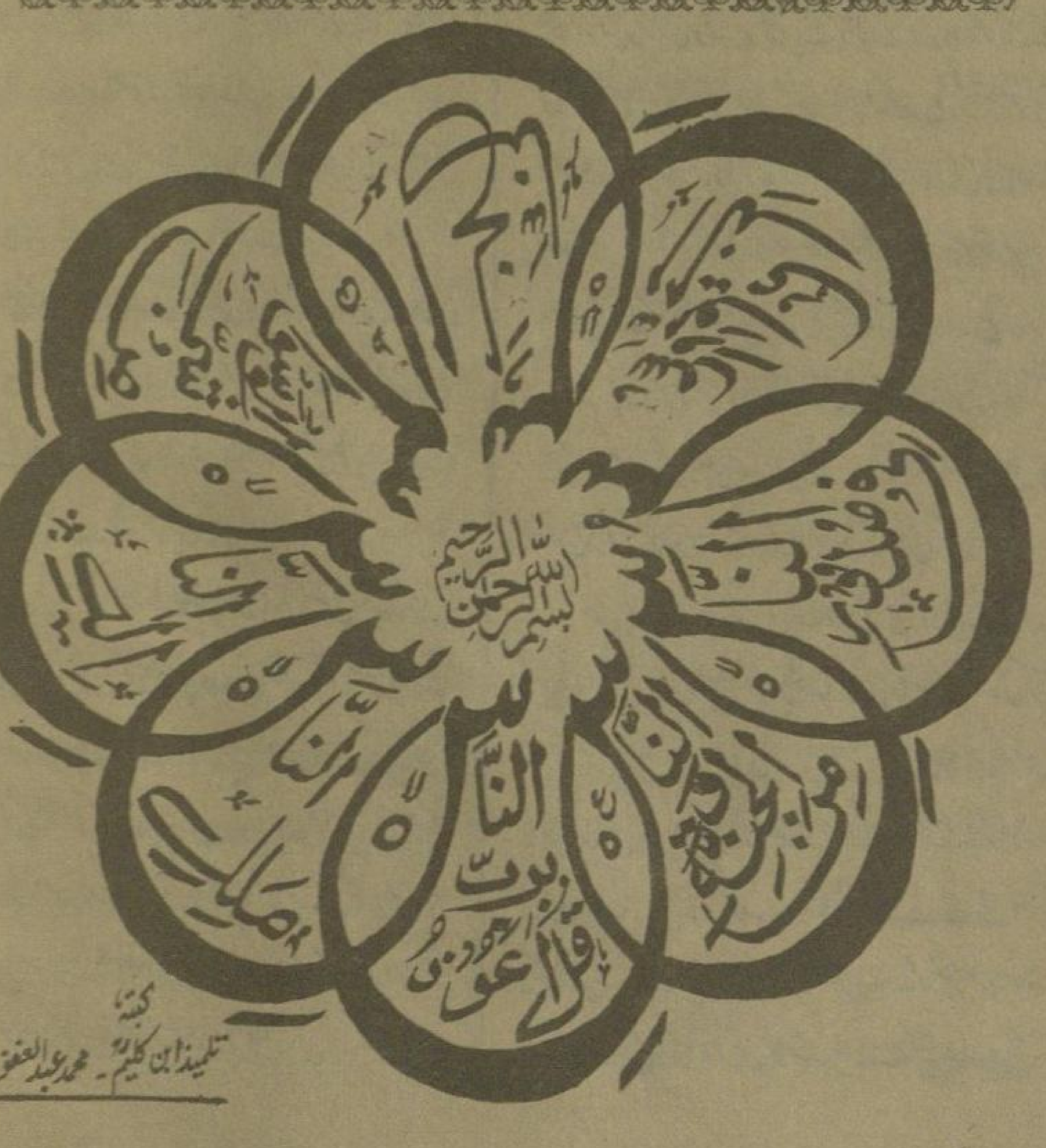
محمد سعید شیخ ——— معتمد

محمد جمیل احسن ——— خازن

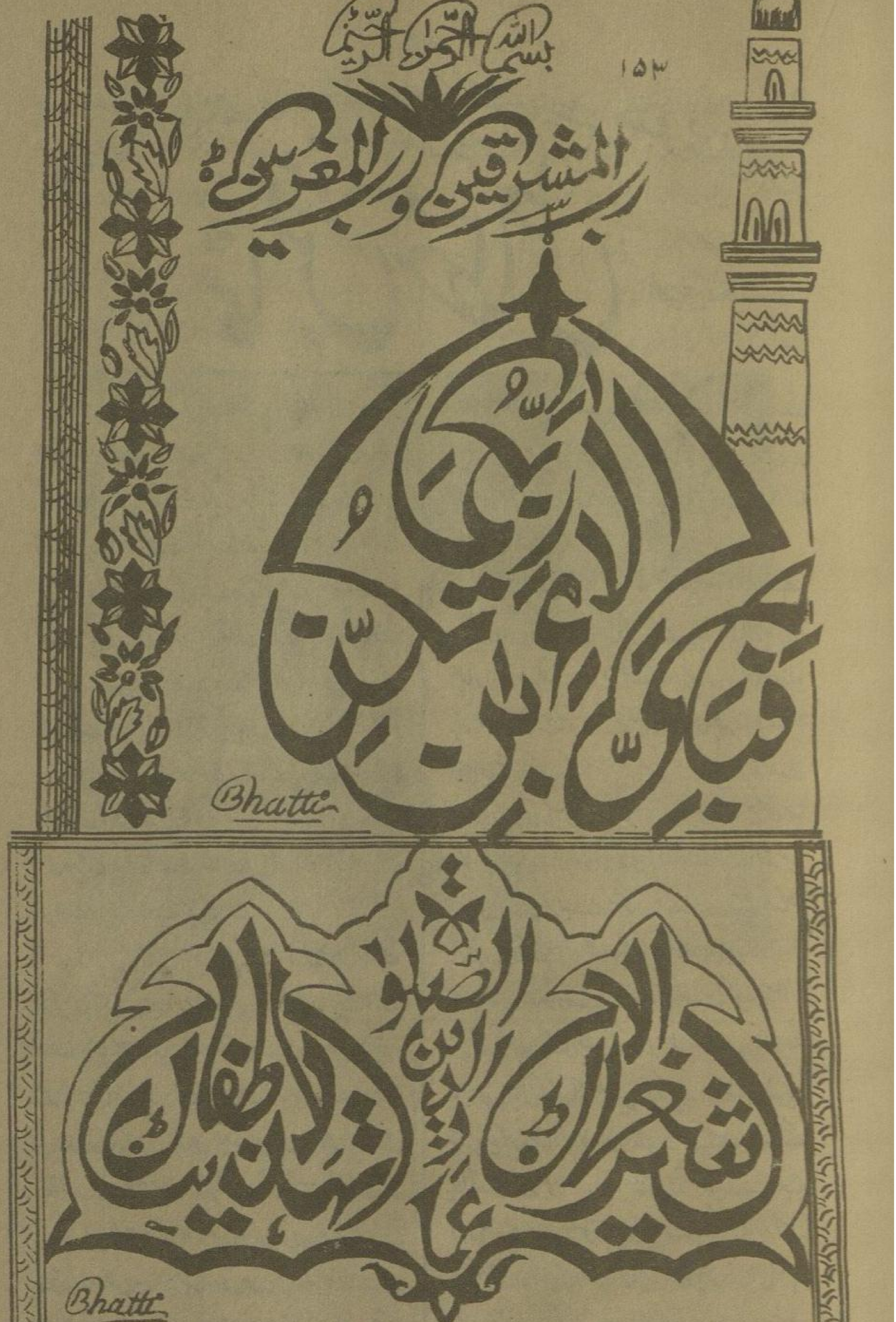
محمد فخر الدین ——— ناظمِ نشریات

مجلسِ عاملہ: فدا حسین آرٹسٹ۔ عبدالکریم نظامی۔ علامہ رشید احمد چشتی۔ عبدالغفور سلیمانی۔ عبدالرشید مسرور، محمد یوسف جاوید۔ ظہور احمد تابش۔

مشیر قانونی: مقبول حسین خان لنگاہ ایڈووکیٹ۔ خورشید احمد خان ایڈووکیٹ۔



کتبہ
تلمیذ ابن کلیم۔ محمد عبدالغفور سلیمانی



غلام فرید بھٹی ملتان کے فنکار ہیں جو برش کی نوک اور رنگوں کی آمیزش سے یہ شاہکار تیار کرتے ہیں اور صادقین کے فن سے متاثر ہونے کیوجہ سے انکی تقلید کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

دبستان فروغ خطاطی کے تعاون سے پاکستان نیشنل سنٹر ملتان میں

— منعقدہ —

نمائشِ خطاطی

تحریر:-
محمد سعید شیخ

۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء کی خنک شام عظیم روحانی پیشوا حضرت ابوالفتح رکن الدین عالم نوری حضوریؒ کے سالانہ عرس مبارک کے سلسلہ میں فنِ خطاطی کے فروغ و تحفظ کے لئے قائم تنظیم "دبستان فروغِ خطاطی" کے تعاون سے پاکستان نیشنل سنٹر ملتان کے آڈیٹوریم میں خطاطی کی ایک دل آویز نمائش کا انعقاد ہوا۔ خوش نویسی کی اس نمائش میں ملتان ڈویژن سے بیشتر خطاط حضرات نے اپنے اپنے انداز ہائے تحریر میں آیاتِ قرانی کی نگارشات پیش کیں۔ اس تقریب میں ملتان کے دانشوروں نے اسلامی خطاطی کے موضوع پر مقالے پیش کئے۔ اور یوں یہ تقریب اس قدر پُر وقار انداز میں منعقد ہوئی کہ پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن نے خطاطی کی اس نمائش کو مادرِ وطن کی فضاؤں کے ذریعے ٹیلی کاسٹ کیا۔

۲۷ اپریل کی رات کو خبر نامہ کے ساتھ کروڑوں ناظرین نے قرانی آیات سے مرصع خطاطی کی اس دیدہ زیب نمائش کا نظارہ کیا۔ چونکہ یہ پروگرام ملتان کے عظیم روحانی پیشوا کے عرس کی تقریبات سے منسلک دکھایا گیا تھا۔ اس لئے ٹی وی کے ان گنت ناظرین کی نظروں میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے روح پرور مناظر گھوم گئے۔ اسی ٹیلی کاسٹ کے ذریعے پاکستانی عوام اولین مرتبہ ملتان کے مایہ ناز نوجوان خطاط ابنِ کلیم سے بھی متعارف ہوئے۔ نمائشِ خطاطی کی افتتاحی تقریب کے مہمانِ خصوصی جنرل آفیسر کمانڈنگ ملتان میجر جنرل اعجاز عظیم ابنِ کلیم کے فن سے اس قدر محظوظ ہوئے کہ انھوں نے ابنِ کلیم کو پانچ صد روپے کا گراں قدر انعام عطا فرمایا۔ —— مقامی و ملکی اخبارات نے بھی اس تقریب کی مکمل کاروائی کی رپورٹیں شائع کیں۔ اور یوں یہ خطاطی کی نمائش بزرگانِ دین کی سرزمین کی عکاس بن گئی۔

خطاطی مسلمانوں کا اسلامی، ثقافتی اور تہذیبی ورثہ ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں انسانوں نے اپنے احساسِ جمال کے اظہار اور تسکینِ قلب کے لئے خطاطی اور خوش نویسی کو اپنایا ہے۔ مسلمانوں کے اس فن سے قلبی لگاؤ کی کچھ وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ اسلام میں صورت گری کی ممانعت قرار دی گئی تھی۔ اسی طور ہر قسم کی تصویر کشی ممنوع تھی لہٰذا سرکارِ دو جہاں ہادی کون و مکان آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے مسلمان فنکاروں نے آج تک خطاطی کے فروغ کے لئے زورِ قلم صرف کیا۔ مسلمان مزاجاً اور طبعاً علوم و فنون کا دلدادہ ہے۔ اسی دلی رغبت کی بنا پر مسلمانوں نے تصویر کشی اور تصویر گری کی آرزو اپنے سینہ میں دبا کر خطاطی میں حسن و جمال کی کئی نئی کیفیتیں پیدا کیں۔ اور کئی نئی جدتیں اختراع کیں۔ خطاطی کا یہ فن بت پرستی جیسی لعنت کے خاتمہ کے لئے بھی معاون ثابت ہوا۔ مسلمانوں نے بعد میں اس فن میں ایسی دقیق ترین جزئیات پیدا کیں اور اس فن کو حسن و جمال کی رعنائیوں میں سمو دیا تو خطاطی کا ہنر ایک باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اب یہ امر مسلمہ ہے کہ رومن رسم الخط کے بعد عربی رسم الخط کو عالمگیر اہمیت و شہرت حاصل ہے۔ آج یہ فن چین کی سرحد سے لے کر شمالی

افریقہ کے ساحلوں اور قسطنطنیہ سے ملایا تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ قرانی آیات کی خوش نویسی کو چونکہ پاکیزہ فن کے طور پر اپنایا جاتا ہے۔ اس لیئے عام طور پر بزرگانِ دین اس فن کو اپناتے ہیں۔ بلکہ اس فن کے ذریعہ روزی کمانا کسبِ حلال جانا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں آکر فنِ خطاطی نے ترقی کی وہ اعلیٰ ترین رفعتیں طے



جی او سی ملتان جناب میجر جنرل اعجاز عظیم جلیل حسن کے لکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ملاحظہ کر رہے ہیں۔

کیں کہ قرونِ اولیٰ کا فنِ مصوری بھی اس کے آگے ماند ہے آج مسلم ممالک میں کہیں کہیں مصوری کی جاتی ہے۔ مگر خطاطی وہ فن ہے جو قرانی آیات کی طرح پشت در پشت اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ آج جب ہم خطاطی کے قدیم وجدید نمونے نمائشوں۔ عجائب گھروں اور بعض خاندانی گھرانوں کے نجی مجموعوں میں دیکھتے ہیں۔ تو اِن نادرِ زمانہ نمونہ جات کے حسن و لطافت اور لکھنے والوں کی نزاکتِ جمال سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آج بھی بعض سادات گھرانوں میں آنحضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اور حضرتِ علی رضؓ کے زمانہ کی تحریریں موجود ہیں۔ یہ تحریریں فنِ خطاطی کی وہ اعلیٰ وارفع ترین نگارشات ہیں جن کے دیدار کو فرطِ عقیدت سے ہزاروں نگاہیں چومنے کے لئے بے قرار ہیں۔

اسلامی قرانی خطاطی کی ابتدا خطِ کوفی سے ہوئی۔ یہ رسم الخط عربی طرزِ تحریر پر مبنی ہے۔ بعض مورخین اسے قدیم کوفی طرز کا نام دیتے ہیں۔ جو خطِ حیری کی اصلاح شدہ صورت تھی۔ ان تاریخ نویسوں کے خیال میں طلوعِ اسلام کے وقت سرزمینِ حجاز کے بعض علاقوں میں یہ خطِ حیری رائج تھا۔ علامہ بلاذری کے مطابق اس طرزِ تحریر کے سترہ کاتب اعلانِ رسالت کے وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ ابتدائے اسلام کے دنوں تمام تر مکتوبات۔ معاہدات، نامہ ہائے مبارک۔ فرامین مبارک اور مصاحفِ مقدس اسی طرزِ تحریر میں رقم ہوئے۔ بعض مورخین کے نزدیک یہ رسم الخط حضرت امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کے زمانہ تک

رائج رہا۔ مگر جو مورخین خطِ حیری کو خطِ کوفی کا نام دیتے ہیں۔ اُن کی توجیہ قابلِ یقین حد تک درست تسلیم کی جاتی ہیں۔ ان مورخین کے نزدیک اس خط اور طرزِ تحریر کا آغاز چوتھی صدی عیسوی میں خطِ نبطی اور خط سیریاک یا سطرنجلی سے انبار شہر میں ہوا۔ تاریخ القرآن علی گڑھ کے مطابق اس طرزِ تحریر کا موجد مرامر بن مرہ تھا جو ملک انبار کا رہنے والا بیان کیا جاتا ہے۔ انبار کے علاوہ یہ خط حجاز اور حیرہ میں بھی لکھا جاتا تھا۔ "فتوح البلدان" کے مطابق اس طرزِ تحریر کے آغاز کا ابتدائی مقام کوفہ یا اس کا گرد ونواح تھا۔ اسی وجہ سے شروع میں یہ خط حیری کہلایا۔ بعد میں مسلمانوں کے دور میں اسے خطِ کوفی کا نام دیا گیا۔ اسلامی عہد میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس خط نے بہت ترقی کی۔ معروف خطاط و خوش نویس سلطان علی مشہدی لکھتے ہیں۔

نفضلی اصل خط کوفی است کہ دہید او داد نشو و نما

حضرت علی جنہیں ختم المرسلین نے "باب العلم" کا خطاب دیا۔ تعلیم و تحسین خطِ کوفی کے سلسلے میں تاریخ میں سب سے ارفع مقام پر نظر آتے ہیں۔ خطِ کوفی کو پائیدار حسن بخشنے، دوات میں سفوف ڈالنے کا طریقہ، قلم کی بناوٹ کے قواعد اور خطاطی کے اہم بنیادی اصولوں کی ترتیب و تزئین بھی حضرت علیؓ سے منسوب کی جاتی ہے۔ مختصراً خطِ کوفی کی ابتدا لگ بھگ سو سال قبل از طلوعِ اسلام ہوئی۔



ناظم اعلیٰ "دبستانِ فروغِ خطاطی" اور معروف خطاط جناب ابن کلیم اسلامی فنِ خطاطی پر اظہارِ خیال کر رہے ہیں۔

پانچویں صدی ہجری تک یہ مصاحف کی تحریر کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ خطِ نسخ کی ایجاد سے اس کا رواج کم ہوا۔ اس کے بعد یہ محض عنوان نگاری، عمارتی کتبات، لکڑی، پتھر، دھات اور شیشے کی تیار کردہ اشیاء کی تیاری کے لئے مستعمل ہوتا رہا۔ گذشتہ چند سالوں سے خطِ کوفی کے استعمال کی تحریک ایک بار پھر عروجِ فن تک پہنچ گئی ہے بالخصوص اس خط میں طغرٰی سے کتب کے سرورق کو آراستہ کرنے کا رجحان مقبولیت کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ ملتان میں اسلامی فنِ خطاطی کے یکتائے زمانہ اساتذہ میں روحانی

پیشواؤں کا نام سرفہرست ہے۔ ان پیشواؤں میں حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی حضرت حافظ جمال اللہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رکن الدین عالم کے اسمائے گرامی شامل ہیں اسی نسبت سے قرآنی آیات کی خطاطی کی متذکرہ نمائش بھی بہت مقبولِ عام ہوئی۔

مجلس نے اسلامی فنِ خطاطی کے پرمغز مقالہ جات سے روحانی بصیرت حاصل کی اور مقررین کو دل کھول کر داد دی۔ خطابات کے اختتام پر مہمانِ خصوصی نے نمائش کو دیکھ کر مقامی خطاطوں کے دست ہائے فن شناس کی مہارت کی دل کھول کر داد دی۔



جناب چوہدری اختر سعید کمشنر ملتان ابنِ کلیم کے لکھے ہوئے "خطِ رعنا" پر تبصرہ فرماتے ہوئے محوِ گفتگو ہیں۔

نمائش کی افتتاحی تقریب سے مہمانِ خصوصی میجر جنرل اعجاز عظیم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔ کہ "فنِ خطاطی مسلم ثقافت کی نمائندہ و امین ہے۔ لہٰذا اس فن کی ترویج و ترقی کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نے اپنے خطاب میں نوجوان نسل پر زور دیا کہ اُسے اِس فن کی رعنائیوں کے زیور سے اپنے آپ کو سجانا چاہیے۔" اس تقریب سے صدر دبستانِ فروغِ خطاطی جناب الحاج طفیل احمد قادری، نوجوان فنکار جناب ابنِ کلیم، جناب غلام فرید بھٹی اور معتمد در رابطہ سیکرٹری دبستانِ فروغِ خطاطی جناب محمد سعید شیخ نے بھی خطاب کیا۔ حاضرین

یہ نمائش دوسرے روز بھی جاری رہی۔ دوسرے روز کمشنر ملتان جناب چوہدری اختر سعید نمائش دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ جناب کمشنر ملتان بہت دیر تک آڈیٹوریم میں رہے اور فرداً فرداً خطاط حضرات کی نگارشات کے متعلق استفسار فرماتے رہے۔ آپ نے خطاطی کی گلرنگ تحریروں کو دیکھ کر اظہارِ مسرت فرمایا۔ انھوں نے نوجوان خطاط ابنِ کلیم اور ان کے برادر معذور فنکار جلیل احسن سے مصافحہ کیا۔ اور ہر دو فنکاروں کی حوصلہ افزائی کی۔ آپ نے ریڈیو پاکستان ملتان کو اپنے "تاثرات" ریکارڈ کرائے اور نیشنل سنٹر کی وزٹنگ بک میں اپنے "تاثرات" کا

اظہار کرتے ہوئے مقامی خطاط ابنِ کلیم کے فن کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور دلبستان فروغِ خطاطی کی فلاح و بہبود کے لئے سرپرستی فرمانے کا وعدہ کیا۔

آخر میں نمائش خطاطی کی افتتاحی تقریب میں مقررین اور دانشوروں نے عوامی حکومت کے اربابِ اقتدار کی توجہ کے لئے جو تجاویز پیش کیں، انکا تذکرہ راقم اشد ضروری تصور کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ان تجاویز پر موثر اقدامات کئے جائیں تو یقیناً خالصتاً اسلامی ورثہ کے اس فن کے فروغ و تحفظ کے لئے بہت مدد مل سکتی ہے۔ ان مجوزہ اقدامات پر عمل درآمد سے نہ صرف فنِ خطاطی کو فروغ حاصل ہوگا۔ بلکہ مادرِ وطن پاکستان میں اسلامی اقدار کے فروغ میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

۱۔ وفاقی وزارت ثقافت اس فن کو زندہ و پائندہ کرنے کے لیے اہم اقدامات کرے اور اپنے زیرِ انتظام تمام شعبوں کو ہدایت کرے کہ وہ فنِ خطاطی کی ترویج کے لئے موثر اقدامات کریں۔

۲۔ وزارتِ اطلاعات و نشریات سے استدعا ہے کہ وہ نیشنل سنٹر کی طرح دیگر ذرائع ابلاغ عامہ (ریڈیو، ٹی وی) کو ہدایت کرے کہ وہ اس عظیم ثقافتی ورثہ کو محفوظ کرنے کے اقدامات کریں، اور اس فن کو مزید استحکام بخشنے کے لئے ملکی سطح پر مذاکروں اور مباحثوں کا انتظام کیا جائے اور اس فن کی تشہیر کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے۔

۳۔ یہ واحد فن ہے جو تمام اسلامی ممالک میں آج بھی موجود ہے۔ اسلامی کانفرنس کے زیرِ اہتمام عالمی سطح پر خطاطی کی ترویج کا شعبہ قائم کیا جائے بالخصوص اسلامی ممالک میں خطاطی کی نمائشوں کے انعقاد کا سرکاری سطح پر اہتمام کیا جائے۔ اور پاکستانی خطاط کو عالمِ اسلام کے خطاطوں سے متعارف کرنے کے لئے وفود بھجوائے جائیں۔

۴۔ وزارتِ مذہبی امور خطاطی کی ترویج و تعلیم کے لئے ایک ریسرچ سنٹر قائم کرے۔

۵۔ خطاطی کی ترویج کے لئے یونیورسٹیوں اور دیگر درسگاہوں میں خطاطی کے خصوصی شعبے قائم کئے جائیں۔

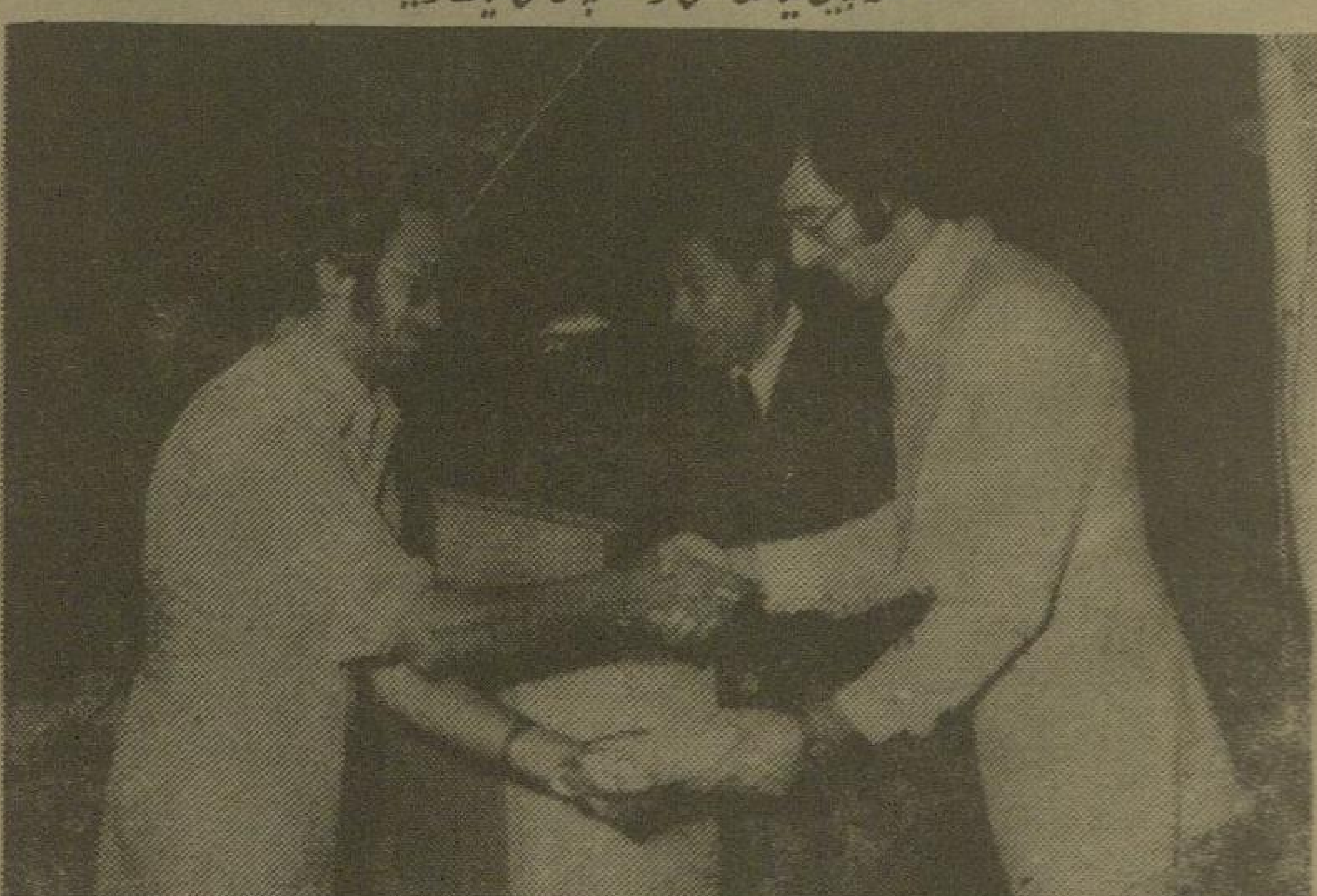
۶۔ پنجاب آرٹس کونسل "دلبستان فروغِ خطاطی ملتان" کو خصوصی فنڈ مہیا کرے۔ تاکہ تنظیم مزید موثر طور پر کام کر سکے۔



محترم فضل ان جناب اختر سعید اور جناب غضنفر مہدی ریذیڈنٹ ڈائریکٹر نیشنل سنٹر



۵ر فروری ۱۹۶۸ء کو ملتان کے خطاط ابنِ کلیم نے چیمبر میں ذوالفقار علی بھٹو کو سنہرے حروف میں لکھا ہوا
قطعہ پیش کیا تھا اس موقعہ پہ لی گئی ایک تصویر



ڈائریکٹر خانۂ فرہنگ ایران جناب ابراہیم جامعی نوجوان خطاط ابن کلیم کو خطاطی کے اس شاہکار کو پیش
کرنے پر انعام دے رہے ہیں جو انہوں نے اعلیحضرت ہمایوں شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی کے جشن
میلادِ مسعود پہ پیش کیا تھا۔

PEOPLE'S VIEWS

Pakistan National Centre

میں خطاطی کے نمونے دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں۔ ابنِ کلیم صاحب کی کاوش بے حد دلپذیر ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ عنقریب اپنی لگن اور کوشش سے فن کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ جائیں گے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

دعاگو

از: سعید

۲۷ اپریل ۱۹۷۷ء

(کمشنر ملتان ڈویژن)

نمائش خطاطی
پر
کمشنر ملتان جناب چوہدری اختر سعید
کے قلم سے تاثرات

به ابن کلیم خطاط هنرمند
بخاطر احساسات بی شائبه نامبرده
به شاهنشاه آریامهر و خاندان سلطنت.

ابراهیم جامی
مسئول خانهٔ فرهنگ ایران - ملتان

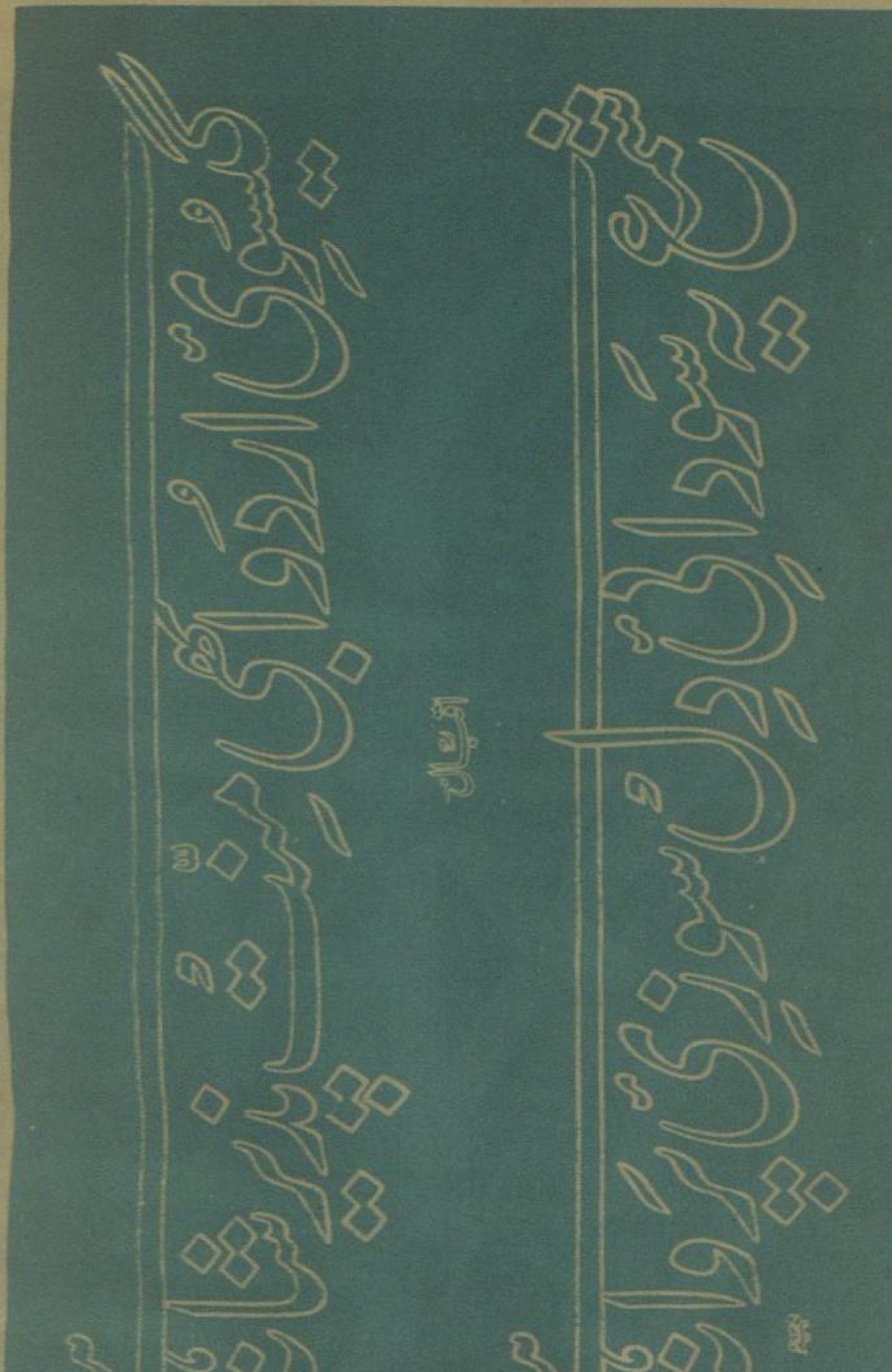
۲۵۳۶/۸/۵

خانهٔ فرهنگ ایران
ملتان

ڈائریکٹر
خانۂ فرہنگ ایران
کا اعترافِ خدمات

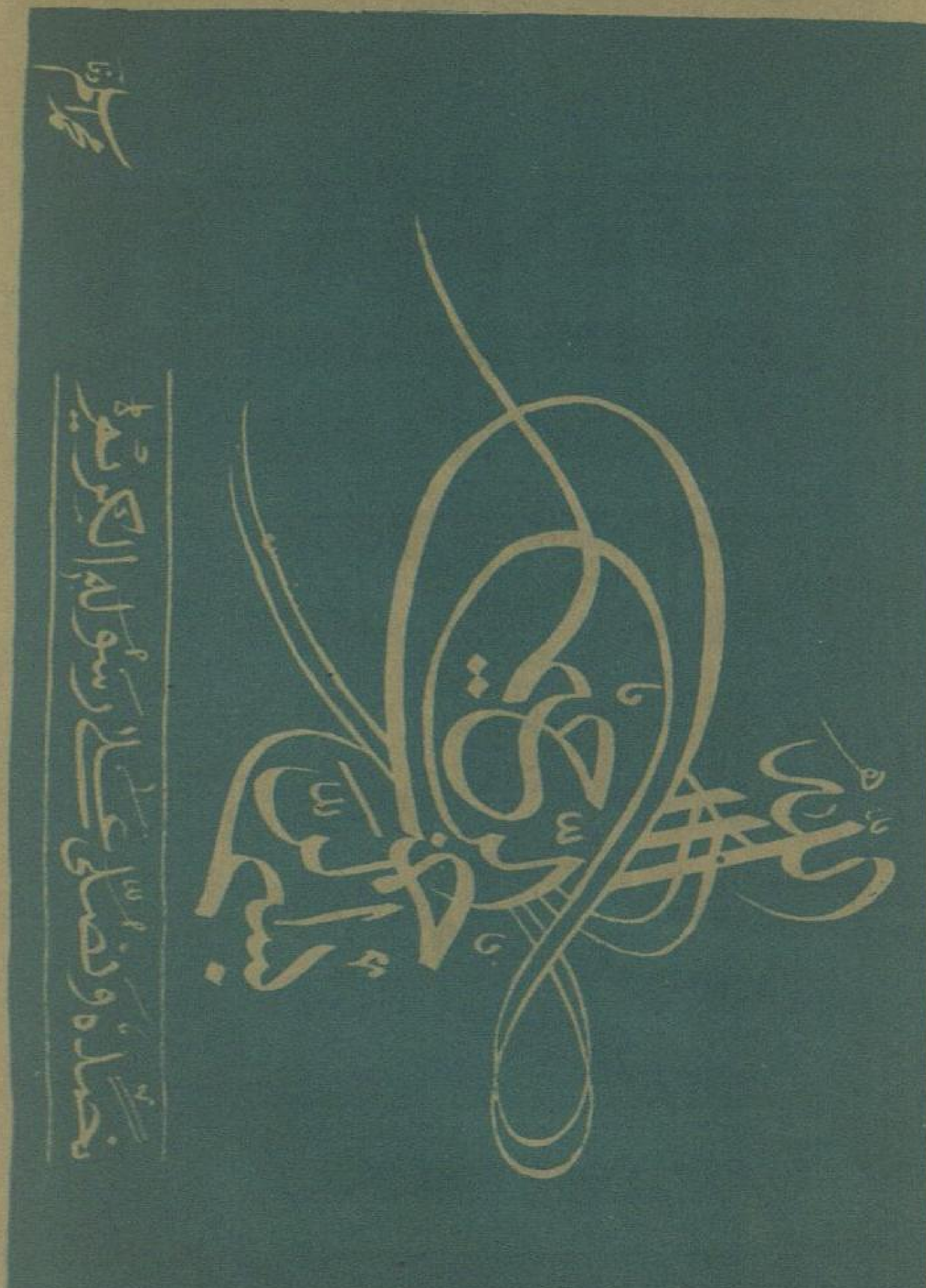


ملتان کے معروف خطاط و خوشنویس الحاج طفیل احمد صاحب قادری "جو کہ خلیل رقم سے معروف ہیں اور دبستان فروغ خطاطی کے صدر ہیں" کی تحریر



عبدالمجید خوش نویس رئیس الخطاط حضرت یوسف دہلوی کے شاگرد رشید ہیں اور
یوسف دہلوی مرحوم کے فن کی روایات کو زندہ رکھنے کے لئے شب و روز کام کر رہے ہیں پاکستان
خصوصاً کراچی، کے کئی روزناموں، ماہناموں کی ہیڈنگ اور سرنامے آپ کے تحریر کردہ ہیں۔
عبدالمجید خوش نویس فن خطاطی کے نادر نمونہ جات کے خالق ہیں انکے ارسال کردہ نمونہ جات بشکریہ شامل اشاعت ہیں





بسم اللہ (بخطِ طغریٰ)

نوجوان خطاط محمد اسلم وفا ملتان میں اپنے منفرد اندازِ تحریر کی وجہ سے مشہور ہیں۔ جنابِ طفیل احمد قادری المعروف خلیل رقم کے شاگردِ رشید ہیں۔ وفا صاحب خطاطی ۱ کے تمام مستند اصولوں میں لکھنے کے ساتھ ساتھ جدید طرزوں میں لکھنے کے تجربے کرتے ہیں جنہیں آج کے دور میں پسندیدگی سے دیکھا جا رہا ہے۔ اگلے صفحے کا اشتہار ان کی جدید طرزِ تحریر کا بہترین نمونہ ہے۔



رئیسِ فنِ طباعت
محمد شریف عاصی
الباکستانی

مدینۃ الاولیاء ملتان کے باشندے حاجی محمد شریف عاصی محمدیہ آرٹ پریس ملتان کے پروپرائٹر باصلاحیت پریس مین اور آرٹسٹ ذہن کے مالک ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کے ٹائیٹل پر سرکارِ "دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس میں بچھے ہوئے قالین کا ڈیزائن بلاک کی صورت میں انہوں نے تیار کیا ہے۔

۱۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ مرامر بن مُرہ خط کوفی کے موجد تھے؟

۲۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد ابوالاسود دولی نے خطِ کوفی پر اعراب کا اضافہ کیا تھا۔

۳۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسینؑ علیہ السلام ماہر خطاط تھے۔

۴۔ کیا آپ نے وادیٔ سندھ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت لعل شہباز قلندر کے جدِ امجد کے تحریر کردہ تبرکات ملاحظ فرمائے ہیں؟

کیا آپ نے ملتان کے عظیم روحانی پیشوا حضرت حافظ جمال اللہؒ خواجہ عبیداللہؒ منشی غلام حسن شہید، حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے عظیم خلیفہ خواجہ خدا بخش خیرپوری اور دیگر بے شمار بزرگان کے تحریر کردہ قلمی مخطوطات کی صورت میں خطاطی کے شہہ پارے دیکھے ہیں؛

اگر نہیں دیکھے تو

اسلامی خطاطی پر مدلل و مفصل مضامین اور بے شمار قیمتی تحریروں کے نوادرات

نادر و نایاب شاہکار خوشنویسی

تاریخ فنِ خطاطی

سنہ ۱۹۶۰ء

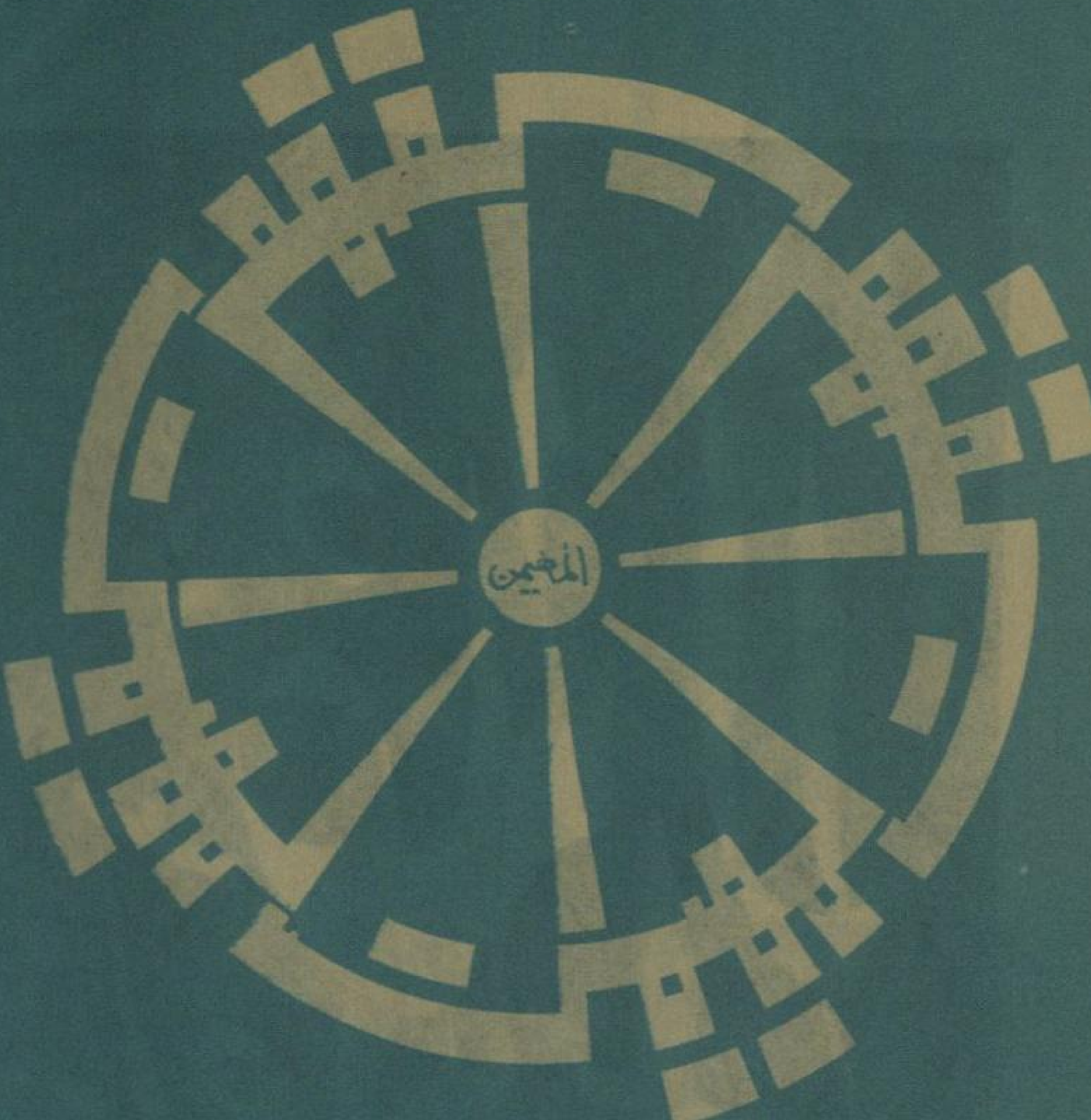
حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں؛

جو کہ زیرِ ترتیب ہے۔ آپ کے پاس کوئی قیمتی قطعہ نادر تحریر یا خطاطی پر مضمون ہے تو براہ کرم ہمیں ارسال فرمائیے = ابنِ کلیم ناظم اعلیٰ دبستان فروغِ خطاطی حسن پروانہ روڈ ملتان



حرفی که بخط بد نویسی
در وی همه عیب خود نویسی
در خوبی خط اگر نکوشی
از بهر خدا تیز هوشی


ابن کلیم


المهيمن


العزيز



پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال

ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال!

سایۂ خدائے ذوالجلال


Real life calls for real taste.
For the taste of your life-
it's Coke.
Coca-Cola
It's the real thing.
Coca-Cola